تصنیف
علامہ سیّد غلام حسن شاہ کاظمیؒ

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

تعظیم الاشراف

(سادات بنی فاطمہؑ اور نسب کی اہمیت)

تصنیف

علامہ سیّد غلام حسن شاہ کاظمیؒ

ترتیب

حضور امام کاظمی

اظہار سنز

19۔اردو بازار لاہور فون: 7230150

ہیڈ آفس: 9۔ریٹی گن روڈ لاہور فون: 7220761

E-mail: izharsons_2004@hotmail.com

www.izharsons.com

نام کتاب	تعظیم الاشراف (سادات بنی فاطمہؑ اور نسب کی اہمیت)
مصنف	سیّد غلام حسن شاہ کاظمیؒ
ترتیب	حضور امام کاظمی
فون نمبر	058810-45872
موبائل نمبر	03335730224-03005199142
E Mail:	hazoorimam@hotmail.com hazoor_imam@yahoo.com
مشاورت	سیّد علی اکبر گیلانی سابق مدیر شعبہ پروگرامز پی ٹی وی اسلام آباد مرکز سیّد حنیف شاہ (ریٹائرڈ) ڈی ایف او مانسہرہ سیّد منور شاہ کاظمی کنٹریکٹر چھتر مظفر آباد سیّد مجاہد حسین شاہ کاظمی مرحیس شریف ایبٹ آباد
لے آؤٹ / کمپوزنگ	سیّد سجاد بخاری شہید۔ محمد ساجد حسین مظفر آباد
طبع	بار دوم
پروف ریڈنگ	قاری محمد فیض الرسول سدیدی، محکمہ اوقاف۔ پنجاب
ناشر	سیّد محمد علی انجم رضوی اظہار سنز، اردو بازار لاہور
طابع	سیّد اظہار الحسن رضوی اظہار سنز پرنٹرز۔ لاہور
قیمت	-/200 روپے
سال طباعت	مارچ ۲۰۰۸ء

باشتراک: اسلامک ریسرچ اکاڈمی ٹھنگر شریف۔ مظفر آباد۔ آزاد کشمیر

افتتاحیہ

☆☆☆☆☆

لی خمسة اطفی بھاحرالوباء الحاطمة
المصطفٰیؐ والمرتضٰیؑ وابناھما والفاطمة

☆☆☆☆☆

افلت شموس الاوّلین و شمسنا
ابداً علی فلك العلیٰ لا تغرب

☆☆☆☆☆

بیدم یہی تو پنج ہیں مقصودِ کائنات
خیر النساءؑ حسینؑ و حسنؑ مصطفٰیؐ علیؑ

☆☆☆☆☆

چراغِ آگہی

نسل انسانی کا کوئی دور، اقتدار و سیاست گری سے خالی نہیں رہتا۔ پیشوایان مذہب، رہروان دانش، دانایان عقل و فہم کی موجودگی میں کج فہم، کج بحث، اور حق ناشناس بھی اپنا وجود رکھتے ہیں۔ دونوں قسم کے لوگ معاشرے میں باریاب رہتے ہیں۔ حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ نے معاشرے کی راہ راست سے ہٹی ہوئی روش پر اپنے اندرونی سوز و تاثر کو یوں ظاہر کیا ہے ؎

یا رب تو زمانہ را دلیلے بفرست

نمروداں راپشہ چو پیلے بفرست

فرعونیگاں ہمہ بدمست شدند

موسیٰ و عصاو رودِ نیلے بفرست

پھر ماحول اور معاشرے کی ناہنجاریوں کو دیکھ دیکھ کر روحِ سرکار مرتضویؑ میں یوں استغاثہ فرمایا ؎

زمانہ برسر جنگ است یا علیؑ مددے

کہک بغیر تو تنگ است یا علیؑ مددے

کشودِ کارِ دوعالم بیک اشارۂ تو

بکارِ ماچہ درنگ است یا علیؑ مددے

تحریر — احقر الانام

ا۔ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ — سیّد غلام حسن شاہ کاظمیؒ

۱۰۔ ماہ جون ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۸۴ء — مظفر آباد۔ آزاد کشمیر

انتساب

عزیز القدر سیّد حنیف شاہ صاحب آل معمور نے مدتوں بعد ملاقات پر کہا۔"آپ نے ساری عمر کام کیا مگر کسی کو نظر نہ آیا۔ حضرات اہل بیت کرامؑ سے متعلق تمام لوازمہ طباعت سے آراستہ ہونا چاہیے"۔اور معاً اس کتاب کے مصارف میرے حوالے کر دیے۔اس عزیز کی عالی ظرفی، ایثار، خلوص اور صدق مقال اہل بیتِ کرامؑ کا ورثۂ دوام ہے۔یہ کتاب انہیں کی مساعی جمیلہ کو منسوب ہے۔

دعا گو

ایک منہم غلام حسن شاہ کاظمیؒ

درویش بے گلیم و گدا بے گداگری

۱۸۔رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

۱۸۔جون-------۱۹۸۴ء

فہرست

زمانہ برسرِ جنگ است یا علیؑ مدد دے

کمک بغیر تو ننگ است یا علیؑ مدد دے

کشود کارِ دو عالم بیک اشارۂ تو

بکارِ ماچہ درنگ است یا علیؑ مدد دے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سپاسِ عقیدت

والدِ گرامی حضرت علاّمہ سیّد غلام حسن شاہ کاظمی ۱۴۔ستمبر ۱۹۸۴ء کو وفات پا کر آسودۂ خاک ہو گئے اور میرے لیے تحقیقی مصادر پر مشتمل کتب خانہ کے علاوہ تقریباً دوصد غیر مطبوعہ مسوّدات ترکہ میں چھوڑ گئے ۔۔۔ میں پیشۂ وکالت سے منسلک عدیم الفرصت شخص، عربی اور فارسی زبانوں سے نابلد ۔۔۔ مسوّدات کا عالم یہ کہ ہر مسوّدہ نظرِ ثانی اور ترتیبِ نو کا متقاضی ۔۔۔ جابجا عربی و فارسی اقتباسات سے مزیّن عبارتیں ۔۔۔۔۔ تاہم قبلہ علاّمہ مرحوم کی وفات کے بعد "تعظیم الاشراف" کی طباعت مکمل کروائی ۔۔۔۔۔ غلطیوں کا ہجوم پھر عربی و فارسی اقتباسات کے تراجم کی تشنگی نے کتاب کو نہ صرف غیر معیاری بلکہ قطعی غیر مستند بنا دیا، کتاب کا دوسرا ایڈیشن چھاپنے کے لیے پیشہ ورانہ مصروفیات سے نظریں چرا کر وقتاً فوقتاً مطبوعہ جلد پر اضافے اور درستگی کرتا رہا ۔۔۔۔۔ اب دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے ۔۔۔ یقیناً اس میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔

۱۹۵۲ء میں علاّمہ (مرحوم) کی پہلی کتاب "انقلابِ کشمیر" طبع ہوئی تھی ، "تعظیم الاشراف" ان کی دوسری مطبوعہ تصنیف ہے ۔ ۱۹۹۱ء میں قبلہ کی تیسری تصنیف "کشمیر میں اسلامی تبرکات" مرتب کر کے چھاپنے کا اعزاز بھی حاصل کیا، پھر ریٹائرڈ لیفٹیننٹ جنرل صلاح الدین ترمذی صاحب کی معاونت سے "تذکرہ حیات پیر بابا" کی طباعت

روبہ عمل لائی۔ ۲۰۰۵ء کے قیامت خیز زلزلہ نے جب کاروبار زندگی یکسر اعتدال کی روش سے منحرف کر دیا تو میری تمام تر توجہ قبلہ کے مسوّدات کی طرف مبذول ہوئی، فرصت کے ان ایاّم میں مجھے "تذکرہ اولاد امام موسٰی کاظمؑ" مرتب کر کے شائع کرنے کا موقع ملا۔۔۔اس طرح قبلہ کی پانچویں کتاب منظر عام پر آئی۔

"تعظیم الاشراف" کے موجودہ ایڈیشن کی تکمیل میں سیّد حنیف شاہ (ریٹائرڈ ڈی، ایف، او۔ مانسہرہ)، سیّد علی اکبر شاہ گیلانی (چکلالہ راولپنڈی)، سیّد مجاہد حسین شاہ کاظمی (ایبٹ آباد)، سیّد اسماعیل شاہ نقشبندی (مظفر آباد) اور سیّد سجاد بخاری شہید (مظفر آباد) نے خصوصی دلچسپی لی۔ حنیف شاہ صاحب نے پروف ریڈنگ اور تراجم میں معاونت کی اور قبلہ علی اکبر شاہ گیلانی مدظلّہ نے تو پورا ایک باب از سرِ نو مرتب کیا جس کے لیے ان کا سپاس گزار ہوں۔

علمی امور سے شغف اور قبلہ کے مسوّدات پر کام کرنے کی خواہش کو ہمیشہ عزیزی آفتاب کاظمی (بیورو چیف گلف نیوز العین۔ یو۔ اے۔ ای) نے مہمیز کیا۔ عزیز القدر سیّد مصطفٰے شاہ کاظمی (جوہر ٹاؤن لاہور) کا بھی شکر گزار ہوں کہ ان کی مروّت شامل حال رہی۔

عمّ بزرگوار سیّد نور احمد شاہ کاظمی مدظلہ العالی (ایبٹ آباد)، سیّد منور شاہ کاظمی (ٹھیکیدار چھتر مظفر آباد) اور عزیزی نور افضل شاہ (کنزرویٹر فارسٹ ایبٹ آباد) کی بالواسطہ مشاورت نے موجودہ ایڈیشن آپ تک پہنچانے میں سہولت بہم کی۔

علی مسجد راولپنڈی سے حضرت علاّمہ سیّد حامد علی موسوی مدظلّہ، کشمیر کالونی جہلم سے حضرت علاّمہ سیّد یعقوب شاہ حیدری مدظلّہ کی دعائیں اور لاہور سے معروف سکالر جناب سیّد سبطِ حسن ضیغم کی نوازشیں میری مددگار رہیں۔

صاحبزادہ پیر سیّد غلام مرتضٰے شاہ کاظمی مدظلّہ (بنگی شریف۔ ایبٹ آباد)،
صاحبزادہ پیر سیّد شاہ کمال کاظمی صاحب، صاحبزادہ پیر سیّد احمد کمال کاظمی صاحب اور صاحبزادہ پیر سیّد حامد کمال کاظمی صاحب (نواں شہر۔ میرا مندروچھ۔ ایبٹ آباد) کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں کہ ان کی شفقتیں اب تک برقرار ہیں۔ اسی طرح صاحبزادہ پیر اظہر صاحب بکوٹ شریف کی سادات سے محبت و رغبت بھی لائق تحسین ہے۔

کراچی سے صاحبزادہ علاّمہ پیر سیّد عارف شاہ ترمذی اویسی، کی گراں قدر مشاورت پر ممنونِ احسان ہوں، دربار پیر باباؒ بونیر سوات کے سجادہ نشین حضرت علاّمہ پیر سیّد شاہ حسین ترمذی مدظلّہ، اور کالا کلے سوات سے علاّمہ سیّد عبدالاحد شاہ ترمذی کا خصوصیت سے ممنون ہوں کہ ان بزرگوں کی دعاؤں سے مشکلات میں آسانی پیدا ہوئی۔

مظفر آباد سے عزیزم سیّد فدا حسین شاہ کاظمی نے بڑی محنت سے پروف ریڈنگ میں معاونت کی۔ اور مشاورت کی فراوانی سے مستفیض فرمایا۔

صاحبزادگانِ گولڑہ شریف کی بالواسطہ مشاورت ہمقدم رہی، پیر صاحب موہڑہ شریف (مری)، پیر صاحب دیول شریف (مری)، صاحبزادگان سوراسی شریف (مری)، صاحبزادگان نیریاں شریف، صاحبزادگان کیاں شریف (نیلم ویلی۔ مظفر آباد) صاحبزادہ محمد حنیف صاحب (ڈوبہ شریف مظفر آباد) اور صاحبزادگان بنی حافظ شریف (مظفر آباد) نے تائید و نصرت کے لیے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ علاّمہ صاحبزادہ عبدالظاہر شاہ مدظلّہ، (شنئی بالا۔ ڈوڈیال مانسہرہ) کی قد آور روحانی شخصیت بھی کتاب کی طباعت کے لیے دست بہ دُعا رہی۔

"تعظیم الاشراف" کے اس ایڈیشن کی طباعت کے لیے وکلاً برادری سے شیخ عبدالعزیز، چوہدری محمد ابراہیم ضیاء (وائس چیئرمین بارکونسل آزاد کشمیر)، نذیر حسین شاہ کاظمی، ممتاز نقوی، سیّد ارشد گیلانی، طیّب گیلانی، راجہ گل مجید خان (ایڈووکیٹ جنرل آزاد کشمیر)، سید اعجاز علی (اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل)، وقار کاظمی، سیّد مشتاق گیلانی، سیّد آزاد حسین نقوی، سیّد شاہد بہار، نیاز گیلانی، امجد علی شاہ بھاکری، سید شفقت حسین شاہ گردیزی، مہر علی شاہ بخاری، عاصم گیلانی، سروش گیلانی، کفایت حسین گیلانی، ناصر مسعود، عامرہ بتول، شازیہ ملک، شجاعت علی گیلانی، شیر زمان اعوان، زاہد اکرم، راجہ خالد، راجہ ندیم احسان، صداقت حسین راجہ، آصف بشیر، راجہ ریاض، محمد آصف تُرک، لکھی زمان، سیّدہ شہناز، انیس گیلانی اور شوکت اعوان (سیکرٹری بارکونسل) نے حوصلہ افزائی سے نوازا۔

علامہ مفتی سیّد کفایت حسین نقوی مدظلہ (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر)، علامہ مفتی حبیب الرحمٰن شاہ بخاری مدظلہ، مفتی عبدلعزیز عباسی (ریٹائرڈ ضلع قاضی مظفر آباد) مفتی وقار احمد (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل آزاد کشمیر)، جناب محمد حنیف اعوان (ممبر قانون ساز اسمبلی آزاد کشمیر)، جناب گلزمان قاصد اعوان (مظفر آباد)، برادر مکرم سیّد شبیر حسین شاہ بخاری (کردلہ مظفر آباد)، میجر ریٹائرڈ سیّد بشیر حسین شاہ کاظمی، برادر مکرم سیّد علی شاہ بخاری (شوکت لائن مظفر آباد)، عزیزم سید سرفراز حسین نقوی، سیّد منظور حسین شاہ (پیروکار جنگلات)، سیّد آفاق حسین شاہ (پریس سیکرٹری وزیراعظم آزاد کشمیر)، سیّد امین شاہ کاظمی، سیّد یٰسین شاہ کاظمی (گہل جبڑا)، جناب سیّد یوسف شاہ کاظمی (چناری مظفر آباد) نے میری حوصلہ افزائی فرمائی جس کے لیے شکر گزار ہوں۔

مظفرآباد سے جناب سیّد اولاد علی شاہ گیلانی مدظلّہ (سابق ناظم خوراک)، جناب سید نثار الحسن گیلانی (سابق میئر بلدیہ اعلیٰ مظفرآباد) جناب سیّد مرتضٰے علی گیلانی (وزیر جنگلات حکومت آزاد کشمیر)، سیّد تنویر الحسن گیلانی (ایڈمنسٹریٹر میونسپل کارپوریشن مظفرآباد) اور جناب سیّد ریاض گیلانی (امبور مظفرآباد) کی محبتیں شامل حال رہیں۔

سیّد لطیف حسین کاظمی (نالی مظفرآباد)، صداقت حسین عسکری ترمذی (تاہٹہ۔ بالا کوٹ)، صابر حسین نقوی (پلیٹ مظفرآباد)، عشرت رضا غازی، وارث امام، سید اقبال مجذوبی غضنفر کاظمی، ذوالقرنین کاظمی، شوکت علی، مجتبٰی علی، سرکار امام، علی مراد، سبطین علی، حسنات علی، تابش امام، ریاض حسین گلشن، یاور امام، سیّدہ گل بہار، سیّدہ جمشید کاظمی، نبیلہ، سنجیدہ، الماس، قرۃ العین، راحت العین، نور العین، ارم، فہمیدہ، فوزیہ، نگارش، نرجس، ہادیہ، نازنین، فائیزہ، دانش بتول، عروج اور روضاب فاطمہ کی "تعظیم الاشراف" سے دلچسپی پر دُعا گو ہوں۔

اگر آپ کو "تعظیم الاشراف" کی طرزِ نگارش یا کوئی اور اسلوب پسند آئے تو علامہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت فرمادیں۔

فقیر بے گلیم

حضور امام کاظمی

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مقدمہ

برصغیر کی نابغۂ روزگار اور معروف علمی شخصیت علامہ سیّد غلام حسن شاہ کاظمیؒ نے "تعظیم الاشراف" کفو کے موضوع پر تصنیف فرمائی ہے جس میں سیّدہ کے غیر کفو میں نکاح سے متعلق امور زیر بحث لائے ہیں۔ اس موضوع پر جواز اور عدم جواز کے دونوں پہلو ہمیشہ علماء کے پیش نظر رہے ہیں۔ ساداتِ بنی فاطمہؑ پوری دنیا میں ہیں اور واقعۂ کربلا کے بعد بلادِ عرب سے دوسرے ممالک میں ان کی ہجرت کے اسباب متعارف و معلوم ہیں۔ ساداتِ بنی فاطمہؑ جہاں کہیں بھی گئے خاندانی خصوصیات ہمیشہ ان کی شناخت رہیں۔ علم الانساب کے ماہرین نے ساداتِ بنی فاطمہؑ کی پہچان انہیں خصوصیات کو قرار دیا کہ وہ اپنی بیٹیوں کا نکاح ہمیشہ ساداتِ ہی میں کرتے تھے۔ غیر سادات ادباً و تعظیماً یہ جرأت نہ کرتے کہ سادات سے ان کی بچیوں کا رشتہ طلب کریں۔

نکاح کے لیے کفو کی تاکید جا بجا احادیث مبارکہ میں ملتی ہے۔ فقۂ حنفی میں کفو کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ کفو کی تعریف کا تعین علم الانساب کی روشنی میں ہونا ضروری ہے۔ بعض لوگوں نے کفو کی تعریف غیر مستند حوالوں سے کی ہے جو درست نہیں۔ کفو کا تعلق نسب سے ہے اور نسب میں کفو کا سلسلہ فلاں بن فلاں سے چلتا ہے۔ سورۂ اخلاص

میں کفو کی جامع تعریف موجود ہے۔ جو صاف اور واضح ہے۔ ''کفواً'' کی تشریح ''لم یلد و لم یولد'' ہے' یعنی نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا کہ اللہ کا کفو بنتا۔ تاریخ کی تمام مستند اور معروف کتب میں مختلف قبائل عرب کا جہاں بھی تذکرہ ہے وہ فلاں بن فلاں سے شروع ہوا ہے۔ کفو کی تعریف نسبی ترکیب پر ہوگی جس کا تعلق علم الانساب سے ہے۔ تمام ماہرین لسانیات اس بات پر متفق ہیں کہ علم یا کوئی دوسری کسبی خاصیّت کفو نہیں بن سکتی۔ تمام دنیا کی زبانوں کا یہ بنیادی اصول ہے کہ اہل زبان کے ہاں کسی بھی لفظ کا جو بھی لغوی یا اصطلاحی معنی لیا جاتا ہے وہی اصل معنی یا مطلب تصور ہوتا ہے کسی لفظ کا اگر کوئی معنی کسی خاص موقع پر لیا گیا ہو تو اس کا اطلاق عموم پر نہیں ہوتا۔ آج بھی اہل عرب میں کفو کی تعریف نسب کی نسبت سے ہے۔ ابن ہشام نے قریش کے نسب اور کفو کی تعریف یوں کی ہے۔

'' النضر قریش ، فمن کان من ولده فهو قرشي و من لم یکن من ولده فلیس بقرش ''

(سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۹۳ طبع مصر)

ترجمہ: نضر، قریش ہے، جو اس کی اولاد ہے وہ قریشی ہے جو ان کے ہاں پیدا نہیں ہوا وہ قریشی نہیں۔

اسی طرح کے مفہوم کے ساتھ تمام کتب تاریخ میں کفو کی تعریف وارد ہے۔ تذکرہ چونکہ نسب و کفو کا اہل بیتؑ کی نسبت سے ہے اس لیے یہ جان لینا ضروری ہے کہ آج کل اہل بیتؑ اور آلِ رسول کی نئی نئی تشریحات اور تعبیرات ہونے لگی ہیں۔ لفظ ''آل'' پر ایک نئی بحث کا آغاز کر دیا گیا ہے اور اس بات کی تشہیر کی جارہی ہے کہ آل سے مراد اولاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں بلکہ ہر متقی اور پرہیز گار شخص آل میں شامل

ہے۔ بلادِ عرب سے شائع ہونے والی ان کتب کا بغور مطالعہ کیا جائے جو اہل بیت پر لکھی گئیں تو یہ معاملہ بڑی حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ ہر لفظ کے صحیح مطالب و معانی اور اصطلاح کا درست مفہوم جاننے کے لیے اہل زبان ہی کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ عرب سے شائع ہونے والی ان کتب میں اہل بیتؑ یعنی بنی فاطمہؑ کو دو تراکیب سے لکھا گیا ہے اور آج کی جدید عربی کتب میں بھی یہ مثال موجود ہے۔ مثلاً ''اهـلِ البيـت'' اور'' آلِ البيـت ''یعنی اہل بیت ہی کو آل البیت لکھا گیا ہے۔ مراد دونوں سے ایک ہے۔ عربی مصنفین نے یہ مسئلہ بڑی آسانی سے حل کر دیا ہے۔ اس کے متعلق سعودی عرب سے چھپنے والی شیخ ابن تیمیہ ''فـضـل اهـل البيـت و حقوقهم'' اور شام'' حلب'' سے شائع ہونے والی ڈاکٹر عبدالقادر منصور کی کتاب'' آل البيـــت'' بطور تمثیل قابل توجہ ہیں۔ اس طرح کی کئی اور مثالیں بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن عابدین شامیؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف'' ردالمحتار'' معروف بہ فتاویٰ شامی میں'' آلِه '' کی تشریح یوں کی ہے'' انهـم قـرابة الـنبـى صـلـى الـلـه عـليه و آلِه وسلم الذين حرمت عليهم الصدقة'' کہ آل سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت دار ہیں اور ان پر صدقہ لینا حرام ہے۔

راقم السطور کی نظر میں سیّدہ کے غیر کفو میں نکاح کا مسئلہ صرف کفو کی فقہی بحث تک محدود نہیں۔ یہ اس مسئلہ کا ایک پہلو ہے۔ جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اس پر مختلف کتب فقہ کے حوالہ جات موجود ہیں۔ علاّمہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ سے متعلق ہر تنقیح پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ سیّدہ کے غیر کفو میں نکاح سے متعلق اہل علم میں تین قسم کے لوگ ہیں۔ جن کا نقطۂ نظر ان کی تصانیف اور فتاویٰ کی صورت میں موجود ہیں۔ ایک طبقہ سادات کے تخصص کا قائل ہی نہیں اور نہ ہی ان کے ہاں تعظیم سادات بنی فاطمہؑ کا

کوئی تصور ہے۔ ان کے نزدیک سیّدہ فاطمہ کا نکاح کسی بھی خاندان یا قبیلے کے فرد سے ہو سکتا ہے۔ دوسرے طبقہ میں وہ لوگ ہیں جو سادات بنی فاطمہؑ کے نسب کی تخصیص اور حرمت اہلِ بیت تسلیم کرتے ہیں لیکن سیّدہ کے غیر کفو میں نکاح کو جائز تصور کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ مناکحت حرام نہیں قرار دی گئی اس لیے جائز ہے۔ تیسرے وہ لوگ ہیں جو سیّدہ کے غیر کفو میں نکاح کو تعظیماً حرام سمجھتے ہیں ان کا استدلال یہ ہے کہ ایسے نکاح سے فاطمیات کی تعظیم و توقیر باقی نہیں رہتی اور فاطمیات کی قدر و منزلت یا تعظیم و توقیر نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور نسبتِ سیّدہ کائنات سلام اللہ تعالیٰ علیہا کی وجہ سے ہے۔ لہٰذا بالواسطہ سیّدہ کی اہانت، اہانتِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ہے۔ چناں چہ ایسا عمل جس کے بجالانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بے ادبی کا احتمال ہو اس کا ارتکاب حرام ہو جاتا ہے۔ اہلِ علم کے ہاں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پہلو پر اتنا زور دیا جاتا ہے کہ دوسرا کلیتاً معدوم ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات علمی بحث ایسی صورت اختیار کر لیتی ہے کہ نفوس قدسیہ کی عظمت و توقیر آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ معتبر کتب میں ایک معروف روایت موجود ہے ''**العلم حجاب الاکبر**'' کہ علم بہت بڑا پردہ ہے۔ یہ حجاب جب اہلِ علم کی آنکھوں پر پڑ جائے تو وہ ہر سوال کو فتویٰ کے ترازو پر تولتے ہیں۔ مدعیانِ علم نے عجیب عجیب گل کھلائے ہیں جب اپنی تعظیم و توقیر کا موقع آیا تو اس کے جواز میں خوب فتوے صادر کیے۔ مگر چادرِ زہراؑ کے معاملہ میں ذرا بھی حیا نہ آئی کہ خاتونِ جنت کی بیٹیاں کس احترام کی مستحق ہیں۔ علم، آگاہی اور معرفت کے لیے ہوتا ہے۔ وہ علم جس سے ادبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حصول نہ ہو وہ علم، علمِ نافع نہیں ہوتا۔ علم وسعتِ نظر پیدا کرتا ہے اور ادب بصیرت کو جلا بخشتا ہے۔ ''ملفوظاتِ مہریہ'' میں یہ وضاحت موجود ہے کہ مفتیان حضرات ایسے شخص پر کفر کا فتویٰ تو فوراً صادر کر دیتے ہیں

جو عالم کو بصیغہ تصغیر عویلم پڑھ دے (یعنی مولوی کو ملونڈا) کیونکہ اس سے علماء کی توہین ہوتی ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد و عترت جو مثل سفینۂ نوح ہیں ان کی حفاظت و حرمت کی طرف مفتیوں کی نگاہ نہیں جاتی۔ کس قدر انصاف سے دوری ہے ۔بقول اقبالؒ۔

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہراؑ

حرمتِ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض حضرات نے نسلی تعصب اور نسبی تفاخر کہہ کر غلط فہمی کا ابلاغِ عام کیا ہے۔ اور ان اکرمکم عند اللہ اتقکم کی تشریح کرتے ہوئے عزت و حرمت کا معیار صرف تقویٰ کو قرار دینا اور حرمت سادات بنی فاطمہؑ کی نفی کرنا دانستہ قرآن عظیم کے مفاہیم سے تعرض ہے۔ فضیلت اور مساوات کا آپس میں کوئی تصادم نہیں' یہ دونوں الگ الگ موضوع ہیں۔ سب مخلوق فضائل کے اعتبار سے ایک جیسی نہیں۔ یہ اصول قرآن عظیم کی آیات سے صراحتاً ثابت ہے۔ سادات بنی فاطمہؑ کے لیے فضیلت کا انکار کر کے سیّدزادیوں کے نکاح غیر سادات سے جائز قرار دینے والے واعظین نے کبھی اصول مساوات پر عمل نہیں کیا۔ اور کبھی واقعتاً ایسا امر سامنے نہیں آیا کہ کسی کاسبی نے کسی ایسے بڑے مفتی صاحب سے بیٹی کا رشتہ طلب کرنے کی جرأت کی ہو جو سیّدہ کا نکاح غیر کفو میں جائز قرار دینے کے لیے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر وعظ کرتا ہو۔ اگر کوئی عام شخص یہ جرأت کرتا تو اپنا حشر بھی دیکھ لیتا اور علماء کی تعظیم و توقیر کے اصول و دلائل دھواں دھار وعظ کی صورت میں اس کی سماعتوں سے تیر کی مانند آر پار ہوتے۔ اس دور میں سیّدہ کائناتؑ کی بیٹیاں تو زیر بحث ہیں لیکن کسی محلہ یا

علاقے کے خطیب یا دنیاوی اعتبار سے کسی بڑے آدمی کی صاحبزادی کے نکاح پر تبصرہ کرنے کا اختیار کسی کو نہیں لیکن فاطمیات اتنی مظلوم ہیں کہ جس کا جی چاہے ان کی مناکحت پر جواز کے فتوے صادر کرتا پھرے۔

علمائے دین کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ لیکن علماء، اولیاء، فقہا، صلحا، اتقیا، سب کی قدر و منزلت اور تعظیم و توقیر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبتِ غلامی قائم رکھنے کے سبب ہے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کا یہ مرتبہ ہے تو آپؐ کے اہل بیتؑ کی کیا شان ہوگی؟ واعظین و خطباء میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اولادِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و توقیر کا بڑی بے باکی سے چرچا کیا ہے۔ حرفِ شکایت ان کے لیے ہے جو اپنی تعظیم و توقیر کو تو دین کی تعظیم و توقیر قرار دیتے ہیں لیکن ساداتِ بنی فاطمہؑ کی تعظیم و توقیر کو تعظیم رسولؐ تصور نہیں کرتے۔

تعظیم و تکریم اور حرمتِ بنی فاطمہؑ پر ہمیشہ تیروں کی برسات رہی، کبھی کمان، کبھی زبان، کبھی فتووں اور کبھی قلم کے تیر آزمائے گئے۔ واقعہ کربلا کے رونما ہونے سے پہلے ایک مخصوص ماحول پیدا کیا گیا۔ لوگوں کے دلوں سے عظمت خاندانِ رسول محو کرنے کے لیے محراب و منبر استعمال کیے گئے۔ منبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی مقدس جگہ پر بدتمیزی، بداخلاقی، بدکلامی اور سب و شتم کا منظر چشم عالم نے دیکھا جس پر تاریخ کے اوراق گواہ ہیں۔ عظیم محدث علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' اور ان کی دیگر کتب میں بہیمانہ سیاہ کاری کی تفصیل موجود ہے کہ آلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کم و بیش نوے (90) سال تک محراب و منبر سے دُشنام طرازی کا ہدف بنایا گیا۔ یہ عمل جمعہ و عیدین کے خطبوں میں ہوتا رہا۔ توہین آلِ بیتؑ کا درس دیا جاتا رہا۔ جو کوئی خطبہ جمعہ میں امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ذاتِ اقدس پر سب و شتم کرنے میں نرمی

سے کام لیتا تو اُسے طلب کر کے تنبیہہ کی جاتی تھی۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلمہ پڑھنے والوں نے نبیؐ کے لاڈلے اور آغوشِ نبوّتؐ میں پلنے والے امامِ عالیمقام کا سرِ اقدس نیزے پہ چڑھا کر بازاروں کا گشت کیا۔

مفتیان حضرات فتویٰ صادر فرماتے وقت سیّدہ کائناتؑ کی نسبت کا پاس اور احترام ملحوظ خاطر رکھیں تو انہیں یہ احساس ہو کہ فاطمیہ سیّدہ کو زوجہ بنا کر اس کے ادب و تعظیم کو کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ دین میں بے شمار جائز کام بھی احتمالِ بے ادبی کی وجہ سے متروک ہو جاتے ہیں۔ ایسے جائز عوامل ترک کرنا عین شریعت بن جاتا ہے جن کے بجا لانے سے ادب و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو، اسی لیے فقہائے احناف کے ہاں احتیاط پر فتویٰ افضل ہے نہ کہ جواز پر اور یہی احتیاطی پہلو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنایا۔ اور ایسے امور کو ترک کر دیا جن سے بے ادبی کا موہوم سا احتمال بھی تھا۔ ہر وہ عمل شعار بنایا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا پہلو نکلتا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اولیاء اللہ، سلف صالحین اور جملہ اکابرین نے اپنی زندگیوں میں ادب و تعظیم کو سب اعمال پر فوقیت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت والی ہر چیز کو محترم سمجھا، بزرگان دین نے ادب کے ذریعے ہی روحانیت کی منازل طے کیں اور اللہ کے ہاں مقبولیت کا اعزاز پایا۔ ان سب اولیاء اللہ نے اپنے عمل اور تقریر و تحریر کے ذریعے ثابت کیا کہ سیّدہ فاطمیہ سے غیر سیّد کا نکاح بے ادبی اور توہین پر منتج ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ سیّدہ کو زوجہ بنا کر ادب و تعظیم کا تصور بھی محال ہے۔ دین اسلام صرف فتووں پر منحصر نہیں۔ دین تو ایمان سے ہے اور ایمان کا انحصار تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ کی روح شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ جس طرح کہ سورۃ حج کی آیہ کریمہ ہے" و من یعظم شعائر

سے کام لیتا تو اُسے طلب کر کے تنبیہہ کی جاتی تھی۔ اس تربیت کا نتیجہ یہ نکلا کہ کلمہ پڑھنے والوں نے نبیؐ کے لاڈلے اور آغوشِ نبوتؐ میں پلنے والے امامِ عالیمقام کا سرِ اقدس نیزے پہ چڑھا کر بازاروں کا گشت کیا۔

مفتیان حضرات فتویٰ صادر فرماتے وقت سیّدہ کائناتؑ کی نسبت کا پاس اور احترام ملحوظ خاطر رکھیں تو انہیں یہ احساس ہو کہ فاطمیہ سیّدہ کو زوجہ بنا کر اس کے ادب و تعظیم کو کیسے برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ دین میں بے شمار جائز کام بھی احتمالِ بے ادبی کی وجہ سے متروک ہو جاتے ہیں۔ ایسے جائز عوامل ترک کرنا عین شریعت بن جاتا ہے جن کے بجا لانے سے ادب و تعظیمِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حرف آتا ہو، اسی لیے فقہائے احناف کے ہاں احتیاط پر فتویٰ افضل ہے نہ کہ جواز پر اور یہی احتیاطی پہلو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اپنایا۔ اور ایسے امور کو ترک کر دیا جن سے بے ادبی کا موہوم سا احتمال بھی تھا۔ ہر وہ عمل شعار بنایا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا پہلو نکلتا تھا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اولیاء اللہ، سلف صالحین اور جملہ اکابرین نے اپنی زندگیوں میں ادب و تعظیم کو سب اعمال پر فوقیت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت والی ہر چیز کو محترم سمجھا، بزرگان دین نے ادب کے ذریعے ہی روحانیت کی منازل طے کیں اور اللہ کے ہاں مقبولیت کا اعزاز پایا۔ ان سب اولیاء اللہ نے اپنے عمل اور تقریر و تحریر کے ذریعے ثابت کیا کہ سیّدہ فاطمیہ سے غیر سیّد کا نکاح بے ادبی اور توہین پر منتج ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ سیّدہ کو زوجہ بنا کر ادب و تعظیم کا تصور بھی محال ہے۔ دین اسلام صرف فتووں پر منحصر نہیں۔ دین تو ایمان سے ہے اور ایمان کا انحصار تقویٰ پر ہے۔ تقویٰ کی روح شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ جس طرح کہ سورۃ حج کی آیہ کریمہ ہے ”و من یعظم شعائر

اللّٰـه فا نها من تقوی القلوب ''۔ عظیم محدّث اور فقیہ حضرت امام نووی الشافعیؒ نے حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب ''ریاض الصالحینؒ'' میں ایک باب قائم کیا ہے۔ ''اکرام اھل بیت رسول اللـه صلي الله عليه و آله وسلم و بيانِ فضلهم ''جس میں انہوں نے اس آیت کے تحت اہل بیت کی تعظیم کو شعائر اللہ کی تعظیم قرار دیا ہے۔ یہ امام نووی کا عقیدہ ہے۔ تقویٰ کا اعلیٰ مقام تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پاسداری ہے اور تقویٰ کا مقصود ایمان ہے۔ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اہل بیتؑ کی تعظیم سے ہے۔ یہ ترتیب خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقرر فرمائی ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ، وحضرات حسنینؑ اور سیّدہ کائناتؑ ان پانچ نفوس قدسیہ کے متعلق الگ الگ احادیث صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث میں کثرت کے ساتھ موجود ہیں اور ایک ہی طرح کے مفہوم کے ساتھ یہ روایات آئی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ ''جو ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا''۔ یہ اعلان اس زبان مبارک سے ہے جس کے متعلق قرآن اعلان کرتا ہے '' و ما ینطق عن الھویٰ'' کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے۔ یہ قانون اور قاعدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقرر فرمایا ہے۔ اہل بیتؑ کی تعظیم کو اپنی تعظیم اور ان کی ایذاء کو اپنی ایذاء قرار دے کر قیامت تک اہلِ ایمان کو حرمتِ اہل بیتؑ کا درس دے دیا ہے۔ اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے علمائے دین نے سیّدہ کا غیر سیّد سے نکاح تعظیماً منع کر دیا۔ یہ اٹل حقیقت ہے کہ بنی فاطمہؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب ہیں ان کی تعظیم میں نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کارفرما ہے۔ جب کوئی نظریہ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسوب ہو جائے تو پھر اس کے خلاف دلائل دینا کسی ایسے شخص کو زیب نہیں دیتا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اُمّتی ہونے کا دعوے دار ہو۔ مجددِ اسلام سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ نے

فتاویٰ مہریہ میں آیۂ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجراً الّا المودة فی القربٰی سے استدلال اس لیے فرمایا کہ تمام امورِ نبوتؐ ورسالت کا مقصود امّت کو دولت ِایمان سے آراستہ کرنا اور پھر اس کی حفاظت کرنا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے قرابت داروں کے متعلق محبت ومودّت کی صورت میں اجر طلب کرنا حفاظتِ ایمان کا حتمی اور فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ سیّدہ کائناتؑ کو جو نسبت اپنے والدِ گرامی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے، پوری کائنات میں یہ اعزاز کسی اور کو حاصل نہیں۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد سب سے زیادہ لائقِ تعظیم سیّدہ فاطمہؑ کی ذاتِ گرامی ہے۔ ان کی حرمت سیّدہ فاطمہؑ کی نسبت سے ہے۔ اس حقیقت سے صرفِ نظر ایمان کے لیے شدید خطرہ ہے۔ مسلم شریف اور بخاری شریف میں یہ متفق علیہ روایت موجود ہے کہ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا "ارقبوا محمدا فی اھلبیتہ"

بخاری شریف کتاب فضائل اصحاب النبیؐ ص ۳۰۳ طبع الریاض سعودی عرب۔

تین چار الفاظ پر مشتمل اس جملہ میں قیامت تک بنی فاطمہؑ کی تعظیم وتوقیر کے لیے ایک رہنما اصول متعارف ہوا ہے۔ قرآن عظیم میں صراحتاً ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہ اختیار تمام مسلمان مردوں کو اللہ نے دیا ہے، ایک جائز عمل ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سیّدہ فاطمہؑ کی موجودگی میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے دوسرا نکاح ممنوع قرار دیا۔ حدیث پاک ہے۔

ان المسور بن مخرمة انه سمع رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم علی المنبر و هو یقول ان بنی هشام بن المغیرة استاذ نونی ان ینکحوا بنتهم علی ابن ابی طالب، فلا آذن لهم، ثم لا آذن لهم، ثم لا آذن لهم

وقال ' فانما فاطمة النبی بضعة منی یر یبنی ما ارابها و یؤ ذینی ما اذا ها.

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ۔ باب من فضائل فاطمہ بنت النبیؑ ص ۱۰۸ اطبع الریاض سعودی عرب)

ترجمہ: حضرت مسور بن مخرمہ نے یہ بات سنائی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے کرنا چاہا اور مجھ سے اجازت مانگی' میں ان کو اجازت نہیں دیتا' پھر ان کو اجازت نہیں دیتا' پھر ان کو اجازت نہیں دیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ فاطمہؑ میرے جسم کا حصہ ہے اسکی پریشانی مجھے پریشان کرتی ہے۔ اس کی تکلیف سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

یہ روایت مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی اور سنن الکبریٰ کے علاوہ کئی دیگر معتبر کتبِ حدیث میں موجود ہے۔ اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتویٰ کے لیے ایک اصول فراہم کر دیا کہ فتویٰ دیتے وقت کسی جائز عمل کے لیے بھی یہ احتیاط کی جائے کہ اس سے رسولؐ وآلِ رسولؐ کی ایذا یا دل آزاری تو نہیں ہوگی یا ادب و تعظیم میں فرق تو نہیں پڑے گا۔ اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بار بار فرمایا " **لا آذن لهم** " (میں اجازت نہیں دیتا) کتنی تاکید اور تنبیہ آپ کے اس کلام میں پائی جاتی ہے۔ مسلم شریف میں سلیمان بن بردہ سے روایت ہے کہ " **قال رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم حرمة نساء المجاهدين على القاعدين كحرمة امهاتهم**"

(صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب حرمۃ نساء المجاہدین واثم من خانھم فیھن طبع الریاض سعودی عرب)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جہاد کرنے والے مجاہدین کی عورتوں کی حرمت قاعدین (جو لوگ پیچھے گھروں میں رہ گئے ہیں) پر اس طرح ہے جس طرح ان کی ماؤں کی حرمت ہے۔

اس حدیث پاک میں سبب حرمت جہاد کرنے والوں کی تعظیم ہے اور دیگر

لوگوں کے لیے مجاہدین کی عورتوں کی حرمت ماؤں کی طرح ہونا تعظیماً ہے۔ کیونکہ ماں سے نکاح ممکن نہیں ہوتا اور لفظ ماں میں ایک عجیب احترام وعزت ہے۔ کسی عورت کو ماں کی حیثیت سے دیکھنا حد درجہ احترام وادب کی علامت ہوتا ہے۔ سلف صالحین اسی لیے سیّد زادیوں کو ادباً وتعظیماً ماؤں جیسی عزت دیتے تھے اور اس روش کے پیروکار اس سنت طاہرہ پر آج بھی قائم ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی کی کتاب ''**الاستجلاب ارتقاء الغرف بحب اقرباء الرسول ذوی الشرف**'' صفحہ ۱۵۲۔۱۵۱ طبع الریاض سعودی عرب میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ حضرت سیدنا علیؑ کی ایک بیٹی سیدہ فاطمہؒ نے فرمایا کہ وہ کسی کام سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئیں اس وقت وہ مدینہ کے گورنر تھے' انہوں نے سیدہ کے پردہ' احترام اور عزت کی خاطر تمام لوگوں کو باہر نکال دیا اور عرض کیا **یا ابنة علیّ و اللہ ما علی ظهر الارض اهل بیت احب الی منکم و لانتم احب الی من اهل بیتی.**

(اے علیؑ کی بیٹی اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی خاندان آپ کے خاندان سے زیادہ میرے لیے لائق تعظیم نہیں اور میرے گھر والوں سے زیادہ آپ عزیز ہیں)۔

علامہ کاظمی علیہ الرحمۃ نے زیر نظر کتاب میں اولاد سیّدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ادب وتعظیم کے بارے میں بزرگان دین کے طرز عمل کو منتخب کیا ہے۔ موضوعات کے انتخاب میں محققانہ روش اپنائی ہے اور اس موضوع پر اب تک لکھی گئی تمام کتابوں سے منفرد طرزِ استدلال اختیار کیا ہے۔ شعوب وقبائل اور تعظیم وتکریم کا علمی پہلو سے جائزہ لیا گیا ہے۔ قرآنی مفاہیم عربی زبان کے مخصوص آھنگ میں پیش کرنے کے لیے سطحی انداز تخاطب سے صرفِ نظر کر کے عالمانہ طرزِ نگارش سے کام لیا ہے۔ ندرتِ خیال کے جو

اَسالیب زیرِنظر کتاب میں دستیاب ہیں ان سے علاّمہ مرحوم کے علمی مقام کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے استدلال کو مستند حوالوں سے کس طرح پیش کرتے ہیں اور پھر زورِ بیان ایسا کہ ناپیدا مثال ہے۔

علامہ مرحوم نے قرآن حکیم کی معنوی تحریف کرنے والوں کا محاکمہ کیا ہے اور فرقہ واریت بالخصوص سنی شیعہ مکتبۂ فکر میں پائے جانے والے فروعی اختلافات کی خلیج کو بڑے سلیقے سے کم کرنے کی سعی جمیل کی ہے۔اشعب وقبیلہ، تکریم وتعظیم اور تقویٰ کے حقیقی مفاہیم کو موثر اور نا قابل تردید حوالوں سے بصیرت افروز پیرایہ میں پیش کیا ہے ۔اور حق یہ ہے کہ اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ محمد وآلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے اس دینی نصب العین کو روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔آمین

سید مجاہد حسین کاظمی

ایبٹ آباد

سلامٌ علیٰ آلِ طٰہٰؑ ویٰسؑ سلامٌ علیٰ آلِ خیرُ النبیّنؐ

(جامیؒ)

گزارش احوالِ واقعی

یہ کتاب میرے مسوّدہ کے مطابق تین جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد حاضر خدمت ہے۔ یہ مجلّدات کوئی چار سو کتب مصادر کی مرہونِ منّت ہیں۔ جن میں میرے مخاطب اصلاً ومعناً حسنی وحسینی ساداتِ کرام ہیں۔ انہی کی چاکری وخدمت گزاری اوراعزاز واحترام کی برقراری کے علاوہ امت کی فکری خیر خواہی کے لیے جو کچھ بھی بہتر جانا لکھا ہے۔ یہ کاوش اولادِ حسنؑ اوراولادِ حسینؑ کے لیے روارکھی گئی ہے۔

بالفاظِ دیگر ساداتِ کرام کی خودشناسی اورخودآگاہی کے لیےایک ادنیٰ سی کوشش ہے۔نیک نیتی، اخلاص مندی اور دیانت داری سے علمی، مذہبی اور تحقیقی طور پر کوئی سنجیدہ سوال درپیش آجائے تو اس پرغور کیا جائے گا۔کوئی غیر متعصب، باضمیر اورعلم وفن سے آراستہ شخص تعمیری نوعیت کی بات کہے تو اس پرغوروتامل سے انکارنہیں۔اصولی، تعمیری، دینی اور تحقیقی نوعیت کی تجاویز سامنے آگئیں توانہیں قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ مجادلے، مناظرے، مکابرے اورمکافرے اصلاًاس کتاب کے موضوع سے خارج ہیں۔اس کے ساتھ ہی میں ذاتی طورپراپنی کم علمی اورذہنی بے مائیگی کابہ ہرحال معترف ہوں۔میں دیکھتاہوں کہ علم وفن سے تہی دامن علماءاورعقل وشعور سے محروم دانشور کیسی کیسی ناشائستہ حرکات کاارتکاب کررہے ہیں۔اکثر اعتراضات اورغلط فہمیاں جوصدیوں سے چلی آرہی ہیں۔آج بھی برقرار ہیں۔کسی حدتک میں بھی ان سے واقف ہوں۔

اے شیخ شیخیاں نہ بگھار اپنے زُھد کی
تھوڑے سے ہم بھی ہیں تیرے جُبّے کے رازدار

ہر دور میں صرف چند بر خود غلط لوگ اہل بیتِ کرامؑ کی جلی کم اور خفی زیادہ مخالفت کرتے رہے ہیں - مرتکبِ توہین ہوکر " کرد کہ نہ یافت " کے سزاوار ٹھہرے ہیں ۔ رہ گئی ملتِ اسلام تو وہ اہلِ بیتِ کرامؑ اوران کی آل واولاد کے لئے دیدہ ودل فرش راہ کیے رہی ہے۔ ملتِ اسلام کے مقررہ آداب واوضاع اور شرائط وحدود سے جو لوگ الگ ہوکر اہل بیت کرامؑ کی عزت وحُرمت پر دست درازی کے مرتکب ہوئے ہیں ان پر ایک ماہرِ نفسیات شاعر نے یوں طبع آزمائی کی ہے ۔

پروانہ ازاں سوخت کہ با شمع در اُفتاد
باسوختگاں ہر کہ دَر افتاد بر اُفتاد
پس تجربہ کردیم دریں دیرِ مکافات
بہَ آلِ نبیؐ ہر کہ دَر اُفتاد برَ اُفتاد

بعض کارواں سراؤں میں ایسے گم کردہ راہ قافلے اُترے ہوئے ہیں کہ قافلہ سالار انہیں بھول گئے ہیں اور وہ ان کی تلاش میں محوِ انتظار ہیں۔ قافلے کی متاعِ گراں مایہ پگھلی جارہی ہے ۔

یخ فروشم در تموزِ کلبہ دور از چارسوست　　　می رَوَد سرمایہ از کف تا خریدارے رَسد

امیر ابنِ یمینؔ ایک اور قیامت جگا گئے ہیں ۔

دریغ ابنِ یمینؔ جائے کہ آنجا
دو صد دانا بہ نادانے نہ ارزد

پسند وناپسند، خوب وناخوب اور رَدّ و قبول، نظریات کے علاوہ معمولات میں بھی پیش نہاد ہوجاتے ہیں۔ ان کا انحصار طبیعت کا خاصہ اور اعتقاد کا جذب ہوتا ہے۔ طبیعت واعتقاد

میں جب ہم آہنگی آجاتی ہے تو پسندیدہ، ناپسندیدہ، خوب، ناخوب اور جو مردود ہو وہ مقبول ہو کر جسم وروح کی خوراک بن جاتا ہے، یہ کہاں ضروری ہے کہ کسی کی پسند کسی اور کو بھی پسند ہو، جو بات ایک دماغ میں خوب ہے وہ دوسرے دماغ میں ناخوب ہے۔ جسے کوئی مردود ٹھہراتا ہے دوسرا مقبول بناتا ہے، جسے حارث سندِ جواز بخشتا ہے اسے زید بہ ہر پہلو عدمِ جواز کی مسند پر بٹھاتا ہے۔

اے آنکہ خوبِ ماشناسی زخوب و زِشت
ہم ردّ و ہم قبولِ تو فارغ نشستہ ایم

قدرت ومشیت کی اعجاز نمائیاں اور کتاب وسنت کی کارفرمائیاں خاطر نشین ہو جائیں، ذوقِ سلیم کی نعمت اور اطمینانِ قلب کی دولت یاوری کرے، آدمی کتاب وسنت یا کتاب وعترت کی مرضی میں گم ہو جائے اور اپنی خواہشات اور مرضی سے دست بردار ہو جائے تو پھر نورِ نبوتؐ کی درخشانی دستگیری کرتی ہے۔ رسالت سراجاً منیرا کی جلوہ گاہ نظر آتی ہے اور اہل بیتِ رسالتؑ یا آئمہ ہدایتؑ کا نور جلوہ آراء ہو جاتا ہے۔ کائنات کے بحرِ ظلمات میں آئمہ عترت وہدایتؑ کے ماہتاب کی چاندنی بکھرتی ہے۔ آئمہ ضلالت کی نحوست بھاگتی ہے۔ انسانیتِ کبریٰ کا سفینۂ حیات ساحلِ مراد وکامرانی سے ہمکنار ہو پاتا ہے اور عروسِ آدمیت سامنے آجاتی ہے۔

کتابِ ہفت ملّت گر بخواند آدمی عامی ست
نخواند تا زِ جزوِ آدمیّت داستانے را

قرآنِ کریم کے ایک خاص حصہ کی شرح وبیان میں لوگوں نے اپنی خواہشات سے

کام لیا اور اسے آلودہ کر دیا۔ اس طرح فسادِ فکر، فسادِ نظر اور فسادِ قلب کو باریابی ملی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سنتِ پاک، احادیث پاک، صحابہ کرام، تابعین و تبع تابعین کے نام سے روایات گھڑی گئیں، تراشی گئیں اور اختراع کی گئیں پھر انہیں شائع کیا گیا۔ ایسا کرنے کی وجوہ اظہر من الشمس ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حجاب فرمائی کے بعد تقریباً تیس برس تک اسلامی ریاست اور حکومت برقرار رہی اور پھر اسلامی ریاست مسلمانی ریاست وحکومت میں بدل گئی۔ اس طرح قرآنی اور نبوی اسلامیات کامل طور پر کسی بھی مسلمان ملک میں باریاب نہ ہوسکی اور نہ آج کسی مسلمان ملک میں باریاب ہے۔ چند اوضاع و مراسم کو اسلامیات سے تعبیر کرنا حقیقتِ حال سے فرار ہے اور یہ فرار صدیوں سے رواں دواں ہے پھر وہ دور آیا کہ لوگوں اور خصوصاً کارفرما اور اقتدار دوست لوگوں کے دل و دماغ میں ہم آہنگی نہ رہی۔ دماغ کہیں جا الجھا اور دل کہیں جا اٹکا، تجربات شاہد ہیں کہ اقتدار سے دل و دماغ میں ہم آہنگی برقرار نہیں رہتی۔ اقتدارِ ناہنجار کا خاصہ ہی یہ ہے کہ وہ اسلامیات کا درس تو دیتا ہے مگر اپنے اوپر اسلامیات کو وارد نہیں کرتا۔ چناں چہ اسلامی ریاست پہلی صدی ہجری پوری کرنے سے پہلے ہی کتاب وسنت کی منہاج سے ہٹ گئی۔

صراطِ مستقیم کا جو رُخ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعین فرما دیا تھا اس سے وہ دوسرے رخ پر چل نکلی اور آج تک دوسرے رخ پر جارہی ہے۔ تفسیریں لکھی گئیں، احادیث کے مجموعے مرتب کیے گئے، فقہ واجتہاد پر مشتمل مجلدات موجود ہیں۔ مفسرین، محدثین، مجتہدین اور فقہائے کرام کی محنتیں، کاوشیں اور جاں گدازیاں اتنی ہیں کہ یہ امت ان کے احسانات سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ ان کا جس قدر بھی بارِ احسان تسلیم کیا جائے کم ہے، اگرچہ احسان فراموشی ہوتی رہی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے۔ امہات المومنینؓ، اہلِ بیتِ کرام علیہم السلام اور سادات کرام کے مسائل، حقوق اور معاملات کے علاوہ ان کی تفسیرات وتعبیرات میں گوناگوں الجھاؤ

پیدا کیے گئے۔ سرکار دربار سے وابستہ لوگوں نے دانستہ اور شاہی درباروں سے باہر کے لوگوں نے کچھ دانستہ اور کچھ نادانستہ ایسی حرکات کیں، ایسے کلمات کہے، ایسے ملفوظات چھوڑے اور ایسی تحریری روایات برپا کیں کہ وہ آلِ محمد علیہم السّلام، اور اولادِ بنو فاطمہؑ کے احوال کے سرتا سر خلاف اور ناروا تھیں۔ حضرت علی علیہ السّلام، حضرت بتول سلام اللہ علیہا اور حضرات آئمہ اہل بیتؑ سے متعلق کئی روایات توہین و ہتک پر مبنی اختراع کی گئیں۔ کچھ لوگ ایک سانس میں توحید کی منادی کرتے رہے اور دوسری سانس میں توحیدِ ربّانی کی منادی کرنے والے اہلِ بیت کرام علیہم السّلام کی تقریری اور تحریری توہین کرتے رہے۔ خوفِ خدا سے بے نیاز ہوا کیے اور سرکار رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حیا بھی ترک کر بیٹھے۔

خوفِ خدائے پاک دلوں سے نکل گیا
آنکھوں سے حیا سرورِؐ کون و مکاں گئی

برصغیر پاک و ہند میں انبیائے کرام علیہم السّلام کا تقابلی و تنقیدی مطالعہ کرتے وقت اور مذاہبِ عالم کا جائزہ لیتے ہوئے دعوۃ وارشاد کے علمبرداروں اور مذہبِ اسلام کے پاسداروں نے دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کو اتنی گالیاں دیں کہ ان کا حساب و کتاب حد و شمار سے باہر ہو گیا۔

رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُنیوی حیاتِ بابرکات میں متفرق خیالات کے لوگ سرزمین عرب و حجاز میں موجود تھے۔ ایک گروہ دل و جان سے آپ کے ساتھ تھا۔ دوسرا گروہ سرتاپا آپ کے خلاف تھا۔ تیسرا گروہ منافقین کا تھا کہ ادھر بھی موجود، ادھر بھی حاضر۔ چوتھا گروہ تماشائی تھا اور اس حیثیت میں تھا کہ جو فریق کامیاب ہوا اپنے مفادات اس سے وابستہ کر لیں گے۔ ہم کیوں لڑیں اور جانیں گنوائیں۔ ابن الوقتی، مفاد پرستی اور موقعہ شناسی ان کی گھٹی میں

تھی۔ جب ''انا فتحنا لك فتحا مبينا '' کا آسمانوں اور زمینوں میں غلغلہ بلند ہوا اور ''يدخلون في دين الله افواجاً '' کا سماں بندھ گیا تو ''یاایھاالذین امنو صلّو علیه وسلموا تسلیما'' کے نغمات نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور عرش و فرش کو آغوش رحمت میں لے لیا۔ تو دوسرے، تیسرے اور چوتھے گروہ نے نئے حالات کے مطابق اپنی حکمت عملی طے کر لی۔

اللهم صل علے محمد و آل محمد و بارك وسلّم.

اس ذاتِ والا صفات پر بذات خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے مسرّت و ابتہاج کے ڈونگرے برسا رہے ہیں تو کائنات میں جو ایماندار ہیں وہ درود و صلوٰۃ میں از خود رفتہ ہو جائیں اور اسے اپنی روح و جسم میں تسلیمات جان لیں تو یہی سلامتی کائنات کی ضمانت اور یہی ایمان کی علامت ہے۔ ولو کرہ الکافرون۔

سرکار والا مدار علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور داماد باب مدینۃ العلم علی المرتضیٰؑ کی نسبت زبانِ نبوتؐ نے فیصلہ فرمادیا۔ "لَحْمُكَ لَحمِي و دَمُكَ دَمي و جِسمُكَ جِسمِي"

(ترجمہ) تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے اور تمہارا جسم میرا جسم ہے۔

سیّدۃ النساء العٰلمین فاطمۃ الزہرا بتول سلامُ اللہ علیہا کی نسبت اعلانِ عام کیا کہ

"الفاطمة بضعة مني " لخت جگر نور چشم یا نور العین کی بجائے لسانِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے "الفاطمة بضعة مني" کہا ہے۔ یعنی فرمایا فاطمہ سلام اللہ علیہا میرا ٹکڑا ہے، جگر کا ٹکڑا نہیں کہا، میرا ٹکڑا کہا ہے یعنی میرے جسم کا حصہ ہے۔

کیا جسم پاک کے اس حصہ کو کسی کی مجال ہے کہ الگ تھلگ ٹھہرادے؟ صلوا علیه و آله۔

حسنین علیہم السلام کو اپنے بیٹے کہا۔ لفظاً و معناً وہ اولاد کے حکم میں ہیں۔ کرۂ ارض پر آباد لوگوں

میں حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کسی بھی شخص کے باپ نہ تھے۔"ابا احد من الرجا لکم"
حقیقتاً وہ کسی کے باپ نہ تھے۔ مگر اراکین بیت نبوتؑ کے باپ تھے۔ اس حقیقتِ حال پر خفا ہونا
صاف صاف اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے معارضہ ومجادلہ ہے۔ اب یہ
لوگوں کی مرضی ہے کہ جدل وانکار کے راستہ پر چلیں یا صلوٰۃ وسلام کی صراطِ مستقیم اپنائیں۔

علی المرتضیٰ علیہ السلام، فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا، حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور
حسین علیہ السلام شہیدِ کربلا۔ یہ چاروں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم پاک سے ہیں۔ اس
لئے انہیں "پنجتن پاک" سمجھا جاتا ہے۔ کتابِ الٰہی، رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، احادیث نبویؐ اور
مدارسِ فقہ واجتہاد کے تمام اجزاء پنجتنِ پاک علیہم السلام کے وجود وشہود، اعزاز واحترام اور حسن
وجمال کے مجوّز ومؤیّد ہیں۔ ملتِ اسلام کی اکثریت میں ایک معمولی اقلیت چلی آئی ہے جو
آلِ محمدؐ کے نقائص تلاش کرتی رہی مگر ہمیشہ منہ کی کھاتی رہی۔ علی المرتضیٰ علیہ السلام کی
ذوالفقار کا فرشکار کفارِ ناہنجار کو موت کے گھاٹ اتارتی رہی۔ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے
رسومِ جاہلیت کے ساتھ ساتھ اوضاعِ شرک کو اپنی عفت وعصمت کی قوت اور طہارت ونجابت
کے زور سے اللہ کی رضا میں ملیا میٹ کیا۔ ان کے سراپا حُریت ونجابت بیٹوں نے خداداد فراست
وبصیرت، علم وحکمت سے اسلامیات کو اپنایا۔ خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی۔ کفر وشرک
اور بدعت وضلالت کا مقابلہ کیا۔ ملتِ اسلام کی خیر خواہی، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور دینِ مصطفیٰؐ
کی بقاء کے لئے اپنی جانیں قربان کردیں اور شہادتِ عظمیٰ کے تاج پہن لئے۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارك وسلم

چند آدمی اسلامیات کی بالادستی دیکھ کر حلقۂ اسلام میں آ گئے اور وہ
"مؤلفۃ القلوب" ٹھہرائے گئے۔ جہاد کے میدان میں علی المرتضیٰ علیہ السلام نے ان
کے باپ، بھائی اور رشتہ دار قتل کئے تھے۔ اس لئے حلقۂ اسلام میں رہ کر وہ علی مرتضیٰ علیہ السلام
کے سخت دشمن اور معاند تھے جو کفار قتل ہوئے وہ اُس وقت بھی ملعون تھے اور آج بھی ملعون

ہیں۔ اُن کفار کی اولادیں جذباتِ انتقام کو روبہ کار لاتی رہیں۔

جب اہلِ بیتِ کرام علیہم السلام، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم مبارک کا حصہ ہیں تو جو حُرمت و عظمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ہے وہ ان کے لئے بھی ضروری ہے۔ اہلِ بیتِ کرامؑ کا یہ طبقہ جبرائیل امین کا دوست تھا۔ وحی الٰہی جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے خاص تھی۔ یہ طبقہ وحی کا اداشناس اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مزاج دان تھا۔ قرآن کریم کی آیات اور ان کے محل نزول سے کما حقہ واقف تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حجرۂ خاص ان کا بھی حجرۂ خاص تھا، ان کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گھر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں بھی یہ اہل بیت علیہم السلام ہیں اور اپنے علیحدہ گھر میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ ان ہی کے لئے "آل" کا لفظ مخصوص ہو گیا ہے۔ ان ہی کو اولادِ رسولؐ، اولادِ نبیؐ اور عترت و ذرّیت یقین کیا جاتا ہے۔ جن لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بنی اُمیہ ۱۳۲ھ میں حکمرانی سے محروم کر کے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے غلط ہے۔ جب کہ بنی اُمیہ نسلاً و نسباً آج بھی موجود ہیں۔ اسی طرح فرقۂ خوارج کی نسبت خیال کیا گیا کہ انہیں مرتضوی عساکر نے صفین میں ختم کر ڈالا تھا۔ یہ خیال بھی سطحی اور معلومات کی خامی ہے۔ فرقۂ خارجی نہ صرف آج تک موجود ہے بلکہ ان کی ریاست بھی ہے۔ ان کی تفسیریں، دینی تعبیریں اور حدیثیں برقرار ہیں۔ ان کی فقہ اور اجتہادیات مدوّن ہیں۔ ان کے فقیہہ، محدّث، مفسّر اور متکلّم خدا کی زمین پر چلتے پھرتے اور اپنے معتقدات کے مبلّغ و داعی ہیں۔ اسی طرح فرقۂ ناصبی کہ حضرات شیخین رضی اللہ علیہم کا ستائش گر ہے۔ اس کی کتابیں، رسائل اور اجتہادات، کتب خانوں میں بار یاب ہیں۔ اس صورتِ حالات سے ظاہر ہے کہ یہ لوگ اپنے عقائد و اعمال اور اپنی مذہبی انفرادیّت میں برقرار چلے آئے ہیں، یہ نمازیں پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں، وعظ کرتے ہیں، درس دیتے ہیں، مدرسے اور دارالعلوم برپا کرتے ہیں، مسلمانوں میں مسلمان ہو

کر رہتے ہیں، انہی سے چندے لیتے ہیں اور پھر ان ہی کے عقائد و اعمال میں رخنہ اندازی کرتے ہیں۔

مؤرخینِ کرام اور دوسرے مصنفین نے ان کی نشاندہی سے غفلت نہیں برتی۔ پس بنی اُمیہ کی اولاد، فرقۂ ناصبی، فرقۂ خارجی کی اولاد و انصار، اہل مذہب و مشرب کے بالا خانے میں بیٹھ کر مسلکِ شیعہ اور مسلکِ اہل بیتؑ پر سنگ باری کریں۔ توہین و تحقیر کے تیر چلائیں اور الزام و اتہام کی باڑھ باندھ دیں تو شہرستانِ بیداد میں دادگر کہاں سے آئیں۔

حیراں ہوں دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

(غالب)

سنی مسلک اور شیعہ مسلک میں فاصلہ پہلے بھی زیادہ نہ تھا اور آج بھی زیادہ نہیں ہے۔ لیکن اولادِ مروان، فرقۂ ناصبی اور فرقۂ خارجی نے سُنّی اور شیعہ میں بُعد المشرقین پیدا کیا اور آج بھی اسی دینی خدمت گزاری اور صحابہ کرامؓ کی پاسداری کے نام سے "دین" اور "دینداری" کے لئے کام کر رہے ہیں۔ بلاشبہ فتنہ سامانی میں کامیاب ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ سیّد زادی اور حسب و نسب والی سیّد زادی غیر سیّد سے نکاحی جائے حالانکہ حسنی یا حسینی سیّد زادی کا غیر سیّد سے نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا۔ اور اتّقی پر حتماً حرام ہے۔ اگر مناکحات بطور نظائر پیش کیے جائیں تو وہ نظائر نری جاہلیت ہے۔ وہ مصنوعی، بناوٹی، پیوندی، متسید اور متسیّدہ ہیں۔ صحیح النسب والحسب سادات کے ہاں وہ باریاب ہی نہیں ہیں۔ اگر نام بنام وضاحت کروں تو اس میں خطرات و مفسدات ہیں۔ اغیار کے معائب کا بار اپنے سر پر کیوں اٹھالیا جائے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بے نقط گالیاں دی جائیں گی جاہل، نادان، بیوقوف اور

سادات کی خاندانی، موروثی اور عملی روایت ہے۔ سینکڑوں برس پر مشتمل رسم ورواج کے اعتبار سے بھی ساداتِ کرام سے اس پرکار بند و پابند ہیں اور یہ پابندی جزوِ ایمان ہے۔

جز کتاب اللہ وعترۃ زِ احمدؐ مرسل نماند
یادگارے کوتواں تا روزِ محشر داشتن

(حکیم جلیل سنائی)

☆☆☆☆☆

عظمت سادات بنی فاطمہ اور نسب کی اہمیت

سرکارِ کائنات علیہ السلام نے فرمایا تھا:

☆ لعنة الله علی الداخل النَّسَب و لعنة الله علی الخارج النَّسَب (حدیث)

(ترجمہ) جو شخص کسی کو کسی کے نسب میں داخل کرے یا اس سے خارج کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔

اس فرمانِ گرامی کی ساداتِ کرام نے ہمیشہ پابندی کی۔ مشکلات و شدائد کے باوجود اس وعید سے ڈرتے رہے اور اپنا طرزِ عمل اس کے مطابق کیے رکھا۔ کسی بھی صحیح النسب سادات کے فردِ واحد نے ادخالِ نسب اور اخراجِ نسب کو روا نہیں کیا۔ کبھی بھی سادات نے اس اصول کو ترک نہیں کیا اور کہیں بھی اس مسلک سے روگردان نہیں ہوئے۔ ظلم و جور کے ہمیشہ تقاضے ہوا کیے کہ اپنے نسب کو فراموش کر کے دوسروں میں مدغم ہو جائیں۔ حرص و آز اور طمع و لالچ نے مسلسل لوگوں کو شہ دی کہ سیادت کی مٹی پلید کریں اور سیّد کہلائیں لیکن بذاتِ خود ساداتِ کرام نے ادخال و اخراجِ نسب کا مسلک بے محل طور پر کبھی بھی اختیار نہیں کیا۔ اس کی جانچ پڑتال کی جاتی رہی۔ اپنوں نے کی اور پرایوں نے کی، دوستوں نے کی، دشمنوں نے بھی کی، بیگانوں نے پروپیگنڈہ روکنے کے لئے اس طرف توجہ کی، یگانوں نے پناہ دینے کے لئے اسے کسوٹی جانا۔

ایک صاحب اس پہلو پر یوں اظہارِ خیال فرماتے ہیں۔

"اسلامی دنیا میں اولادِ رسول علیہ السلام کو سادات کہتے ہیں۔ سب اہلِ انساب سے

افضل مانے گئے ہیں اوران حضرات کی نسبی تحقیق بھی ہر سلطنت میں ہوتی رہی ہے۔ اس لیے کہ بادشاہانِ سابق میں سے دو قسم کے بادشاہ ہوئے ہیں۔ اگر بعض کو محبّ و خادمِ اہلِ بیتِ رسولؐ ہونے کا شرف حاصل تھا تو بعض کو دشمنِ سادات کا خطاب بھی دیا جا سکتا ہے۔ دونوں قسم کے بادشاہوں کے زمانے میں سادات کی تحقیق پیش رہتی تھی تا کہ وہ اپنے جذبات پورا کرنے میں کامیاب ہوں لیکن آج تک خاندانوں کے خاندان سادات کے ایسے ہیں جن کو سادات سیّد تسلیم نہیں کرتے اور جو اپنے زعم میں یقینی سیّد ہیں۔ ان کے آپس میں نقوی، رضوی، تقوی ہونے پر مباحثے ہوتے ہیں"۔ (رسالہ خدام الصوفیہ ۱۹۱۲ء)۔

خدام الصوفیہ کے اس مقالہ نگار نے شاید کسی شخص کی غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے یہ مقالہ لکھا تھا کیونکہ اس شخص نے امام ربّانی شیخ احمد سرہندی کو جو عام دعوے کے مطابق اور شجرۂ نسب کی رُو سے فاروقی النسل ہیں۔ طبقۂ سادات سے ظاہر کیا تھا۔ اس لئے اس مقالہ میں فاضل مضمون نگار نے اس کی تردید کرتے ہوئے اپنے استدلال کو قوی کرنے کے لئے مندرجہ فوق سطور بھی قلمبند کر ڈالیں لیکن فی الواقع مقالہ نگار نے سادات کے باب میں حقیقت کھول کے رکھ دی۔ کسی دوسرے مقام پر زیادہ وضاحت سے گفتگو کی جائے گی۔ یہاں اثباتِ مدّعا کے لئے ہم ایک اور اقتباس پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں جو اگرچہ ایک خاص مبحث کی جانب راجح ہے مگر بنی اُمیّہ کی کارستانیوں پر روشنی پڑنے کے علاوہ قبیلہ، بطن اور کفو کی ترویج بھی کتبِ عقائد کی زینت ہو جانے کی گواہی دے رہا ہے۔

"یہ مسئلہ کہ دنیائے اسلام کے کس علاقہ کے کن باشندوں کو اور ان باشندوں میں کس قبیلہ کو اس میں سے کس بطن کو اس بطن سے کس فخذ کو اس فخذ سے کس گھرانے والوں کو رسولؐ اللہ کی جانشینی اور خلافت کا صرف استحقاق ہی نہیں بلکہ پہلا استحقاق حاصل ہے۔ ان مسائل کو عقائد کی کتابوں میں مجبوراً اس لئے شریک کرنا پڑا کہ مختلف لوگوں نے مختلف زمانوں میں ان ہی مسائل کو اپنے فساد و زیغ کا ذریعہ بنایا۔ اگر بنی اُمیّہ خلافت کے مباحث کا سب وشتم کے ساتھ برسرِ

منبر فیصلہ کرنے کی ابتدا نہ کرتے تو جو واقعہ ہو چکا تھا اور جن لوگوں کا اس سے تعلق تھا جب وہ گزر چکے تھے پھر ان کو کوئی خواہ مخواہ کیوں چھیڑتا لیکن چھیڑنے والوں نے ان ہی چیزوں کو زیادہ اجاگر کر کے اسلام کی طرف منسوب کرنا شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کتابوں میں آخر انہی مباحث کی طرف زیادہ توجہ کرنی پڑی اور قرآن کے سینکڑوں بیّنات و محکمات نگاہوں سے اوجھل ہو گئے"۔ ("الفرقان" شاہ ولی اللہ نمبر ۱۷۴ مقالہ مناظر احسن گیلانی)

اس اقتباس سے صاف معلوم ہوا کہ اصل مسائل کو نظر انداز کر کے بنی اُمیہ نے سب و شتم اہل بیتؑ پر اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس طرح مسئلہ تحقیقِ نَسب تو قائم رہا لیکن نَسب والوں کی بربادیاں نئے نئے انداز سے ہوتی رہیں اور یہی سنت آج تک مختلف بھیسوں میں رائج ہے۔

بہ ہر حال تحقیقِ نسب کا عمل آج بھی سادات میں جاری ہے اگر چہ دیگر اقوام نے اس طرف سے چشم پوشی اختیار کر لی ہے کیونکہ سرِ دست دینِ ملائی اور مغربی افکار کی گرم بازاریاں عروج پر ہیں مگر۔

یہ کہہ رہی ہے پلٹ کر نگاہ یار ابھی
زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی

حضرت امام زین العابدینؑ کے فرزندِ سعید حضرت زید شہیدؒ کی اولاد سے زیدی، واسطی اور بلگرامی سادات برصغیر میں پائے جاتے ہیں اور انہی میں سادات بارہہ بھی ہیں اور اب باہرہ کہلانے لگے ہیں "روضۃ الکرام فی تاریخ بلگرام" کے لائق مصنف خان صاحب سیّد وصی الحسن صاحب بلگرامی اسی خاندان سے تھے اور اسی خاندان کی عظمت و جلالت اور حسب و نسب پر نسبی تاریخ اور تنقیدی اسلوب سے آپ نے متذکرہ کتاب لکھی ہے۔ متعدد مقامات پر صراحتاً اور اشارتاً انساب کی کیفیت پر زور دیا ہے۔ اس خاندان کے ایک گروہ کے حق میں لکھتے ہوئے اجمالاً انہوں نے تمام سادات کے مسلک کی حمایت کا حق ادا کر دیا۔ فرماتے ہیں:۔

"سیّد ناصر بدور چوہی بن سیّد بڑہ بن سیّد جمال الدین کی اولاد کے بارے میں ۔ نسّابین نے کچھ نہیں لکھا۔ میر فدا حسن صاحب نقوی بخاری نے جو تتمہ شجرہ طیبہ لکھا ہے۔ اس میں ایک شخص ابوالفتح سے خاندان بدور چوہی کا نسب نامہ لکھا ہے لیکن ابوالفتح سے سیّد ناصر تک سلسلہ نہیں ملایا۔ سیّد محمود رضا صاحب مؤلف مظہر الانساب نے تو اور بھی ستم کیا ہے کہ وہ یہ تحریر کر کے کہ "گویند کہ حمایت علی بن کرامت علی ہم دوایں قبیلہ بودند" نسب نامہ لکھ دیا ہے یہ ہر حال یہ ہر دو نسابین مجھ سے ہر طرح سے قابل اور میرے بزرگ تھے، یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ داخل النسب اور خارج النسب والی حدیث سے لاعلم رہے ہیں۔ اس لئے جس طرح پر مجھے نسب نامہ دستیاب ہوا ہے اس کو تحریر کر کے تاریخ مکمل کر دیا گیا ہے۔ شادی بیاہ اس خاندان کا دیگر خاندان سے برابر ہوتا ہے"۔ (روضۃ الکرام" ۴۵ص مصنفہ خانصاحب سید وصی الحسن صاحب بلگرامی ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر)۔

ساداتِ کرام کا یہ رویہ اس قدر واضح اور مکمل ہے کہ مشرق و مغرب کے تمام سادات متفقہ طور پر اسی پر عمل پیرا رہے ہیں اور آج سادات میں جو جذبہ پایا جاتا ہے یہ اُسی دیرینہ عادت اور طرزِ عمل کے برگ و بار ہیں۔ ایک اہم نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ بعض دوسری اقوام و قبائل میں بھی اہتمام نسب کا معاملہ برسرِ عمل پایا جاتا ہے اور ساداتِ کرام میں بھی اہتمام نسب کا معاملہ کارفرما ہے۔ مگر سادات کے طرزِ عمل اور دوسری اقوام و قبائل کے طرزِ عمل میں اساسی فرق ہے اگر یہ فرق ملحوظ نہ رکھا جائے تو استنباطِ مطالب کی نوعیت بدل جاتی ہے اور احکام حق و باطل کی تمیز قائم نہیں رہتی۔ دیگر اقوام کا اہتمامِ نسب اکثر عصبیت جاہلی کا رہین احسان ہے جبکہ ساداتِ کرام کا اہتمامِ نسب اساسی طور پر بالکل حمیّتِ اسلامی کا منت پذیر اور کتاب و سنت کے شواہد سے ماخوذ ہے۔ کتاب و سنت کے دلائل نے اسے فطرت کی جاذبیتوں کا نتیجہ اور اعتقادو رجحان میں ودیعت ربانی قرار دے دیا ہے۔

کتاب و سنت کے اسفار و آثار میں نسب و حسب کے متعلق مسائل کا اہتمام اور انصرام کُفو کو دیکھ کر بعضوں کو تعجب ہوتا ہے حالانکہ یہ مسئلہ انسانی تاریخ کی قدیم ترین صداقت

ہے، انسانی سرشت کی دائمی پکار ہے۔ اہتمام کُفو کا معاملہ اخلاقی وتمدنی مصالح، صحتِ معاشرت اور اصولِ سیاست پر مبنی ہے لیکن لوگوں نے بعض گم کردہ راہ قائدین کی صداؤں پر کان دھرے اور حقائق سے چشم پوشی کی۔ عصرِ رواں کے تمدن و سیاست اور آزادی و بے حیائی کی کامجوئیوں میں پھنس کر اسے فراموش کر دیا۔ جہل و تقلیدِ محض کے انہاک کے باعث جو کچھ مغرب سے آتا ہے اسے دین و ایمان بنائے بیٹھے ہیں، نہ صرف یہی بلکہ مشرق سے بھی تمام کفریات و خرافات سمیٹ لی گئی ہیں اور اس کا نام اسلام رکھ دیا ہے۔ آلِ سفیان، آلِ مروان اور آلِ عباس کے توسط سے جو کچھ اس عہد تک پہنچا، اسے اصل اسلام سمجھ لیا گیا ہے۔ علمائے کرام نے حتی الامکان ہمت و استقلال سے کام لیا اور ان کی کُفریات کا سدِّ باب کیا لیکن پھر بھی جو رخنے پڑ چکے تھے ان سے اسلام کے جسم میں خرافات داخل ہو ہی گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج اہتمامِ نَسب نری جاہلیت خیال کی جاتی ہے اور کُفو کا مسئلہ ایک بے معنی قاعدہ یاد کر لیا گیا ہے۔

سادات کرام نے اپنے لیے بہ ہر حال اہتمامِ نَسب جاری رکھا، باہمی مباحثے و مناظرے کیے تاکہ کھرا کھوٹا پرکھا جا سکے۔ فی الواقع صحیح النسب سادات جانتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ فلاں شخص یا خاندان بناوٹی سیّد ہے۔ ایسے اصول مقرر کیے جا چکے ہیں جو صحتِ نسب کو پوری صداقت کے ساتھ ثابت کر دیتے ہیں۔ محدثین کے اصولِ صحتِ روایتِ حدیث ہی کی طرح صحتِ نَسب کے اصول بھی سادات کے ہاں منضبط، کارآمد اور لائقِ اعتماد و یقین ہیں۔ لوگوں نے علم الانساب کو علومِ اکتسابیہ میں ظنّی علم کہا ہے لیکن بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ اسی وقت تک ظنّی علم ہے جب تک کہ ظن اس کی پشت پناہی کرے اور جب ان حدود سے آگے نکل جائے تو دیگر علوم کی طرح یہ بھی ایک کسبی علم ہے نہ کہ ظنی علم۔ دوسرے علوم کے لیے جو خدشے ہو سکتے ہیں وہی اس کے لیے بھی ہیں۔ دورِ حاضر کے بعض علوم تو سراسر عمرانی علوم ہیں اور انسانی عقل کی پیداوار اور محض انسانی فہم و فکر کے نتائج سے ہیں۔ لیکن علم الانساب جس کے سادات

کرام مجوّز ہیں وہ کتاب وسنت کے شواہد ودلائل سے ثابت اور قائم ہے۔ انبیائے کرامؑ اور تمام صلحائے ابنائے آدمؑ نے اس کی ترویج وتائید میں کوئی دقیقہ فردگزاشت نہیں کیا۔ عصبیت و حمیّت کی قیادت علمُ الانساب کو حاصل ہے۔

اب یہ حسنِ اخلاق، صالحانہ مذاق اور متقیانہ فرائض میں سے ہے کہ آسمانی تعلیمات کی پیروی میں زندگی بسر کی جائے تو علمُ الانساب کی تحقیق وتدوین حمیّت اسلامی کے عنوان میں شمار ہوگی لیکن آدمی اگر انسانی عقول ہی کے ساختہ پرداختہ علوم اور ان کے اثرات کی راہ پر چل پڑے تو پھر اس کو عصبیت جاہلی سے ہی تعبیر کیا جائے گا۔ حمیّتِ اسلامی کی جو مختلف کڑیاں ہیں وہ ایک امت اور خیر الامم کی صورت میں مسلسل ومستحکم زنجیر بن کر ظاہر ہوتی ہیں اور عصبیتِ جاہلی دوسری شکل میں یوں نمودار ہوتی ہے کہ شعوب وقبائل اور نسب وکفو کا بھی انکار کر کے فطرت ہی کا انکار کر دیتی ہے۔ عصبیت جاہلی میں انانیت کی کارفرمائی ہے اور حمیّتِ اسلامی میں للّٰہیت کی سروری ہے۔ انانیت، خودسری کی فراوانی میں اپنے سوا کچھ نہیں دیکھتی۔ للّٰہیت ربوبیتِ الٰہی کی روشنی میں سب کچھ پالیتی ہے، ہر وجود اور حقیقت کا اعتراف واقرار کرتی ہے۔

ساداتِ کرام کے ہاں علمُ الانساب کا مطالعہ نسبی تحقیقات اور شعورِ قیامِ کفویت اسی منہاج پر مبنی ہے جو شرائع آسمانی سے ماخوذ، کتاب وسنت رحمۃ اللعالمینؐ سے مکتسب، تقاضائے فطرت کی مرہونِ منت اور حمیتِ اسلامی کی روحِ رواں ہے۔ اگر اس میں کہیں عصبیتِ جاہلی کی آمیزش پائی جاتی ہے تو یہ خود اس فطری تقاضے کی صالحیت کا قصورِ فہم نہیں ہے بلکہ بیّن طور پر غیر اسلامی آمیزشوں، برخود غلط تصورات، اپنی حدود سے متجاوز اقدامات، غیر صالح اقوام کے اختلاط، مجہول النّسب لوگوں سے ربطِ ازدواج اور ناپاک ونامبارک حوصلوں کی کرشمہ سازیاں ہیں۔

ساداتِ کرام کے افراد وقبائل نے مختلف اوقات اور مختلف احوال میں سرزمینِ جزیرۃ العرب سے محض رضائے الٰہی سے ہجرت کی راہیں اختیار کیں۔ یہ ہجرتیں بہ ہر حال کتاب وسنت کی پیروی میں تھیں کیونکہ سرزمینِ جزیرۃ العرب ان حضرات پر تنگ وتاریک کر

دی گئی تھی۔ جان و مال، ناموس وعزت اور دین واسلام کے تحفظ و بقاء کے لئے ہجرت ہی ایک ایسی راہ تھی جسے اختیار کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ رہا تھا۔ اگر خواہشاتِ نفسانی کی پیروی وتکمیل اور حرص وآز کے لئے ساداتِ کرام نے سکونتِ جزیرۃ العرب کو ترک کیا ہے تو بلاشبہ یہ ہجرت نہیں بلکہ انتقالِ سکونت ہے، جدید وطن کی ساخت کا جذبۂ جوع الارض ہے لیکن اگر تاریخ اعلان کرتی ہے کہ اس خانوادے پر زمین تنگ وتاریک کردی گئی تھی، اس خاندان کی بقاء واہمیت کے تمام ابواب مسدود کر ڈالے گئے تھے، عزت وناموس کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی راہیں بند کردی گئی تھیں، انہیں دین واسلام کی پیروی سے روکا گیا تھا، حق وصداقت کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی تھی اور ہر قسم کی گمراہی و بے راہ روی کو رائج کردیا گیا تھا تو ان کی ہجرت اور ترک وطن مقدس یقیناً ہجرت تھی۔ افسوس اور صد افسوس کہ اس خاندان کو ایسے دوستوں اور اس قسم کے دشمنوں سے واسطہ پڑا کہ ایک کی حمایت بر خود غلط تھی اور دوسرے کی عداوت بے سروپا، پھر جو اعتدال پسند طبقہ تھا وہ بھی اکثریت کے مذموم پروپیگنڈے کا شکار ہو کر رہ گیا۔

بے سروسامانی کے عالم میں وطن کو خیرباد کہنے کے بعد خصائل، افکار، زبان ولباس اور مشرب ومسلک کی تمام خوبیوں اور زیبائیوں کی چمک دمک بھی ماند ہوگئی، خود اختیاری وخود شناسی کی صلاحیتیں کنارہ کر گئیں۔ جان بچانے کی خاطر اپنی بیشتر عادات وخصائل اور مسلک و مشرب ترک کرنا پڑا! لباس وزبان کی خصوصیات بھی رخصت ہوئیں، آوارگی، خانہ بدوشی، روز روز کی نقل مکانی اور نئی نئی زبانوں سے واسطہ، اَوپری اور ادانیٰ قوموں سے سابقہ، بدلے ہوئے حالات اور جدید ترین اوطان کی سکونتوں نے ساداتِ کرام کو ان فرائض سے بھی بے اعتنا کردیا جو ان کی زندگی کا تانا بانا تھے اور سیادت وکرامت کے لوازم۔

جزیرۃ العرب، حرمین الشریفین، کعبۃ اللہ علی الارض، وادیٔ بطحا، سرزمین حجاز، کائناتِ ارضی کا خطۂ دلپذیر مقدس مدینہ، جس کی گلیوں کے کتے بھی قابلِ احترام ہیں اور خداوندِ کریم کی عبادت کا وہ پہلا گھر جہاں مچھر تک کو پناہ حاصل تھی یہیں سے سادات کو نکالا گیا۔ اس

سرزمینِ عالی مرتبت کی وسعتیں سادات پر تنگ کر ڈالی گئیں۔

حضور سرکار کائنات علیہ السلام نے فرمایا تھا۔"اخرج الیھود و النصاری من جزیرۃ العرب" "سرزمین عرب سے یہود و نصاریٰ کو نکال دو" لیکن اس نیک نہاد اُمّت نے ایسی تعمیلِ ارشاد کی کہ اِخراج اَلاھلبیت و عِترۃ النّبوّۃ مِن جزیرۃ العرب کا سماں بندھ گیا اور ادخل الیھود و النصاریٰ فی جزیرۃ العرب، کا مظاہرہ کرکے حکمِ نبوت سے روگردانی کی اور دائمی ذلت و مسکنت اور اغیار و اجانب کی عبودیت اور اتباع کا جوا پہن لیا۔ اپنی حریّت فکر و عمل کو تاراج کر ڈالا۔سادات کرام اس صورت حال کے نتیجہ میں بے یار و مددگار سرزمین حجاز سے ہجرت کرتے رہے اور جہاں کہیں راہ ملی چلے گئے، بے سروسامانی اور منزلِ مقصود کا یہ عالم رہا کیا۔

دو آڑے تنکے رکھ لئے ہم نے جہاں کہیں
مسکن وہیں کہیں ہے وہیں آشیاں کہیں

تاریخ کی زبان ان حقائق فوق الصدر کی ترجمان ہے۔مصنوعی اعتقاد اور شخصیت پرستی کے حجابات یہاں آڑ نہیں بن سکتے ہیں۔ان سنگین حالات میں اور سب کچھ لٹا کر بھی سادات نے تحفظِ نسب کی مشعل ہمیشہ بلند اور روشن رکھی ہے اور آج بھی اس کی سربلندیوں اور تابناکیوں کا وہی عالم ہے۔اس بات میں وہ بحیثیت مجموعی کبھی غفلت کے مرتکب نہیں ہوئے اور یقیناً آئندہ بھی اس وعیدِ رسالتؐ کی پاسداری کرتے رہیں گے۔

☆☆☆☆☆

علم اصلاحِ نسل کی مختصر تاریخ

"اصلاحِ نسل" کے علم کو انگریزی میں یوجنکس (EUGENICS) کہتے ہیں اور اس کا اصل ماخذ یونانی لفظ یوجنس (EUGENUS) ہے جس کے معنی "عمدہ اور اچھی نسل" ہیں۔ اس علم کا مقصد یہ ہے کہ کس طرح انسانی زندگی کی موروثی بنیادوں کو ترقی دی جا سکتی ہے یا ان کی خرابیوں کو روکا جا سکتا ہے۔ یہ اصطلاح ہم اس موقع پر بھی استعمال کر سکتے ہیں جب ہمیں مذکورہ بالا مقاصد کو عمل میں لانے والی تدابیر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو۔ اس علم کے سب سے پہلے محقق سر فرانسس گالٹن (۱۸۲۲ء - ۱۹۱۱ء) نے اصلاحِ نسل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ "اصلاحِ نسل ایک علم ہے' ان وسیلوں اور ذریعوں کا' جو معاشرتی نظام کے ماتحت ہوتے ہیں اور جو آنے والی نسلوں کی' نسلی خصوصیات کو جسمانی اور دماغی دونوں اعتبار سے اچھی یا بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اصلاحِ نسل کو شاید کچھ اصحاب، علم کی وہ نوعیت دینے کے لیے تیار نہ ہوں جو وہ اکثر جدید علوم کو یہ الفاظ کہہ کر دیتے ہیں کہ فلاں علم کی داغ بیل پرانے زمانوں میں پڑ چکی تھی اور اب اس زمانے میں اس نے غیر معمولی ترقی کی ہے"۔

ظاہری نظر سے دیکھا جائے تو علمِ اصلاحِ نسل کے بالکل نئے ہونے کا خیال کافی وزنی معلوم ہوتا ہے کیونکہ انیسویں صدی کا آخر اور بیسوی صدی کی ابتداء ہی تھی جس میں عوام نے اس علم کا ہنگامہ سنا۔ اس سے پہلے نہ تو شاید کسی نے اصلاحِ نسل کو یہ معنے پہنائے جواب اس

کی زینت ہیں اور نہ کسی کو خالص علمی نقطہ ءنظر سے نسلیات پر بحث کرنے کا موقع ملا۔ علمِ اصلاحِ نسل کی اس جدید حیثیت کے ہوتے ہوئے بھی اصحابِ نظر جانتے ہیں کہ یہ علم دوسرے مسئلوں کی صورت میں متقدمین کے سامنے رہا ہے۔

پرانے زمانے میں دیہاتی زندگی گزارنے والوں اور زراعت پیشہ لوگوں نے جب نباتات اور حیوانات کو اپنی خصوصیات، اپنے قائم مقام نباتات اور حیوانات میں منتقل کرتے دیکھا ہوگا تو ان کے دماغ میں لازماً یہ خیال بھی آیا ہوگا کہ انسان میں بھی نسلی خصوصیات اسی طرح منتقل ہوتی ہیں اس کے بعد ان کے دماغ میں یہ بات بھی آجانی غیر ممکن نہیں معلوم ہوتی کہ اس قسم کے مظاہر قدرت میں انسان بھی کافی دخل رکھتا ہے اور یہ کہ رسم ورواج، شادی بیاہ اور توالد وتناسل کے سلسلے موروثی اثرات کو ادھر اُدھر پہنچانے میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔

اس موقع پر ہمیں تاریخ سے پہلے کے زمانے کو مجبوراً نظر انداز کرنا پڑے گا ورنہ کس کو معلوم نہیں کہ زمانہء قدیم میں مصر، بابل اور آشوریہ کے لوگ تمدن وتہذیب کی بہت سی منزلیں طے کر چکے تھے اور ان میں نسلیات سے لگاؤ کا ہونا بہت ہی اغلب ہے۔ اب بھی اگر ہم اثریات کی تحقیقات کا مطالعہ اس مخصوص نقطۂ نظر سے کریں تو ہمیں وہاں اصلاحِ نسل کا خیال کسی نہ کسی صورت میں ضرور مل سکتا ہے۔

یہودیوں کی تاریخ کا ابتدائی دور محض قصہ کہانیوں اور سینہ بہ سینہ روایات پر مشتمل تھا لیکن اسی کا ایک مستقل دور ایسا بھی ہے جسے حقیقی تاریخ کے آئینے میں دیکھا اور پرکھا جا سکتا ہے۔ دونوں ادوار کے متعلق اصحابِ علم کو معلوم ہے کہ وہ کس قدر نسلی تفاخر کے دور تھے۔ یہودیوں کے خیال میں دنیا میں اگر خدا کی کوئی برگزیدہ قوم تھی تو وہ یہودی تھے۔ تمام انسانیت کے لیے نفرت کا بیج یہودیوں کے دل میں نشو ونما پا کر تناور درخت بن گیا تھا اور اب بھی یہ قوم نسلی تفاخر اور برے نتائج کا ایک مرقع ہے۔

اسرائیلیوں کے معاشرتی نظام کا جن لوگوں نے مطالعہ کیا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان

میں بعض ایسی رسمیں اور پابندیاں موجود تھیں جن کا لازمی نتیجہ اصلاحِ نسل ہی کی صورت میں نکالنا چاہیے۔ یہ لوگ غیر نسل و قوم میں شادی و بیاہ کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ سخت سزاؤں کی وجہ سے زنا کا رواج نسبتاً ان میں کم پایا جاتا تھا۔ اسی وجہ سے ان میں متعدی امراض کم واقع ہوا کرتے تھے۔ یہ اور اسی قسم کے دیگر رسم و رواج کی وجہ سے اسرائیلیوں میں نسلی خصوصیات نسبتاً زیادہ مدت تک قائم رہیں۔

آریہ ہندوؤں کی تہذیب اور فلسفے کی بنیاد پر اگر غور کیا جائے تو وہ بڑی حد تک اصلاحِ نسل کے مقاصد پر رکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ان کے فلسفے کا بنیادی اصول یہی تھا کہ سب انسان برابر نہیں ہوتے بلکہ انسان انسان میں فرق ہوتا ہے۔ کوئی انسان اعلیٰ ہے تو کوئی ادنیٰ، کوئی مضبوط ہے تو کوئی کمزور، کوئی اچھے دماغ کا ہے تو کوئی برے دماغ کا۔ ان آریوں کا یہ خیال بھی تھا کہ اس قسم کے امتیازات کو خاص حالات کے ماتحت پائیدار بنایا جاسکتا ہے۔ قدیم آریوں کا خیال تھا کہ دنیا کا فائدہ اسی میں ہے کہ اعلیٰ دماغ و صفات کے انسانوں کو آگے بڑھایا جائے اور ادنیٰ صفات کے لوگوں کو پیچھے رہنے دیا جائے۔ چنانچہ آریہ تہذیب جہاں جہاں پہنچی اس نے اپنی حکومت و اثر کو اسی نسلی امتیاز کی بنیاد پر قائم کیا اور یہ اصول ان کے عقلی، دماغی اور مذہبی دائروں پر آج تک حاوی نظر آتا ہے۔ اسی فلسفے کے تحت منوؔ اور نرواؔ نے شادی بیاہ کے قوانین وضع کئے اور لوگوں کو برہمن، کھشتری، ویش اور شودروں میں تقسیم کر کے انہیں قوانین کے ایسے آہنی پنجے میں جکڑا کہ ہر گروہ نسلی طور پر دوسرے گروہ سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ ہو گیا۔

یونان قدیم کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موروثی خصوصیات کے متعلق غالباً سب سے پہلے "میگارا" کے فلسفی تھیوگنس نے لکھا ہے۔ یہ فلسفی چھٹی صدی قبل مسیح میں موجود تھا اس نے اس بات پر رنج کا اظہار کیا ہے کہ پالتو جانوروں کی دیکھ بھال اور ان کی پرورش تو خوب کی جاتی ہے لیکن انسانی وجود کو ان جانوروں کے برابر بھی درجہ حاصل نہیں۔ اسپارٹا میں لکرگس کے مجموعۂ قوانین کی بعض دفعات بھی اصلاحِ نسل کے نقطۂ نظر کو ظاہر کرتی ہیں۔

یونانی فلسفیوں میں جس شخص نے اس مسئلہ پر واضح طریقے پر لکھا ہے وہ افلاطون ہے۔ اشتراکِ املاک کے ساتھ ساتھ اس نے اشتراکِ ازواج کی تجویز پر اپنی کتاب جمہوریہ (ری پبلک) میں کافی بحث کی ہے۔ حکمرانوں اور سپاہیوں کے لئے شادی بیاہ کرنا اور الگ الگ خاندان رکھنا اس نے اپنی ریاست میں ممنوع قرار دیا ہے۔ بوڑھے تجربہ کار فلسفی حکمرانوں کا کام یہ ہے کہ مقررہ وقتوں پر تندرست نوجوان مرد عورتوں کو جمع کر دیں اور ان کے اختلاط سے جو اولاد پیدا ہو انہیں اس کا علم ہی نہ ہو کہ ان کے والدین کون ہیں، بچوں کو پیدا ہوتے ہی جمہوریہ، ماؤں سے لے کر خود پرورش کرے۔

افلاطون کی خواہش ہے کہ شخصی خاندان کی خودغرضیوں اور تنگ نظریوں کو مٹا کر ریاست کے دو اعلیٰ طبقوں کو بس ایک خاندان بنا دے تاکہ یہ محدود، خاندانی تعلقات ان طبقوں کی یگانگت میں خلل نہ ڈالیں۔ عورتوں کو معمولی فکروں سے نجات ملے اور وہ بڑے بڑے کاموں میں مردوں کے ساتھ حصہ لے سکیں۔

اسلام نے نسلی تفاخر کی شدید مذمت کی ہے کیوں کہ اسلامی پیغامِ مساوات میں اس کی گنجائش ہی نہیں تھی کہ انسان، انسان کے ساتھ نفرت آمیز اور ظالمانہ سلوک روا رکھیں اس کے نزدیک بس وہی بڑا ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

☆ "ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" (الحجرات ۴۹ آیت ۱۳)

(ترجمہ) تم میں وہی سب سے زیادہ معزز اور شریف ہے جو زیادہ پرہیزگار ہو۔

قرآن شریف میں جہاں نسلی تفاخر کی مذمت کی گئی ہے وہاں انسان کی اس جبلت سے چشم پوشی نہیں کی گئی ہے کہ وہ مدنیت الطبع ہے۔ گروہوں، خاندانوں اور قبیلوں میں بٹ کر رہنا اس کی فطرت میں داخل ہے لیکن اس تقسیم کا مقصد قرآن نے پُرحکمت زبان میں بیان کیا تھا۔

☆ " وجعلنا کم شعوبا و قبایل لتعارفوا " (الحجرات ۴۹۔ آیت ۱۳)

(ترجمہ) ہم نے تم کو مختلف شاخوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تا کہ تم ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔

غرض اسلام نے انسان کی مدنیت پر دباؤ ڈالے بغیر مسئلے کی اصل نوعیت واضح کی ہے۔ اسلام نے قبائل و جماعتوں کے مخصوص معاشرتی حالات کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے۔ کفو کے مسئلے کی اس نے غالباً اسی لئے حمایت کی کہ لوگ آپس میں شادی بیاہ کر کے اپنی معاشرت کو متوازن رکھیں اور اس کے طبّی فوائد سے متمتع ہوں۔ کون نہیں جانتا کہ آپس میں شادی بیاہ کرنے سے نہ صرف نسلی خصوصیات کی حفاظت کا بندوبست مناسب طریقے پر ہو جاتا ہے بلکہ اس سے اصلاحِ نسل کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے۔

"ہماری قابلِ ناز تہذیب و شائستگی، ہماری قابلِ فخر حکومت و سلطنت، ہمارا قدیم و باوقار تمدن، ہمارا ترقی یافتہ اور روشن خیال زمانہ حیوان، جانوروں، پرندوں اور مویشیوں کی نسل کو بہتر بنانے کے لئے کوشش کر رہا ہے مگر یہی حکومتی اور قومی ادارے انسانوں کی نسل کو بہتر بنانے کے لئے کوشش نہیں کریں گے؟ ہماری روحانیت پر ناز کرنے والا ہندوستان اگر جدّت کی صلاحیت نہیں رکھتا تو کیا معقول اور مفید طریقوں کو منطبق کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی بھی استعداد نہیں رکھتا ہے؟ ہم میں جدّت کی صلاحیت تو نہیں تو کیا ہم میں تقلید کی بھی توفیق نہیں"

(ہمدرد "صحت" دہلی ۱۹۳۹ء)

"عقل و ہوش اور فہم و ذکاء کی صفات باپ دادا سے اولاد میں بطورِ میراث منتقل ہوتی ہیں۔ بس کیسی غلط تجویز ہوگی کہ ملک کو ایسی ہوش مند نسل سے محروم کر دیا جائے اور خاص کر ایسے زمانے میں جبکہ جانوروں کی نسل کشی کا اور اچھی نسل کے جانوروں کو ترقی دینے کا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ بہ ہر حال کسی طرح یہ مناسب نہیں کہ ایسے طبقے کا توالد و تناسل محدود کر دیا جائے جس کے افراد اپنی صلب میں علم و دانش کے خزانے رکھتے ہیں" (ہمدرد صحت ضبطِ تولید و اصلاح نمبر ۱۹۳۹ء)

دیگر امور کے علاوہ ان اقتباسات میں ایک بات قدیم و جدید نقطۂ نظر سے بالکل مشترک ہے کہ اگر حیوانات کی اچھی نسلیں انسان کو مطلوب ہیں۔ تو خود انسان کی اچھی نسل سے

کیوں اغماض واحتراز کیا جائے؟ اس رائے کے مطالعہ سے قبل بذات خود کئی برس سے ہمارا اپنا خیال بھی یہی تھا اور ہمیں ان حقائق کو دیکھنے کے بعد اس اتفاقی توارد پر حیرت ہوئی نیز اس مطابقت سے مسرّت واعتماد بھی حاصل ہوا۔

سر فرانسس گالٹن نے محض معاشرتی حیثیت سے اس مسئلہ کو لیا تھا ورنہ پچھلے دو تین سو برس سے ارباب یورپ نے وہ کون سا مسئلہ اور موضوع ہے جسے مذہبی یا اعتقادی حیثیت سے دیکھا ہو؟ لہٰذا یورپ کی لادینی اور خدا ناشناسی کے پیشِ نظر اس سے ایسی امید وابستہ کرنا غلط فہمی ہے۔ یورپ دیگر ضروریات اور امور کے علاوہ مختلف حیثیتوں سے مشرق پر چھا جانا چاہتا تھا، اس لئے اسے جسمانی اور دماغی اعتبار سے اہلِ یورپ کو تازہ دم کرنے کی ضرورت لاحق تھی چنانچہ اسی پہلو سے اصلاحِ نسل کے مسئلہ پر بھی زور دیا گیا۔ مشرقی عورتوں سے شادیاں کر کے مغربیوں نے اپنی نسل کو بگاڑنے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے گوری چمڑی کے ساتھ کالی چمڑی کا پیوند کر کے غیر متناسب جوڑ تیار کرنے کی حماقت کا ثبوت بہم نہیں پہنچایا۔ واقعہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ مسئلہ معاشرتی پہلو بھی رکھتا ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے لیکن اس کے دوسرے پہلو بھی ہیں۔ مسئلہ اصلاحِ نسل کا موضوع محض معاشرتی نہیں بلکہ سیاسی، اقتصادی، اور مذہبی بھی ہے۔ دیگر کئی پہلوؤں سے بھی اس پر گفتگو کی جا سکتی ہے۔ یورپ کی زبان سے جو بات نکلتی ہے مشرق اسے بصد شوق قبول کر لیتا ہے اور تقلید کا پورا پورا حق ادا کر دیتا ہے۔ اب تعارف شعب وقبائل اور مسئلہ کفو کو صرف معاشرتی حیثیت سے یورپ کی تقلید میں مانا جا رہا ہے اور ارباب طب اسے طبّی حیثیت سے دیکھنے لگے ہیں۔ یقیناً اس کا ایک پہلو طبی بھی ہے۔ شادی بیاہ کے معاملات میں دلپذیر اور پائیدار رشتہ داری کے لئے بالغ النظر قوم کے افراد کا فرض ہوتا ہے کہ تمام پہلوؤں پر غور کریں مخمل میں مونج کا بخیہ کسی طرح موزوں نہیں ہو سکتا، قرینہ اور سلیقہ اس پر نفرین بھیجتے ہیں۔

بہترین نسل کی افزائش کے لیے عموماً نباتات اور حیوانات کو بروئے کار لایا جاتا ہے تا کہ ان کی خوبصورتی اور وجود سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا جائے۔ اچھے انگور، اچھے مالٹے، اچھے

سیب، اچھی ناشپاتی، اچھی گندم اور اچھے چاول کی کاشت و پرداخت کی جاتی ہے۔ انہیں پسند خاطر سمجھا جاتا ہے۔ اچھے گھوڑے، اچھے بیل، اچھے گاؤمیش، اچھی بکریاں، اچھی بھیڑیں، اچھے کتے، اچھی مرغیاں اور اچھے مرغ پرورش کیئے جاتے ہیں۔ ان کی نسل کا احیاء اور اجراء تسلسل کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے۔ بلاشبہ طبّی حیثیت سے بھی ان کی تندرستی ضروری ہے ان میں سے ہر اچھی نوع ازرُوئے نسل جو کام کرسکتی ہے وہ گھٹیا نسل کی نوع نہیں کرسکتی۔ بہترین نسل کا گھوڑا اور بہتر نسل کا کتا جو کام کرے گا وہ کمتر نسل کا گھوڑا، بیل اور کتا ہرگز نہیں کرسکیں گے۔ خواہ انہیں کتنا ہی سکھلایا جائے، ہاں کمتر کی تربیت بھی ضروری ہے اور اپنے وجود کے اعتبار سے کمتر نسل کی بھی ضرورت محتاجِ تشریح نہیں ہے۔ میدانی قد آور گھوڑا دشوار گذار پہاڑی علاقوں کے گھوڑوں کی طرح ہرگز کام نہیں کرسکتا۔ اچھی نسل کی گائے، کمتر نسل کی گائے سے شکل و صورت کے اختلاف کے علاوہ کارآمد ہونے میں بھی مختلف ہے۔ وہ کمتر نسل کی نسبت چار پانچ گنا زیادہ دودھ دیتی ہے۔

آجکل ایک عام رجحان سرکاری اور غیر سرکاری ذرائع سے پیدا ہوگیا ہے کہ نباتات اور حیوانات کی اچھی نسلوں کی پرورش کی جائے اور اس سے فائدے اٹھائے جائیں۔ جمادات کی اچھی نسلیں بھی کارآمد تصور کی جاتی ہیں۔ مثلاً چونے کا پتھر، سیمنٹ کا پتھر سنگ مرمر اور اس طرح جواہرات وغیرہ نوعاً جمادات ہونے کے باوصف فرعاً ممتاز و معتبر اور اعلیٰ نسل سے متعلق ہی خیال میں آتے ہیں۔ انہیں کمتر خیال کرنا محض خیال کی کمتری ہوگی۔ پس انسانوں کی اچھی نسل کا احیاء و بقاء لازمی ٹھہرا۔

چونکہ نسل، قوم، شعب، قبیلہ، خاندان، اب و جد، اور اولاد و اَحفاد کے ساتھ انسان کا تعلق سطحی، عارضی اور محض اتفاقی نہیں ہے بلکہ انسان کی فطرت کا خمیرِ مایہ ہی اس تعلق سے گوندھا گیا ہے اور قدرت کے اٹل قوانین کی کارفرمائی اس میں مخل ہے چنانچہ انسان کا اس سے علیحدہ ہونا اور انقطاع کرنا فطرت سے بغاوت ہے۔ اگر انسان نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے اور یقیناً کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس بارے میں قانونِ فطرت کی موجودگی ہی سے

انکار کر دیا جائے۔ زندگی کے بے شمار مسائل و امور ایسے ہیں جو قانونِ فطرت پر مبنی ہیں اور انسانوں نے اس سے بے توجہی برتی اور اغماض کیا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ منہاجِ شریعت کے متعدد احکام وضوابط سے اغماض اور عصیان و بغاوت جاری ہے تو کیا انہیں جائز بھی سمجھ لیا جائے اور فطرت وشریعت کا انکار کر کے اپنی عاقبت تاراج کر لی جائے؟ اسی طرح اگر لوگوں نے اس باب میں غلطی کی ہے اور یقیناً کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مسئلہ کی اساس و بنیاد سے رُوگردانی مناسب خیال کر لی جائے۔

اصلاحِ نسل کا مسئلہ اپنے موضوع کے اعتبار سے ایک عالم آراء مسئلہ ہے۔ اس پر جس پہلو سے گفتگو کی جائے کم ہے۔ اسلامیات میں یہی مسئلہ، مسئلہ کُفو کے طور پر متعارف ہے۔ جو مذہبی حیثیت کے علاوہ تاریخی و قومی حیثیت سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اس کی دونوں صورتیں باقی اطراف و جوانب پر حاوی ہیں۔ مسئلۂ اصلاحِ نسل کے متعدد پہلو ہیں اور یہ مسئلہ انسانی اکتشاف و دریافت کے متعدد علوم کے دائرۂ عمل سے متعلق ہے، اسی لحاظ سے یہ پیہم تحقیق و تفتیش کا موضوع ہے۔ روحانی و اخلاقی، سیاسی و عمرانی، تہذیبی و تمدنی، جسمانی و فوجی، قومی و ملی، طبّی و صحتی اور مستقل قیامِ امن کی غرض سے اس پر بحث کرنا ضروری ہے۔ عموماً لوگ اس بارے میں آیتِ ربّانی کے وُسعت پذیر مفہوم کو نظر انداز کر ڈالتے ہیں۔ آیۂ تعارفِ شعوب و قبائل کی تہہ در تہہ حکمت اور زورِ بیان کو ٹھکرا دیتے ہیں یا اس کے زورِ استدلال کو کمزور کر دیتے ہیں، یا اس کے چند محدود پہلوؤں ہی پر بار بار نگاہ مرکوز کرتے رہتے ہیں۔ یوں وسیع مطالب رخصت ہو جاتے ہیں، اس آیت میں "لتعارفوا" کا ایک ہی لفظ بجائے خود اس قدر وسعت آرا اور جامع تر ہے کہ انسان کے متعلق اب تک جو کچھ بھی دریافت ہو چکا ہے اور جو کچھ آئندہ معلوم کیا جا سکتا ہے سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ لفظ "لتعارفوا" تمام امور اور ہمہ قسم علوم و فنون کے لئے از بس کافی ہے۔ یہ قرآن کریم کے لفظی اختیارات کا کامل اظہار اور اس کے بلاغتِ بیان کی معجزانہ نُدرت کاری ہے۔ اپنے وسیع معانی میں دراصل "لتعارفوا" کا لفظ پوری طرح

اصلاحِ نسل کے موضوع پر حاوی ہے، اس کی جامعیت اور عالمگیریت کے سامنے اصلاحِ نسل کی اصطلاح تو محض اس کا ایک گوشۂ فکر ونظر معلوم دیتی ہے۔

قرآن کریم نے خاص قسم کی طبقاتی تقسیم کا بھی اعتراف کیا ہے۔ بنا بریں اس اُمّت میں ایک ایسا گروہ اجتماعی حیثیت سے قرآن نے لازمی قرار دیا ہے جو علوم وفنونِ اسلامی سے آراستہ اور اسلحہ تبلیغ و ہدایت سے پیراستہ ہو مثلاً " سابقون الاولون، مہاجرین والانصار، احبار ورہبان، یہود ونصاریٰ، مجوس وصابئین، مومن وفاسق، مسلم وکافر، للوالدین والاقربین والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل وغیرھا"۔ قرآنِ حکیم میں اس طرز کی متعدد اوصافی وطبقاتی تقسیمیں موجود ہیں۔ جب قرآنِ کریم میں اس طرح کی نسلی، نسبی اور طبقاتی تقسیمیں موجود ہیں تو پھر ان سے انکار کیوں کیا جائے۔ مسئلہ کُفُو اور تعارفِ شعوب وقبائل، اپنے متعدد علائق استدلال اور متعدد علائقِ استشہاد کے ساتھ اصلاحِ نسل کی ضرورت واہمیت کو ہم پر روشن کر دیتے ہیں۔

قرآنِ کریم کے اشارات میں اور سنّت کی زبان میں آلِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ممتاز ونمایاں جگہ دی گئی ہے۔ جہاں وہ اُمّت میں شامل ہیں وہاں وہ اُمّت سے ممتاز بھی ہیں اور انہیں ممتاز ہی ہونا چاہیے۔ آلِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام، آنحضرت علیہ السلام کے بعد بہ ہر حال اُمّت کے لیے اسوۂ حسنۂ نبوّت تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نقش ونگارِ علمی اور خدوخالِ عملی کے حامل اور اسوۂ حسنۂ نبوّت پر عامل ہونے میں یہی ایک جماعت سرفراز تھی اور بتائیدِ ربّانی ہمیشہ کے لئے سرفراز ہے۔ نسلی پاکیزگی کو جس قدر تقویت اصلاحِ نسل کے نقطۂ نظر اور علمُ الانساب نے دی ہے کسی اور نظریے نے نہیں دی۔ تعمیرِ نسل میں علمُ الانساب نے بہت کام کیا ہے۔ باوجود انقلاباتِ گونا گوں اور تغیراتِ بوقلموں، آلِ محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذرّیتِ طاہرہ وحسنہ نے تعمیرِ نسل کے ارادے سے علمُ الانساب کو محفوظ ومدوّن کیے رکھا۔ لہٰذا آج سطحِ ارض پر کوئی قوم بھی اصلاحِ نسل اور تعمیرِ نسل کے میدان میں نسبی پہلو سے حتماً ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

دنیا میں دو قسم کے مذاہب رائج ہیں۔ایک الہامی اور دوسرے عمرانی۔پہلی قسم کے مذاہب فطرتِ کائنات کی پکار اور حکمتِ ربانی کے مُورَد ہیں اور دوسری قسم فطرت سے بغاوت کے رجحانات کا نتیجہ اور انسانی عقل و دماغ کی مخلوق ہیں۔دونوں مذاہب نے بعض امتیازات کو روا رکھا ہے۔آسمانی مذاہب نے بعض گروہوں کو جو امتیازات دیے ہیں وہ روحانی و اخلاقی اوصاف کے نتائج اور ربانی بخششوں میں سے ہیں۔دوسری قسم کے مذاہب نے جن گروہوں کو امتیازات دیے ہیں وہ ان کے وقتی مصالح یا گروہی خواہشات اور نفسانی تسکین کے لئے روا رکھے ہیں تا کہ ان کی شہوات و ہوس کی تکمیل ہوتی رہے اور امن و امان بھی قائم رہے۔

تہذیبی اور عمرانی نقطۂ نظر سے دیکھئے اور غور کیجئے کہ غالب اور حاکم لوگوں نے بڑے بڑے دنیا دار لوگوں کو جو خود اپنے علاقوں میں مالک تاج و تخت اور لاکھوں آدمیوں کی قسمت کے ناحق مالک و متصرف تھے۔انہیں قانوناً امتیازات دیے ہیں۔برطانیہ کے موجودہ شاہی خاندان کی لڑکیوں سے کوئی عام آدمی شادی نہیں کر سکتا اس کے لئے سزا مقرر ہے۔برطانیہ کا بادشاہ اگر غیر شاہی خاندان کی کسی عورت سے رشتہ کر لے تو تاج و تخت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ان کا ضابطۂ قانون ہی ایسا ہے چنانچہ ۱۹۳۶ء میں بادشاہِ انگلستان کا بھائی تخت و تاج سے محروم کیا جا چکا ہے۔شاہی خاندان کا کوئی فرد اپنی لڑکی کسی غیر خاندان کو دینے کے لیے دنیا کے کسی بھی ملک میں تیار نہیں ہوا ہے۔ہر شاہی خاندان اس امر کو اپنے وقار کے خلاف سمجھتا ہے۔پھر یہ بھی دیکھئے کہ آئین ساز لوگوں نے اوصافی اور طبقاتی گروہوں کو ہمیشہ ان کی بقاء و احیاء کے لیے امتیازات دیے اور مراعات سے مسلسل نوازا ہے۔بڑے بڑے نوابوں اور جاگیرداروں کو خصوصی امتیازات دیے جاتے رہے۔یونیورسٹیوں اور علمی اداروں کو ملک کے آئین میں نمائندگی کے حقوق دیے جاتے رہے۔کسانوں اور مزدوروں کو مراعات دے کر انہیں اپنی ترجمانی کے قابل بنایا جاتا ہے۔یورپ والوں نے اسی طرز کا آئین ہندوستانیوں کو بھی دیا تھا۔۱۹۳۵ کے ایکٹ کے مطابق صوبائی اسمبلیوں اور سنٹرل اسمبلی میں ملک کے مختلف طبقات کو نمائندگی کے مواقع دیے گئے۔مختلف

گروہوں کو مزید امتیازات و مراعات بہم پہنچانے کے لیے حکومتی دروازے کھلے ہیں پہلی جنگِ عظیم کے بعد "لیگ آف نیشن" قائم ہوئی۔ جس میں کئی اقوام شامل تھیں۔ ہر ایک اپنے اپنے ملک کی نمائندہ تھی۔ اربابِ غرض نے یہ لیگ قائم کی تھی اور اربابِ غرض ہی کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ اقبالؒ نے اسی جمعیت الاقوام کی نسبت کہا تھا۔

من ازیں بیش نہ دانم کہ کفن دزدے چند
بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند!

(پیامِ مشرق)

دوسری جنگِ عظیم کے معاً بعد پھر ایک تازہ دم انٹرنیشنل لیگ قائم کی گئی۔ جس کا نام "یونائیٹڈ نیشن آرگنائزیشن" (U.N.O) رکھا گیا۔ اس کے مختلف شعبے قائم کیے گئے۔ تمام حکمران اقوام کو اس کی رکنیت سونپی گئی، عہدے تقسیم ہوئے، اس میں بھی بعض اقوام کو ترجیحی حقوق دینے پڑے اور بعض طبقات کے امتیازات اور ان کے لئے مراعات کی سفارشات تسلیم کر لی گئیں۔ جب دنیا بھر کے آئین اسی نہج پر ہیں اور قانونِ فطرت اور آئینِ شریعت کے بالمقابل اپنی شیطانی فطرت اور شیطانی شریعت کے تقاضے پورے کرنے میں انہماک تامہ رکھتے ہیں تو پھر براہِ راست قانونِ فطرت اور آئینِ شریعت ہی کے تقاضے کیوں نہ پورے کیے جائیں؟ اور ازلی و ابدی روشنی سے دل و دماغ کو کیوں نہ منوّر کیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ امتیازات و مراعات کی نوازش میں بخل نہیں کرتے اور وہاں بخل وحسد کی خودغرضیوں کا کام ہی کیا تو اصلاح یافتہ نسل ونسب کی فوقیت از خود اسی سے عیاں و مبرہن ہے۔ خداوند کریم خود انبیائے کرامؑ اور ان کی ذرّیت کے انتخاب و امتیاز کا اعلان یوں فرماتے ہیں۔

☆ "ان اللہ اصطفیٰ اٰدم و نوحا و اٰل ابرٰھیم و اٰل عمرٰن علی العٰلمین"

(سورہ آل عمران ۳۔ آیت ۳۳)

معرکہ کربلا میں جب اشعث بن قیس کے فرزند محمد بن اشعث نے حضرت امام حسینؑ

پر اعتراض کیا تو آپ نے یہی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی تھی اور اعلان کیا تھا کہ آنحضرتؐ آلِ ابراہیمؑ ہیں اور میں آلِ محمدؐ ہوں۔ حضراتِ امامیہ کا خیال ہے کہ عمران حضرت ابی طالبؑ کا اسم گرامی ہے۔ اس تقریر کی روشنی میں بھی ذُرّیت علیؑ و فاطمہؑ ہی آلِ عمران قرار پاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ آلِ عمران کے اس واضح مفہوم سے انکار کیا جائے۔

ساداتِ کرام ہی ایک ایسی جماعت ہیں جو بحیثیت جماعت عملاً اور علماً اصلاحِ نسل کے موید و مبلّغ رہے ہیں اور اس کی کار برآوری میں ہمیشہ کوشاں رہے ہیں۔ چنانچہ اس مقام نظر سے یہ بھی واضح ہے کہ سیّد زادی غیر شخص کو نہیں بیاہی جا سکتی اور نہ سادات کو غیر کفو سے رشتہ کر کے اپنی نسل خراب اور کمزور کرنا چاہیے۔ قدرت کی طرف سے اس کی سزا بہت سخت ہے۔

☆ "جزاء بما كانوا يعملون" (سورة سجدة ۳۲ آیت ۱۷) احقاف ۴۶ آیت ۱۴ سورہ الواقعة ۵۶ آیت ۲۴).

اس حقیقت الامر کے تسلیم کر لینے کے بعد کہ آلِ محمدؐ یا با الفاظ رائج الوقت، ساداتِ کرام بحیثیت ایک جماعت برگزیدہ و منتخب اور منصوص من اللہ و منصوص من الرسول و منصوص با لآثار و العلائم و منصوص من الاسلاف و الاخلاف و منصوص بالتواتر و التعامل اس اُمّت میں شامل ہیں اور یہ اُمّت معلوم ہے کہ خیر الامم ہے تو پھر زندگی کے مسائل میں اسی گروہِ مقدس و محترم کی برگزیدگی کو اعلیٰ و اَتم ماننا پڑے گا اور اسے ہی اعلیٰ و اَتم ہونا چاہئے۔ اپنے رفیع منصب و مقام منصوص سے ان کا ذرہ بھر نیچے آ جانا ان کے لیے مُوجب عار و ننگ اور باعثِ ذلالت و تضحیک ہے۔

صَد مَرحَبا صدف کہ چُنیں پَرَوَرد گُہَر
آباء اَز و مکرم و اَبنَاء عزیز تَر

☆☆☆☆☆

کیا اسلام حسب ونسب کی تمیز روانہیں رکھتا

سرکار نبوت مدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ تھا۔

''انا افصح العرب بعثت بجوامع الکلم''

(ترجمہ) میں فصیح ترین عرب ہوں، میں جامع کلمات لیکر مبعوث ہوا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش سے تھے اور بنو ہوازن میں پرورش پائی تھی عرب میں فصاحت کے اعتبار سے یہ دونوں قبیلے بہترین تھے۔ پھر بنو سعد، ہوازن کی ایک شاخ ہے بنابریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

انا اعربکم، انا من قریش و لسانی لسان بنی سعد بن بکر ۔یعنی

(ترجمہ)"میں تم میں فصیح تر ہوں، قریشی ہوں اور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے

"(سیرۃ النبی جلد دوئم طبع اول ۱۹۷۵ص۔۱۷۔سید سلیمان ندوی)

"ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ اُم المومنین حضرت صفیہؓ رو رہی تھیں کہ آنحضرتؐ تشریف لائے اور ان سے رونے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ "مجھے حضرت حفصہؓ نے کہا کہ تم یہودی کی بیٹی ہو" آپؐ نے فرمایا" تم نبیؑ کی بیٹی ہو، تمہارا چچا پیغمبر ہے اور پیغمبرؐ کے نکاح میں ہو حفصہؓ تم سے کس بات پر فخر کر سکتی ہے"

(سیرۃ النبی بحوالہ ترمذی کتاب المناقب ص۴۷۵)۔

"ایک بار حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا کہ ہم رسولؐ اللہ کے

نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں بھی ہیں اور چچازاد بہنیں بھی۔ حضرت صفیہؓ کو ناگوار گزرا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے زیادہ کیونکر معزز ہوسکتی ہو۔ میرے شوہر محمدؐ میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہیں "

(سیرۃ النبی دوم طبع اول ۱۹۷۵ء ص ۳۸۸ سید سلیمان ندوی)۔

یہ حوالے ان لوگوں کے وسائل سے درج کیے گئے ہیں جو حسب ونسب رنگ ونسل اور زبان وملک کی تمیزوں کو ختم کردینا چاہتے تھے۔ ان حوالوں کو پھر پڑھا اور غور کیا جائے، کتاب وسنّت کے دساتیر کا مطالعہ کیا جائے اور اندازہ کیا جائے کہ وہ پیغمبر اکرمؐ "افصح العرب" اور "جوامع الکلم" تھے کہ نہیں؟ آنحضورؐ کی فصاحتوں اور ان کے کلام معجز نظام کی جامعیتوں کے کیا کہنے کہ جس مقام کے لیے انہوں نے جو کچھ کہا اس کے لئے اتنی ہی ضرورت تھی اور اس سے بہتر اس کی توضیح وتشریح کی حاجت نہ تھی۔ اس افصح کائنات نے جو کچھ کہا صحیفۂ تکوین اسی کا مقتضی تھا اور زبان فیض ترجمان سے جو مقدس کلمہ کہا وہ بہ ہر نوع جامعیت کاملہ کا نمونہ اُتم تھا۔ صحیفۂ تکوین کا کون سا باب اور فصل ہے جو آپ نے مکمل نہیں کرڈالا اور کون سا مقالہ اور مضمون ہے جو تشنۂ تکمیل اور محتاجِ تشریح رہ گیا ہے یا جس کے لئے الہام ربانی کی احتیاج باقی ہو؟

عموماً حسب ونسب کے اختلاف اور قوم وقبیلہ کے اختلافاتِ باہرہ کو بالکل اسلام کے منافی خیال کرلیا جاتا ہے اور قرآن وحدیث مبارکہ سے اس کی توثیق کردی جاتی ہے۔ علم وفضل اور تشریح وتفسیر کے نام سے ہر رطب ویابس اُگلا جاتا ہے اور ایک اچھی خاصی نسل تیار ہوگئی ہے جو پیروئ جدید کا شاہکار اور تقلید تازہ کا نمونہ ہے۔ آیاتِ ربانی شعوب وقبائل کے وجود کا اعلان کرتی ہیں۔ تحویلِ معانی ملاحظہ ہوں کہ بعینہٖ انہیں آیاتِ ربانی کو شعوب وقبائل کے عدم وجود کے اثبات میں پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسلام شعوب وقبائل میں تفریق کی اجازت نہیں دیتا۔ نسب ونسل کے احیاء کی اسلام میں گنجائش نہیں ہے بلکہ اسلام نے یہ بوسیدہ وپارینہ

تمیز بالکل ختم کردی ہے۔ لاحول ولا قوۃ! خدا گواہ ہے کہ قرآن کے طول وعرض میں ایسے فاسد خیال کے لئے ایک بھی آیت نہیں پائی جاتی۔

قرآنِ حکیم دینِ فطرت کا صحیفہ اور خداوندِ کریم وعلیم کا کلام موعظت نظام ہے نہ کہ زید وعمر کے اوہامِ فاسدہ اور خیالِ خام کی کوئی اساطیر الاوّلین، اب سنیئے قرآن کہتا ہے۔

☆ یایھا الناس انا خلقنکم من ذکروانثی و جعلنکم شعوبا و قبایل لتعارفوا ط ان اکرمکم عنداللہ اتقکم۔ ان اللہ علیم خبیر۔ (الحجرات ۴۹: ۱۳)

اس آیتِ کریمہ کو شعوب وقبائل کی عدم تفریق پر شہادت میں پیش کیا جاتا ہے۔ حالاں کہ یہ آیت شعوب وقبائل کی ساختِ ربّانی پر حجت، ایک دوسرے سے تمیزِ تخلیق ہونے پر دلیل اور ان آثار وعلائم کی گواہ ہے جو تعارفِ باہمی کا موجب ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ بریں یہ آیت تعریف وتمیز اور شعوب وقبائل کی ترویج وتائید کا ثبوت فراہم کرتے ہوئے عین فطرت کے تقاضوں کی حامل ہے۔ ان امتیازات کا انکار کرنا کائنات کی بوقلمونی اور گوناگوں حیثیت سے صاف طور پر اعراض کرنے کے مترادف ہے اور کسی کے رعب ودبدبہ اور ماحول وتاثراتِ وقتی کے تحت خیالِ فاسد اور خلافِ فطرت اصول کے اقرار کی تبلیغ ہے۔ قرآن کریم قوم، نسب، شعوب و قبائل کے وجودِ برحق ہونے کا اعلان کر رہا ہے، ان کے وجود وساخت کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے۔

تخلیق کے لئے مذکورہ آیت میں "خلقنا" فرمایا ہے اور شعوب وقبائل کے قیام کو" جعلنا "سے وابستہ فرمایا ہے۔ بعض حضرات ساری آیت کو نسیاً منسیاً کر دیتے ہیں صرف "انّ اکرمکم عنداللہ اتقکم "کا فقرہ لیکر سیاق وسباق کو ترک کر دیتے ہیں اور آیت کے اصل مفہوم ومراد پر قطعاً نگاہ نہیں ڈالتے۔ اسی انداز کی ایک اور آیت ہے، اسے تو بالکل ہی فراموش کر دیا گیا ہے۔ تحریفِ لفظی سے تو قرآن بچ گیا، لیکن تحریفِ معنوی کا سلسلہ بدستور جاری ہے۔

☆ وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صھرا ط

و کان ربک قدیرا (سورۃ الفرقان ۲۵آیت ٥٤)

اس آیت میں تخلیقِ بشریت کا اعلان ہے، پھر تشکیلِ نسب وصہر کا اعلان، اور ان امور پر صانع کردگار کی قدرتِ کاملہ کا اعلان واظہار ہے۔

ایک دوسری آیت جسے نسب کی بے مائیگی اور بے کاری کے اثبات میں بیان کیا جاتا ہے اور اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے مخلوق خدا کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ یہ ہے

☆ فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینھم یومئذ ولا یتساء لون
(سورۃ المؤمنون ۲۳ آیت ۱۰۱)

یہ آیت دراصل ایک خاص وقتِ موعود کے لئے ہے جب باہمی سلسلہ اتصال ختم ہو جائے گا اور نسب ونسل کا معاملہ اس موقع پر منقطع ہو چکا ہوگا۔ اس وقتِ موعود میں عمومی حیثیت سے یہ معاملہ سربستہ ہو جائے گا۔ اس گھڑی میں وفات وولادت کی گرم بازاری نہیں ہوگی لیکن کم ازکم اُس وقتِ موعود تک تو وجودِ انساب کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا، خواہ تسلیماً اور خواہ طوعاً وکرہاً۔

پس واضح ہوا کہ دینِ اسلام قوم، شعوب وقبائل، حسب ونسب اور ددیال ونھیال کا پوری طرح مجوّز ہے اور اس کا ہرگز انکار نہیں کرتا۔ پھر بعض احادیث پیش کی جاتی ہیں مثلاً

☆ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلکم ابناء ادم وادم من تراب

اسی طرح یہ حدیث ایک دوسری جگہ یوں بھی ہے۔

☆ ان اللہ قد اذھب عنکم عصبۃ الجاھلیۃ و فخرکم بالاباء کلکم بنو ادم و ادم من تراب۔ (حدیث)

پھر اسی طرح ایک اور حدیث ہے۔

☆ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی لا فضل لا حمر علی اسود ولا اسود علی احمر۔ (خطبۃ الوداع)

یہ تمام احادیثِ مبارکہ نہ تو شرف ونسب کے منافی ہیں اور نہ ہی شرف ونسب کو عبث و بے کار ثابت کرتی ہیں۔ان سے تو دراصل وطنیت کے استیلاء کی اس ملعون کیفیت اور اسی نوع کی دیگر لعنتوں کا سد باب ہوتا ہے جو قیصر وکسریٰ کی سنّت ہے اور آج یورپ سے ہمارے ہاں درآمد کی جاتی ہیں کہ کسی عجمی کو کسی عربی پر فضیلت نہیں ہے یعنی استکبار وتفاخر، جیسا کہ یورپ میں ہے اور برصغیر کے دیگر ممالک میں جڑیں پکڑ چکا ہے۔ یہ ملعون ہے تاہم رنگ کی وجہ سے فضیلت جتانے کا سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ردّ فرمایا ہے۔ باپ دادا پر فخر کرنے والے جبکہ ان کے باپ، دادے بقول قرآن" اولو کان اٰباؤھم لایعقلون شیئا و لایھتدون "(البقرہ۲۔آیت ۱۷۰) کے مصداق ہیں۔ان احادیث میں ان پر فخر کی تردید فرمائی گئی ہے اور "کُلُّکُمْ بنو اٰدم " بلاشبہ تمام نسل انسانی "کُلُّکُمْ بنو آدم " کے ضمن میں ہے اور تمام نسلِ انسانی جو ربع مسکون پر آباد ہے نسلِ آدم ہی ہے لیکن صورتِ اوّل میں آباؤ اجداد پر فخر اور ان کی پیروی وعصبیت جاہلیت ہے اور صورتِ ثانی میں حمیّتِ اسلامی ہے۔ نیز رنگ وزبان کے انکار میں یہ آیت کریمہ بھی پیش کی جاتی ہے۔

☆ و من ایٰتہ خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم (سورہ روم پارہ ۲۱ آیت ۲۲)

حالاں کہ یہ آیت زمین وآسمان میں رنگ وزبان کے اختلاف پائے جانے کے اعتبار سے ایک آیت ربانی ہے۔یعنی رنگ وزبان کا جو اختلاف ہے اس خالقِ کائنات کی آیاتِ خلق وقدرت سے ہے۔ پھر بھی ایک حدیث کا یہ ٹکڑا پیش کر دیا جاتا ہے کہ لافضل لاحمر علی اسود. کہ سفید کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔

خدارا غور کیجئے اس سے رنگ وزبان کا عدم جواز کہاں سے ثابت ہوگیا؟ اس سے تو صرف کالے اور گورے کی عدم فضیلت معلوم ہوئی اور یہ حق ہے، وہ بھی رنگ ہے یہ بھی رنگ ہے، کسی کو وہ پسند ہے کسی کو یہ قبول! پس اس سے یہ واضح ہوا کہ رنگ وزبان کے اختلافات

قدرت کی نشانیوں سے ہیں نہ کہ ان کا انکار کر کے خدائی نشانات سے انکار کر دیا جائے۔ جس طرح دُنیا کے دیگر الہامی مذاہب ایک نظریہ اور آئین رکھتے ہیں اور اس میں ایک حصہ بدیہیات کا ہوتا ہے اور ایک حصہ نظریات کا، دوسرا محکمات کا، اسی طرح ایک متشابہات کا اور دوسرا روزمرّہ کے عملی مراسم کا ہوتا ہے۔ ایک حصہ اعتقادی ہوتا ہے بعض حصے عوام کی ترجمانی پر مشتمل ہوتے ہیں اور بعض حصے آئین سازوں کی ذہنی کیفیت کے آئینہ دار اور مقلّدانہ نہیں بلکہ مجدّدانہ امور پر مرکوز رہتے ہیں۔ بعض کے نتائج فوری ہوتے ہیں اور کچھ کے نتائج مستقبل سے وابستہ ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح اسلام بھی ایک عملی حصہ رکھتا ہے اور ایک نظریاتی، وہ کسی بھی عمل اور نظریاتی معاملہ میں اپنے سے غیر کے لیے بنیادی طور پر محتاج نہیں ہے۔ اس کے لیے کوئی بدلتا ہے تو بدلے وہ کسی کی خاطر بدلنے کے لیے تیار نہیں۔ وہ اس بات کو نہیں مانتا کہ ماحول ساز گار نہیں ہے تو وہ بدل جائے اور ماحول کے ساتھ برق رفتار ہو جائے اگر اس کا کوئی رفیقِ راہ نہیں بنتا تو وہ دوسروں کی رفاقت کے لئے دوڑ پڑے۔ یہ بات سراسر اس کی سرشت کے خلاف ہے۔ اسلام کے مطالبے بالکل ہی کچھ اور ہیں لیکن ماحول کے تقاضے بالعموم ایک دوسرے ہی ڈھنگ پر واقع ہوئے ہیں۔ کسی کا قبلہ ماسکو ہے اور کسی کا برلن، کسی کا مدینہ لندن ہے اور کسی کا نیویارک، اسلام نہ تو مغرب کی کذب بافیوں کا اقرار کر سکتا ہے اور نہ مشرق کی سچائیوں کو ٹھکرا سکتا ہے وہ خود اپنے ہی ایک نظریہ و آئین کا مالک ہے اور اسی کے تحت اپنے زیرِ فرمان سوسائٹی چاہتا ہے۔ وہ اپنے آئین کی زبان کا بھی زبردست حامی و مؤید ہے اور اس زبان کی قدامت و بزرگی کا بھی مدعی ہے۔ اگر چہ دوسری زبانوں کے اختیار کیے جانے کا مانع بھی نہیں، وہ تمام نسلوں، نسبوں، قوموں، وطنوں، ملکوں، رنگوں اور زبانوں کے وجود کو برقرار رکھنا چاہتا ہے۔ اسلام نسب و نسل کی تمیز کو جائز رکھتا ہے۔ عالمگیر اصولوں میں سے مساوات کا حامی ہے لیکن انسانی حقوق و اختیارات کو مناسب طور پر تسلیم کرتا ہے۔ اخوت کا علمبردار ہے اور معیشت کی مساوات، قانونی مساوات، اخلاقی مساوات، فاتح و مفتوح میں انسانی مساوات اور

اقتصادی مساوات کا بھی حامی ہے۔

اسلام باہمی خلفشار کو دور کرنے، پُر امن گھریلو زندگی بسر کرنے، عورت و مرد میں باہمی انس و محبت کے صحیح قیام اور حدود کے قائم کرنے میں بہت مآل اندیشی سے کام لیتا ہے۔ زوجین کا عدم توافق اور ان کے لواحقین کا باہم نفاق، صلح و اتفاق کے راستہ میں سدِ راہ بنتا ہے اور نہ نسل کی تعمیر و تشکیل کی منزل میں ہولناک کانٹے بکھیرتا ہے۔ اور نہ دو خاندانوں کی باہمی منافرت اور آویزش، تہذیب و شائستگی کے منافی، امن و امان کے لیے وبالِ جان اور تمدنِ صالح کی پائمالی کا موجب ہے۔ پس اس لیے متعدد عملی مصالح کے پیش نظر نسب و صہر اور شعب و قبیلہ اور کفو کی تمیزات و اعتبارات کو جائز رکھا گیا ہے۔ عرب سلاطین نے اس لیے بھی اس مسئلہ پر زور نہیں دیا کہ ان کی رعایا کے عام افراد کو یہ حوصلہ ہی نہ تھا کہ نجیب و اشراف خاندانوں سے مطالبہ مناکحت کریں اور ایک معلوم، جاری و ساری روش سے روگردانی کا تصور تک کریں۔ پھر یہ بھی ہے کہ کسی نسب کو دوسرے نسب پر شرف و فضل نہ بھی سہی لیکن دونوں نسبوں میں جو امور ذریعۂ اعتبار و اعتراف ہیں ان سے انکار یقیناً فتورِ معاشرت کا سبب بن جاتا ہے۔ ہم کفو، ہم کفو سے مناکحت کرے تو یہ عین فطرت کے مطابق طرزِ عمل ہے اور یہی اسلام کا منشا بھی ہے۔

فقہائے اسلام نے احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کو مدوّن کیا اور کفو کو ایک مستقل ضابطہ کی حیثیت دے دی ہے "عہد مشہود لہا بالخیر" میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے جو نسلِ انسانی کی تاریخ "ہیرو ورشپ" میں مناسب مقام کے مالک ہیں اور تاریخِ مسلمین کے اکابر مشاہیر میں سے اعلیٰ درجہ کے منتظم و سیاسی پیش منظر کے مردِ آہن تھے۔ انہوں نے جہاں اور مفید تدابیر اور کارنامے انجام دیے وہاں مسئلہ کفو کی اہمیت کو بجا طور پر محسوس کیا اور اس کے بارے میں احکامِ شرعی جاری کیے۔ لوگوں کو اس کے اختیار پر مائل کیا۔ بعض حضرات دانستہ طور پر بے جا تصرّفات اور تصریحات کو کام میں لاتے ہیں مثلاً حسب و نسب کے خلاف اسے پیش کرتے ہیں کہ

لایدخل الجنة من کان فی قلبه ذرہ من کبر-فقال الرجل یا رسول

الله مالكبرو الغرور. قال الكبر بطرق الحق و عمط الناس۔

(ترجمہ) "جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا"
ایک شخص نے پوچھا یارسولؐ اللہ غرور کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

غرور یہ ہے کہ امر حق کو برا سمجھے اور لوگوں کو حقیر نگاہوں سے دیکھے" (مشکوٰۃ شریف)

خدارا انصاف کیجئے! اس سے نسب کے انکار کی کونسی صورت نکلتی ہے۔ سوائے بے جا من مانی بات کے جو لوگوں کے ذہن میں ٹھونسی جائے اور زبردستی منوایا جائے۔ لیکن پریس اور پلیٹ فارم آج ایسے ہی لوگوں کے قبضہ وتصرف میں ہیں۔ حق مہجور و مستور ہو گیا ہے۔ اس حقیقت کی حمایت وتوضیح میں ایک آواز بھی سنائی نہیں دیتی کہ نسل ونسب ایک ضروری اور جائز مسئلہ ہے۔ پس یہ کہنا کہ اسلام میں قوم و وطن رنگ وزبان اور نسل ونسب کی کوئی اہمیت وتمیز ہی نہیں روا رکھی گئی، ایک باطل خیال ہے۔

حمدِ بیحد بر رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم را
آنکہ ایماں داد مشتِ خاک را

☆☆☆☆☆

منصوصاتِ انسابِ صالحہ و نفعِ آخرت

☆ قریش علی مقدمة الناس یوم القیامة ولو لا ان یبتطر قریش لَاخبر تها بما لمحسنها من الثواب عندالله

(رواہ ابن عدی)

(ترجمہ) قیامت کے روز سب لوگوں سے آگے قریش ہوں گے اور اگر قریش کے اترا جانے کا خیال نہ ہوتا تو میں انہیں بتا دیتا کہ ان میں سے نیک کے لئے اللہ کے یہاں کیا ثواب ہے۔

☆ان لواء الحمد یوم القیامة بیدی و ان اقرب الخلق من لِوَآئی یَومئِذٍ العرب

(ترجمہ) بے شک روز قیامت لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور بے شک اس دن تمام مخلوق میں میرے نشان سے زیادہ قریب عرب ہوں گے۔

(طبرانی)

☆اول من اشفع له یوم القیامة من امتی اهل بیتی ثم الاقرب فا لاقرب الی قریش ثم الانصار ثم من امن بی واتبعنی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم و من اشفع

له اولا افضل. (طبرانی دارقطنی)

ترجمہ: میں قیامت کے دن سب سے پہلے اپنے اہلِ بیتؑ کی شفاعت کروں گا۔ پھر درجہ بدرجہ جو زیادہ نزدیک ہیں قریش تک پھر انصار پھر وہ اہلِ یمن جو مجھ پر ایمان لائے اور میری پیروی کی۔ پھر باقی عرب پھر اہلِ عجم اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ افضل ہے۔

☆**لو انی اخذت بحلقة باب الجنة مابدات الابکم یا بنی هاشم** (رواهُ الخطیب)

(ترجمہ) میں دروازہ بہشت کی زنجیر ہاتھ میں لوں تو اے بنی ہاشمؑ پہلے تمہیں سے شروع کروں گا۔

☆**اترون انی اذا تعلقت بحلق ابواب الجنة اوثر علی بنی عبدالمطلب احدا.** (رواهُ ابن النجار)

(ترجمہ) کیا یہ خیال کرتے ہو کہ جب میں جنت کی زنجیر اپنے ہاتھ میں لوں گا اس وقت اولادِ عبدالمطلب پر کسی اور کو ترجیح دوں گا؟

☆**کل سَبَبٍ وَّ نَسَبٍ یَّنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیامَةِ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِی**

(رواهُ البزاز والطبرانی)

(ترجمہ) ہر علاقہ اور رشتہ روز قیامت منقطع ہو جائے گا۔ ماسوائے میرے تعلق اور رشتہ کے۔

☆**کل نسب و صهر ینقطع یوم القیامة الا نسبی وصهری.** (رواهُ ابن عساکر)

(ترجمہ) ٹوپی اور پائنچے کے سب رشتے قیامت میں منقطع ہو جائیں گے، مگر میرے رشتہ نسب وصہر کے۔

☆ مابال اقوام یزعمون ان قرابتی لا تنفع کل سبب و نسب ینقطع الانسبی فانها موصولة فی الدنیا والاخرة
(رواهُ البزاز)

ترجمہ: ان لوگوں کا کیا حال ہے جو یہ زعم کرتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہ دے گی ہر علاقہ اور رشتہ قیامت میں منقطع ہو جائے گا۔ مگر میرا رشتہ اور علاقہ دنیا و آخرت میں جڑا ہوا ہے۔

☆مابال رجال یقولون ان رحم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنفع قومہ یوم القیمة واللہ ان رحمی موصولة فی الدنیا والا خرة .(رواهُ الحاکم)

(ترجمہ) ان لوگوں کا کیا خیال ہے جو یہ کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی قرابت قیامت کے روز ان کی قوم کو نفع نہ دے گی۔ خدا کی قسم میری قرابت دنیا و آخرت میں پیوستہ ہے۔

☆رایت کانی دخلت الجنة لجعفر درجة فوق درجة زید فقلت ماکنت اظن ان زیداً دون جعفر فقال جبریل زیدلیس بدون الجعفر ولکنا فضلنا جعفر لقرابة منك.
(حاکم، طبقات ابن سعد)

(ترجمہ) میں نے جنت میں جا کر ملاحظہ کیا کہ جعفر ابن ابی طالبؓ کا درجہ زیدؓ بن ثابت کے درجے سے اوپر ہے۔ میں نے کہا مجھے گمان نہ تھا کہ زید جعفر سے کم ہیں۔ جبریلؑ نے عرض کی زیدؓ جعفرؓ سے کم تو نہیں مگر ہم نے جعفرؓ کا درجہ اس لئے زیادہ کیا ہے کہ انہیں حضور ﷺ سے قرابت ہے۔

☆ من قرا القراٰن فاستظهره فاحل حلاله وحرم حرامه

ادخلـه الله به الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بیته کلهم قدوجبت له النار. (ابن ماجه و ترمذی)

ترجمہ: جس نے قرآن حفظ کیا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد کا شفیع مقبول بنائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

☆ الحـاج یشـفـع فـی اربـع مـائة من اهل بیت( ) اذقـال مـن اهـل بیتـه ویـخـرج من ذنوبه کیوم ولدته امه (رواہُ البزاز)

ترجمہ حاجی اپنے اعزہ و اقارب میں سے چارسو افراد کے حق میں شفاعت کرے گا (...) اور حاجی گناہوں سے ایسے پاک ہوجاتا ہے جس طرح کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

☆الشهید یشفع فی سبعین من اهل بیته .(ابو داؤد)

(ترجمہ) شہید کے ستر اقارب کے بارے میں اس کی شفاعت قبول ہوگی۔

☆الشهیـد یغفرله فی اول دفعة من دمه و یتزوج حوران و یشفع فی سبعین من اهل بیته (رواہُ الطبرانی)

(ترجمہ) شہید کے بدن سے جو خون پہلی بار نکلتا ہے اس کے ساتھ ہی اس کی مغفرت فرما دی جاتی ہے اور روح نکلتے ہی دو حوریں اس کی خدمت کو آجاتی ہیں اور اپنے گھر والوں سے ستر اشخاص کی شفاعت کا اسے اختیار دیا جاتا ہے۔

☆انّ الشّهیـد عند الله سبع خصال (الیٰ ان قال) و یشفع

سبعین اِنسانًامِنْ اقربه. (رواہُ احمد، طبرانی)

(ترجمہ) اللہ کے ہاں شہید کے لیے سات کرامتیں ہیں ہفتم یہ کہ اس کے اقربا میں ستر شخصوں کے حق میں اسے شفیع بنایا جائے گا۔

☆یصف الناس یوم القیامة صفوفاً فیمر رجل من اهل النار علی رجل من اهل الجنة فیقول یا فلان اما تذکر یوم استسقیت فسقیتك شربة فیشفع له و یمر الرجل علی الرجل فیقول اماتذکر یوم فاولئك طهوراً فیشفع له فیقول یا فلان اماتذکر یوم بعثتنی فی حاجة کذا فذهبت لك فیشفع له (رواه ابن ماجه)

(ترجمہ) لوگ قیامت کے روز پرے باندھے ہوں گے۔ ایک دوزخی ایک جنتی کے پاس سے گذرے گا اس سے کہے گا کہ آپ کو یاد نہیں آپ نے ایک دن مجھ سے پانی پینے کو مانگا میں نے پلایا تھا اتنی بات پر وہ جنتی اس دوزخی کی شفاعت کرے گا ایک اور شخص دوسرے کے پاس سے گزرے گا کہے گا کہ آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن میں نے آپ کو وضو کے لیے پانی دیا تھا اتنے ہی پر وہ اس کا شفیع ہو جائے گا۔ ایک شخص دوسرے سے کہے گا آپ کو یاد نہیں کہ ایک دن آپ نے مجھے فلاں کام کو بھیجا میں چلا گیا تھا اسی قدر پر یہ اس کی شفاعت کرے گا۔

☆ان الله یصلح بصلاح الرجل ولده وولد ولده و یحفظ فی ذریته ولد ویراعی حوله فما یزالون فی ستر من الله و عافیته. (رواة ابن مردویه)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کی اصلاح اس کی اولاد در اولاد کی اصلاح

فرما دیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی وامان میں رہتا ہے۔

☆ان اللہ یخلف العبد المؤمن فی ولدہ ثمانین عاما (رواہٗ احمد)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی اولاد میں (۸۰) اسی برس تک اس کی رعایت کرتا ہے۔

☆اذا دخل الرجل الجنۃ سئل عن ابویہ و ذریتہ و ولدہ فیقال انھم لم یبلغوا درجتك و عملك فیقول یا رب قدعملت لی ولھم فیؤمر بالحاقھم (طبرانی)

(ترجمہ) جب آدمی جنت میں جائے گا اپنے ماں باپ اور بچوں اور اولاد کا پوچھے گا ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجہ وعمل تک نہ پہنچے وہ عرض کرے گا اے میرے ربّ، میں نے تو اپنے اور ان سب کے نفع کے لئے اعمال کیے تھے اس پر حکم ہوگا وہ اس سے ملادیے جائیں۔

☆ھم ذریۃ المؤمن یموتون علی الا سلام فان کانت منازل اباۂھم ارفع من منازلھم لحقوا باباۂھم ولم ینقصوا من اعمالھم التی عملوا شیًٔا (رواہٗ ابن ابی حاتم)

(ترجمہ) یہ ذرّیتِ مومن کا حال ہے، جو اسلام پر مریں اگر ان کے باپ دادا کے درجے ان کی منزلوں سے بلندتر ہوئے تو یہ اپنے باپ دادا سے ملادیے جائیں گے اور ان کے اعمال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

یہ منصوصاتِ قطعیہ وہ ہیں جن سے انسابِ صالحہ کی تقویت اور ان کا نفع آخرت و فائدہ مند ہونا ثابت ہوگیا ہے اور پورے زور سے یہ بات موثق ہوگئی۔ یہ وہ ارشادات ہیں جو

متعدد مواقع پر حضورؐ نے فرمائے ہیں ان سے انسابِ صالحہ کی حقیقت و صادقیت آسمان پر پھیلی ہوئی روشنی کا سماں باندھ دیتی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی توثیق کے لئے حسب حال بعض آیات بھی ذیل میں درج کر دی جائیں کہ اشارۃ النصِ قرآنی و عبارۃِ قرآنی اور نصوصِ نبویؐ کے توافق نے اس مسئلہ کی تصدیق کو دو آتشہ بنا دیا ہے۔

☆**وَاَمَّا الجِدَارُ فَكَانَ لغلمين يتيمين فى المدينة و كان تحته كنز لهما و كان ابوهما صالحا فاراد ربك ان يبلغا اشدهما و يستخرجا كنزهما رحمة من ربك.**

(سورہ کہف ۱۸ آیت ۸۲)

(ترجمہ) اور وہ جو دیوار تھی (جسے میں نے کھڑا کر دیا) تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اس کے نیچے ان میں دونوں لڑکوں کا خزانہ (گڑا ہوا) تھا اور ان کا باپ ایک نیک آدمی تھا۔ تمہارے پروردگار نے چاہا کہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کو پہنچیں تو تمہارے پروردگار کی مہربانی سے اپنا خزانہ نکال لیں۔

☆**والذين امنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنابهم ذريتهم و ما التنٰهم من عملهم من شىء.**

(سورۃ طور ۵۲ آیت ۲۱)

(ترجمہ) اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا تو ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے اور ہم ان کی کارگزاریوں میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔

صاحب الارادة الادب لفاضل النسب نے متذکرہ فوق آیات و احادیث کی قسم کے بہت سے استشہاد کے بعد نتیجہ اخذ کیا ہے:۔

''جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل و اولاد کو دین دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے

تو علیؑ و جعفرؓ و عباسؓ و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاحِ عظیم کا کیا کہنا جن کی اولاد میں علوی و جعفری و عباسی و انصاری ہیں، یہ کیوں نہ اپنے نسبِ کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع کمائیں گے۔ پھر اللہ اکبر۔ حضرات ساداتِ کرام اولادِ امجاد حضرت خاتون الجنت بتول زہراؑ کہ خود حضور پرنور سیّد الصالحین وسیّد العالمین سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند بالا ہے۔ اللہ عزّ و جل فرماتا ہے:-

☆ انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا (الاحزاب ۳۳ آیت ۳۳)

(ترجمہ) اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی کو دور کرے۔ اے نبیؐ کے گھر والو اور تمہیں ستھرا کر دے خوب پاک فرما کر۔

(الارادۃ الادب لفاضل النسب ص ۲۴)

پھر آلِ محمد علیہ السلام کی حمایت میں مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال فرماتے ہیں:۔

☆"ان فاطمة احصنت فحرم الله نفسها و ذریتها علی النار" (طبرانی و حاکم)

(ترجمہ) بے شک فاطمہؑ نے اپنی حرمت نگاہ رکھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی تمام نسل کو آگ پر حرام فرما دیا۔

☆"سالت ربی اَنْ لا یدخل النار احداً مِن اَهْل بَیتی فَاَعطانی ذٰلِکَ۔" (رواہُ ابو القاسم)

(ترجمہ) میں نے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے اہلبیتؑ سے کسی کو دوزخ میں نہ لے جائے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

☆انها سمیت فاطمة لاَن الله تعالیٰ فطمها و ذریتها عن النار یوم القیامة

(ترجمہ) فاطمہ الزہراؑ کا نام فاطمہؑ اس لیے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی نسل کو قیامت میں آگ سے محفوظ فرما دیا۔

☆من رضا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیتہ النار. (رواۃ ابن جریر)

ترجمہ: حضورؐ اقدس کی رضا میں یہ ہے کہ حضورؐ کے اہلِ بیتؑ سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے۔

ولسوف یعطیك ربك فترضٰی۔ (سورۃ الضحیٰ ۹۳۔ آیت ۵)۔ کی تفسیر میں ایسا ہی ابن عباسؓ سے منقول ہوا ہے اور حضورؐ کے ساتھ خداوند کریم کا وعدہ ہے۔

☆وعدنی ربی اهل بیتی من اقر منهم بالتوحید ولی بالبلاغ ان لا یعذبهم (رواہُ حاکم)

(ترجمہ) میرے رب نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری اہلبیتؑ سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان لائے گا اسے عذاب نہ فرمائے گا۔

☆یا علی! ان اول اربعة یدخلون الجنة انا وانت والحسن والحسین و ذرّیتنا خلف ظهورنا
(رواۃ ابن عساکر و الطبرانی)

(ترجمہ) اے علیؑ! سب سے پہلے جو چار جنت میں داخل ہوں گے۔ میں ہوں اور تم اور حسن و حسین اور ہماری ذریتیں ہمارے پس پشت ہوں گی۔

☆ اول من یَرِدُ علیّ حوضی اهل بیتی و من احبنی من امتی. (رواہ الدیلمی)

(ترجمہ) سب سے پہلے میرے پاس حوض پر آنے والے میرے اہلِ بیتؑ ہیں اور میری اُمّت سے میرے چاہنے والے۔

☆قال علی علیہ السلام! سَمِعْتُ رسول للّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لِقول اللھم اِنّھُم عترۃ رَسُوْلِکَ فھب مُسیئھم لمُحسنِھم وَ ھبھُم لی فَفَعَل قُلتُ ما فعل؟ قال فعلَہٗ ربکم بکم و یفعَلہ بمن بعد کم. (رواہ المحب الطبری عن علی المرتضٰی)

(ترجمہ) حضرت علی علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ میں نے رسولؐ اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ تیرے رسولؐ کی آل ہیں تو ان کے بدکاران کے نیکوکاروں کو دے ڈال اور ان سب کو مجھے ہبہ فرما دے، پس اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا، میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ فرمایا پس جو تمہارے ربّ نے تمہارے ساتھ کیا تمہارے بعد آنے والوں کے ساتھ بھی ویسا ہی کرے گا -

ازاں بعد "صاحب الارادۃ الادب لفاضل النسب نے مخالفین و معاندینِ انساب و اہلِ بیتؑ کا ابطال مندرجہ ذیل مسکت دلائل سے کیا ہے اور ان کی مغالطہ آمیزیوں اور افراط و تفریط کی کا مجوئیوں کا قلع قمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"ان نصوصِ جلیلۂ قرآن عظیم و احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روشن ہوا کہ:

حدیث مسلم "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من ابطابہ عملہ لم یسرع بہ نسبہ "میں نفی نفع مطلق ہے نہ نفی مطلق؟ ورنہ معاذاللہ "یہ آیہ کریمہ الحقنابھم ذریتھم" (سورہ طور آیت ۲۱) کے صریح معارض ہوگی۔

آیۂ کریمہ

☆" فاذانفخ فی الصور فلا انساب بینهم یومئذٍ ولا یتسآء لون " کہ ایک وقتِ مخصوص کے لئے ہے۔

☆الاتریٰ الی قوله تعالٰی ولا یتسآء لُون . معه قوله عزوجل و اَقْبَلَ بَعْضُهم علٰی بَعضٍ یَتَسَآء لونَ . روی سعید بن منصور فی سننه و ابناء حمید والمنذر و ابی حاتم عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال انها مواقف فاما الموقف الذی لَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یومئذ وَ لَا یَتَسآءَ لُون عندالصعقه الاولٰی لا انساب بینهم فیها اذا صعقوا فاذا کانت النفخة فاذا هم قیام یتساء لُون

جب کہ احادیثِ متواترہ سے فضلِ نسب وفرقِ احکام ونفع آخرت بلاشبہ ثابت ہے

مثال حدیث:

☆"الا لا فضل لعربی علٰی عجمی و لا لاحمر علٰی اسود حدیث انظر فانك لست بخیر من احمرولا اسود الا ان تفضله بتقویٰ" میں مثل آیہ کریمہ": ان اکرمکم عندالله اتقٰکُم " سلب فضل کلی ہے نہ سلب کلی فضل؟

"حدیث لا اغنی عنکم من الله شیئا" میں نفی اغنائے ذاتی ہے نہ کہ معاذ اللہ سلب اغنائے عطائی۔ کہ احادیثِ متواترہ شفاعت واجماعِ اہل سنت کے خلاف ہے" پھر آگے چل کر اپنے یقین وایمان اور محبت سادات کی کیفیت اسی باب میں یوں ظاہر فرماتے ہیں:-

"تفاضل انساب بھی یقیناً ثابت اور نسب کو مطلقاً محض بے قدر وضائع و برباد جاننا سخت مردود و باطل، خصوصاً اس نظر سے کہ اس کا عموم عرب بلکہ قریش بلکہ بنی ہاشم بلکہ سادات کرام کو بھی شامل۔ اب یہ قول اشد غضب و ہلاک دیوار سے ہائل روا ای پر نظر فقیر

غفرلہ القدیر کو اس قدر تطویل پر حامل کہ نسب عرب نہ کہ قریش نہ کہ ہاشم نہ کہ سادات کرام کی حمایت ہر مسلمان پر فرض کامل" (صفحہ ۲۹)

صاحب "الارادۃ الادب لفاضل النسب" حضرت مولانا احمد رضا خان قادری بریلویؒ نے ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۰ء میں آج سے ستانوے برس قبل یہ رسالہ ارقام فرمایا ہے۔ اگر وہ آج زندہ ہوتے تو تڑپ جاتے اور یہ تائید وحمایت اہل بیت کرامؓ اور تردید وتکذیب ارباب خدع وفریب اور محرکینِ مخترعات وبدعات، صرف ان کا انوکھا کارنامہ نہیں ہے۔ ان سے پہلے بھی لوگوں نے اس طرف توجہ کر کے ایمان وایقان کی قندیلیں روشن کی ہیں۔ مثلاً امام حافظ ابن حجر مکیؒ نے صواعقِ محرقہ میں مغالط آمیز حضرات کے تفہیمات کی یوں تردید اور توضیح فرمائی ہے۔

" قال المحب الطبری و غیرہ من العلماء انه صلی الله تعالیٰ علیه و سلم لا یملك لا حد شیئا لا نفعاً و لا ضراً لکن الله عزوجل یملکه نفع اقاربه بل وجمیع امة بالشفاعة العامة و الخاصة فهو لا یملك ال یملکه له مولاہ کما اشار الیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم . غیر ان لکم رحماسا بلها ببلا لها و کذا معنی قوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لا اغنی عنکم من الله شیئا بمجرد نفسی من غیر ما یکر منی به الله تعالیٰ من نحو شفاعة او مغفرة و خاطبهم بذالك رعایة لمقام التخویف والحث علی ان العمل ولحرص علی یکونوا اولی الناس خطا فی تقوی الله تعالیٰ و خشیة ثم اوماء الی حق رحمه اشارة الی اوقال نوع طمانیة علیهم و قیل هذا قبل علمه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بان الانتساب الیه تنفع بانه یشفع فی ادخال قوم الجنة بغیر حساب و رفع درجات آخرین واخراج قوم من النار"

اس میں بعض احادیث کے نفع کریم کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

☆ و لا ینا فی هذه الاحادیث ما فی الصحیحین و غیرهما

انه لما نزل قوله تعالیٰ وانذر عشيرتك الا قربين فجمع
قومه ثم عم و خص بقوله لا اغنی عنکم من الله شئيا حتى
قال يا فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اما لان هذه
الرواية محمولة على من مات كافرا وانها خرجت فخرج
التغليظ والتنفير او انها قبل علمه بانه يشفع عموما و
خصوصا. (ابن حجر مکی صواعق محرقه ص ۲۳۱ استانبول ۱۴۰۴)

علامہ منادیؒ اپنی کتاب تیسیر میں حدیث کل سَبَب و نَسب کے تحت فرماتے ہیں:۔

☆لا يعارضه قول صلے الله تعالیٰ عليه واله وسلم لا هل
بيته لَا اغنی عنکم من الله شيا لان معناه انه لايملك لهم
نفعا لٰكن الله يملكه نفسهم بالشفاعة فهو لا يملك الا
ماملكه ربه. (علامه منادی في تيسير)

(ترجمہ) "ایں غایت و انذار و مبالغہ در آنست والافضل بعضے ازیں
مذکوریں و در آمدن ایشاں بہشت راو شفاعت آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم مرعصاۃ اُمّت راچہ جائی اقربائی خویشان وے با حادیث صحیحہ ثابت
شدہ است و باوجود آں خوف لا ابالی باقیست و ایں مقام تقاضائی ایں
حال کردو تواند کہ احادیث فضل و شفاعت بعد ازاں ورود یافتہ باشند و
بالجملہ مامور شد از جانب پروردگار تعالیٰ بانداز پس امتثال کرد ایں
امراء"۔ (اشعۃ اللمعات شاہ عبدالحق دہلوی)۔

پھر دیکھو آلِ محمد علیہ السّلام کی توہین، بے عزتی اور رسوائی کرنے والا مندرجہ ذیل اعتبارات سے
کسی ایک اعتبار کا مستحق ضرور ہوگا۔ فرمایا

☆"من لم يعرف عترتي والانصار والعرب فهو لاحدى

ثلث اما منافق و اما الزنية و اما امرأ و حملة امه بغير طهر" (بیہقی)

(ترجمہ) جو میری عترتؑ اور انصار اور عرب کا حق نہ پہچانے وہ تین حال سے خالی نہیں، یا تو منافق ہے یا حرامی یا حیضی بچہ۔

☆ ستة لعنتهم لعنهم و كل نبى مجاب الزائد فى كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت فيعز بذالك من اذل الله و يذل من اعز الله والمستحل لحرم الله والمستحل من عترتى ماحرم الله والتارك لسنتى. (ترمذی حاکم طبرانی)

(ترجمہ) جن پر میں نے لعنت کی چھ شخص ہیں۔ ان پر اللہ لعنت کرے۔ ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔ کتاب اللہ میں بڑھانے والا، تقدیرِ الٰہی کا جھٹلانے والا اور وہ جو ظلم کے ساتھ تسلط کرے جسے خدا نے ذلیل بنایا اسے عزت دے اور جسے خدا نے معزز کیا اسے ذلیل کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ کو حلال قرار دینے والا اور میری عترتؑ کی ایذا و بے تعظیمی روا رکھنے والا اور جو میری سنت کو برا ٹھہرا کر چھوڑے۔

☆ مَن اَحَبَّ ان يُبَارِكَ له فى اجله و ان يمتعهُ اللهبما قوله فليَخلفنى فى اهلى خلافت حسنة و من لم يخلفُنى فيهم تبك عمره و ورد عَلَىَّ يوم القيٰمة مسودا وجهه (ابو نعیم)

(ترجمہ) جسے پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور خدا اسے اپنی دی ہوئی نعمت سے بہرہ مند کرے اسے لازم ہے کہ میرے بعد میرے اہل بیتؑ سے اچھا سلوک کرے، جو ایسا نہ کرے اس کی عمر سے

برکت اڑ جائے اور قیامت میں میرے پاس رُوسیاہ ہو کر آئے۔

☆ ان اللہ عزو جل ثلث حرمات فمن حفظھن حفظ اللہ دینہ و دنیاہ و من لم یحفظ ھن لم یحفظ اللہ دینہ ولا دنیاہُ حرمت الا سلام و حرمتی و حرمۃ رحمی۔(حبان و طبرانی)

(ترجمہ) بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کو محفوظ رکھے اور جو ان کی حفاظت نہ کرے اللہ اس کے دین کی حفاظت فرمائے نہ دنیا کی۔ایک اسلام کی حرمت، دوسری میری حرمت، تیسری میری قرابت کی حرمت۔

جن لوگوں کو آل محمد علیہ السّلام سے عداوت یا بیَر ہے یا وہ انہیں خواہ مخواہ بدنام کر کے نامور بننا چاہتے ہیں وہ تو مجاز ہیں لیکن اہلِ حق و انصاف ہمیشہ آیاتِ الٰہی اور کتاب وسنت کا مطالعہ حقیقت تک پہنچنے کے لئے کرتے رہے ہیں۔حضرت شیخ اکبرؒ آیۂ تطہیر کی توضیح وتشریح اپنے مخصوص کشفی اندازِ بیان کے ساتھ کرتے ہیں۔حضرتِ شیخ کے ان بیانات کو حضرت پیر صاحبؒ گولڑہ شریف نے اپنے مکتوبات شریف میں یوں نقل فرمایا ہے۔

"قدخل الشرفاء اولاد فاطمۃ کلھم رضی اللہ عنھم و من ھو من اھل البیت مثل سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ الیٰ یوم القیامۃ فی حکم ھذہ الایۃ من الغفران فھم المطھرون اختصاصاً من اللہ و غایۃً بھم بشرف محمد صلے اللہ علیہ وسلم و عنایتُ اللہ بہ ولا یظھر حکم ھذا الشرف لا ھل البیت اِلّا فی الدارُ آلاخرۃ فانھم یحشرون مغفوراً لھم و اما فی الدنیا فمن اتی منھم حداً

اُقیمِ علیہ کالتائب اذا بلغ الحاکم امرہ و قذزنیٰ اوسرق اوشرب اقیم علیہ الحدمع تحقق المغفرۃ کما غروا شالہٗ ولا یجوز ذَمَّہ و ینبغی لکل مسلم یؤمن باللہ و بما انزلہٗ ان یصدق اللہ تعالیٰ فی قولہ۔ (لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (احزاب) فیعتقد فی جمیع مایصدر من اھل البیت ان اللہ تعالیٰ قدعفا عنھم فیہ فلا ینبغی لمسلم ان یلحق الذمۃ بنھم ولا ما یشنا اعراض من قد شھد اللہ بتطھیرہٖ و ذھاب الرجس عنہ لا بعملٍ عملوہٗ ولا بخیرٍ قدموہٗ بل لسابق عنایتہٖ من اللہ بھم ذالک فضل اللہ یؤتیہِ من یشاءُ واللہ ذو الفضل العظیم"

یعنی سادات فاطمیہؑ جو قیامت تک ہونے والے ہیں۔ اس آیت کے حکم میں داخل ہیں خواہ کیسے ہی گناہگار ہوں۔ حشر اُن کا اس حالت میں ہوگا کہ مغفور ہوں گے۔ یہ محض خدائے تعالیٰ کا فضل اور اس کی عنایت ہے کسی عمل کا نتیجہ نہیں۔

اللھم صل وسلم و بارک دائماً علی محمد وآلہ

پھر اسی باب میں لکھتے ہیں:۔

فلو کشف اللہ لک یا ولی عن منازلھم فی الاخرۃ لوددت ان تکون مولی من موالیھم یعنی اے دوست اگر اللہ تعالیٰ تمہارا حجاب دور فرما کر تجھے اہل بیتؑ کی شان اور رتبہ جو ان کو عنداللہ آخرت میں حاصل ہوگا، معائنہ کرائے تو ضرور تہہ دل سے ان کی غلامی کو چاہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تطہیر اور ذہاب الرجس کی

صورت انزال احکام و ہدایات شرعیہ نہیں بلکہ بمعنی عفو و مغفرت ہے۔ اس بیان سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ آیت تطہیر کا مطلب اباحت و آزادی ہے برخلاف تعبید با وامر و نواحی بلکہ فضل و عنایت ایزدی کی بشارت ہے جو بحسب افلا اکون عبداً شکورا پابندی احکام کے منافی نہیں۔ ("فتوحات" باب ۲۹ امام ابن العربی بحوالہ "مکتوبات طیبات" ۔ص ۲۰۳/۲۰۴ خواجہ پیر سیّد مہر علی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)۔

☆☆☆☆☆
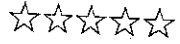
حدیث ثقلین

اوراس کے مویّدات باہرہ

☆انی تارك فیكم الثقلین اوّلهما كتاب الله واستمسكوابه و اهل بیتی اذكركم فی اهل بیتی (حدیث)

حضرت ابی سعید خدری کی روایت کوامام ترمذی اورامام طبری کی زبانوں نے حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السّلام کے باب میں اس طرح ادا کیا ہے:

☆شكا الناس علىً ابن ابی طالب ا فقام رسول الله خطیبا : فسمعة ، یقول - یاایهاالناس لا نشكوا علیّا فو الله انه لا خشی الناس فی سبیل الله ان روایات میں ایک فقرہ ایسا ہے جوامامیہ اوراہل سنت میں مشترک طور پر مسلّم ہے اور وہ یہ ہے کہ من كنت مولاه فعلیٌ مولاه اللهم و ال من والا ه وعا د من عاداه یہ خطبہ صاحب "سیرت جلیه" نے مفصل طور پر مندرجہ ذیل صورت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

☆یایها الناس انما انا بشرمثلكم یوشك ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانی مسئول وّانّاكُم مسئولون فبما انتم

قائلون قالُوا نشهد انك قد بلغت و جهدت و نصحت فجزاك الله خيراً فقال صلى الله عليه وسلم اليس تشهدون ان لا اله الا الله و ان محمداعبده و رسوله و ان الجنة حق ان البعث بعدالموت حق ان الساعة آتية لا ريب فيها وان الله يبعث من فى القبور قالو ابلىٰ نشهد. قال اللهم اشهد (الحديث) ثم حض على التمسك بكتاب الله وهى باهل بيته اى اِنى تارك فيكم الثقلين كتاب الله و عترتى اهل بيتى ولن تتفرقاحتىٰ ترد ا على الحوض و قال فى حق على كرم الله وجهه لما كرر عليهم الست اولىٰ بكم من انفسكم ثلاثاو هم يجيبونه صلى الله عليه وسلم بالتصديق والا عتراف و رفع صلى الله عليه وسلم يد على كرم الله وجهه قال من كنت مولاه فعلى مولاهُ اللهم و ال من والاه و عاد من عاداه واحب من اَحَبَّاهُ وابغض من بغضهٗ وانصر من نصره واعن من اعانه واخذل من خذله وادرء الحق معه حيث دارهٗ" (خطبات نبویؑ ص ۱۲۷)

خط کشیدہ الفاظ کو بعض صحیح مانتے ہیں، بعض الحاق لیکن قرینہ اور زورِ کلام الحاق کا مقتضی نظر نہیں آتا۔ نیز احادیث کے دیگر مصادر و مؤیدات الحاق کی بدگمانی سے ذہن وفکر کو پاک کر دیتے ہیں اور اس لئے بھی کہ سرکارؐ نے فرمایا۔

"من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ" جس کے آپ مولا ہیں اس کے علیؑ بھی مولا ہیں جو آپ کا محبّ ہے وہ ضرور علیؑ کا بھی محبّ ہے، جو علیؑ کا دشمن ہے وہ آپ صَلَّی اللّٰہ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم

کا دشمن اور اسی لئے آپؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق صراحت فرمائی ہے۔ "لحمك لحمي و دمك دمي "۔ (تیرا لحم میرا لحم اور تیرا خون میرا خون ہے)۔ پس یہ الحاقی نہیں بلکہ یار لوگوں کی طبع کی غلط روش کے تقاضے ہیں کہ نام نہاد الحاقی عبارت سے مخالفین و معاندینِ مرتضیٰؑ کی قلعی کھل جاتی ہے اور معاملہ صاف نظر آتا ہے اور اگر بالفرضِ محال بطور روایات الحاقی ہے تو درایتاً ہرگز الحاقی نہیں ہے۔ بتقاضائے حالات اور مستقبل کی مآل اندیشی کے پیشِ نظر جو کچھ آپؐ نے فرمایا ہے دوسرے مصادر اس کی تائید کرتے ہیں اور اگر یہ الفاظ الحاقی ہیں تو ان کے آوازۂ خلق ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے اور انہیں فی الحقیقت نقارۂ خدا ہی سمجھنا چاہیے نہ کہ کچھ اور!۔

بر لوحِ سیم صبح بکلکِ زر آفتاب
بنوشتہ نامِ احمدؐ و القاب بو ترابؑ
یعنی دو بود اسم و مسمیٰ ہماں یکے
احول دو دید شان و یکے بُود دَر حساب
بر خواں حدیث "لحمک لحمی" و سر مپیچ
بشنو رموز "دمک دمی" و رُخ متاب
از خیلِ انبیاء نبیؐ اللہ ھاشمی
وز جمع اولیاء اسد اللہ بوترابؑ

اہلِ حق و صلاح اور پیروانِ صراطِ مستقیم ہمیشہ اسی روشِ صالح پر کاربند رہتے ہوئے زید و عمر کے مزعوماتِ فاسدہ کے بجائے اپنی راہ الگ کر لیتے ہیں۔

تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش
براہ دیگراں رفتن حرام است

حضور اکرمؐ کے اس خطاب میں کتاب اللہ اور عترتِ اہلِ بیتؑ کے الفاظ آئے ہیں۔
کتاب اللہ اور عترتِ اہلِ بیتؑ کو مساوی ٹھہرایا گیا ہے اور دونوں کو لازم و ملزوم۔ کتاب اللہ حضرات عترتِ اہلِ بیتؑ کی مؤید ہے اور حضراتِ اہلِ بیتؑ، کتاب اللہ کے مبلّغ ہیں۔ ایک دوسرے کے سربراہ و سرپرست، کارفرما، کارپرداز ہیں۔ دونوں کو سرکارؐ نے ثقلین کے گراں مایہ الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں کے لیے اس سے بہتر تعبیر لانا سوائے سرورِ کائناتؐ کے کسی دوسرے شخص کا کام بھی نہیں ہے۔ فی الواقعہ اور یقیناً دونوں ثقلین ہیں۔ دونوں بھاری اور وزن دار ہیں۔ دونوں کائنات بھر کے لئے مرکز و محورِ سعادت ہیں اور پھر اس میں یہ عظیم الشان الفاظ بطور پیش گوئی ایک حقیقت ثابتہ کے بیان میں وارد ہوئے "لن تتفرقا حتیٰ تردا علی الحوض "۔ ثقلین میں تفریق نہیں ہوگی اور دونوں حوض پر میرے پاس آ پہنچیں گے۔ یعنی دونوں حضورؐ کے پاس حوض پر اکٹھے ہوں گے۔ اس سے ان کا لازم و ملزوم اور استمرار و دوام اور حفظِ قیام اور بقا و احیاء ظاہر و معلوم ہوا اور لائق استناد و اعتبار لاریب۔

اب اس کے مؤیدات پر بھی نگاہ ڈال کر مزید اطمینانِ قلب کے باب میں داخل ہونا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

☆" کل سبب و نسب ینقطع یوم القیمة الا سببی و نسبی"
(ینا بیع المودة)

یہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ بن الخطاب کی روایت ہے اور ینا بیع المودة کے توسط سے ہم تک پہنچی ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے

☆ان اللہ جعل ذریة کل نبی فی صلبه و جعل ذریتی فی صلب ھذا اعنی علی ابن ابی طالب ۔ (حدیث)

خداوند کریم نے ہر نبی کی اولاد اس کے صلب میں رکھی ہے اور میری ذریت علیؑ کے صلب میں۔

یہ روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی ہے اور علی مرتضیٰؑ کے اصلاب مقدس بہ تواتر بہ تسلسل آج تک موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے۔ جب حضور اکرمؐ نے علی مرتضیٰؑ، فاطمۃ الزہراؑ، حضرات حسنؑ و حسینؑ کو چادر تلے لے کر دعا فرمائی تو قطعاً فیصلہ فرما دیا "اللھم ھؤلاء اھل بیتی " (حدیث شریف) خداوند! یہی میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔

نسب، ذرّیت، صُلب، اہلِ بیتؑ اور عترت اہلِ بیتؑ کے الفاظ بہر حال زبان مبارک سے ادا ہوئے ہیں۔ یہ ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں اور ایک صورت کے متعدد محاسن و مظاہر!

فلکل عبارتہ و انت المعنیٰ
یامن ھوَلِلقُلوبِ مقناطیسُ

عمومی حیثیت سے بھی آپ نے نسب کے موضوع کو تشنہ نہیں چھوڑا اور فخر و تکبر کی اندھیاریوں سے لوگوں کو نکال کر آپؐ نے صُلب و نسل کی بعض دوسرے پہلوؤں سے خوبیاں آشکارا فرمائیں۔ مثلاً ارشاد ہوا:۔

☆"تعلمو ا من انسابکم ماتصلون بہ ارحامکم فان صلۃ الرحم محبۃ فی الاھل مثراۃ فی المال منساۃ فی الا ثر"
(ترمذی بروایت ابی ھریرۃ)

(ترجمہ) تمہیں اپنے انساب کے متعلق اس قدر علم حاصل کرنا ضروری ہے کہ جس کی وجہ سے تم اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر سکو کیونکہ صلہ رحمی کرنے سے قرابتیوں میں محبت پیدا ہوتی ہے اور مال میں کثرت و برکت ہوتی ہے اور عمر میں زیادتی ہوتی رہتی ہے۔
(ترکہ کی تقسیم ص۵۷)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم انساب کی تحریص و ترغیب کے لیے مہر و محبت

کی عالمگیر آبیاری اور ایک خاندان کی تشکیلِ جدید اور امن و اطمینان کی شاہراہیں کھول دی ہیں۔
لیکن لوگ یہی کہے جاتے ہیں کہ اسلام میں نسبی امتیازات اور احتیاجات کا تو نام و نشان تک نہیں ہے۔
پھر ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا:۔

☆"ابن اخت القوم منهم" (حدیث)

(ترجمہ) قوم کا بھانجا قوم ہی میں سے ہے۔ یعنی ان کا وارث ہے۔
(ترکہ کی تقسیم ص ۷۵)

نسب کا میراث میں کتنا بڑا قانونی اعتبار واضح ہوا۔

پھر فرمایا:

☆من قطع میراث وارثه قطع الله میراثه من الجنت یوم القیمة (مشکواۃ شریف)

(ترجمہ) جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی میراث کاٹے گا۔ ورثاء کو جائیداد سے محروم کرنے والا کبھی بہشت میں نہیں جائے گا (ترکہ کی تقسیم۔ ص ۷۳)

علامہ محی الدین ابوذکریا یحییٰ بن شرف حزامی نَوَوی المتولد ۶۳۱ھ صاحب شرح صحیح مسلم اپنی کتاب "ریاض الصالحین" میں ایک حدیث لائے ہیں جو نسب و شرف کی اہمیت پر روشنی ڈالتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس کے راوی ہیں۔ اور یہ درایتاً بہت ہی بیش بہا ہے اور وسیع معانی کی حامل بھی فرمایا:۔

"قیل یا رسول الله من اکرمُ الناس. قال اتقاهم فقالوا لیس عن هذا نسئلك فقال فیوسف نبی الله بن نبی الله بن خلیل الله قالو الیس عن هذا نسئلك قال فعن معادن العرب تسئلونی خیار هم فی الجاهلیة خیار هم فی الاسلام إذَا فقهوا" (متفق علیه ریاض الصالحین ص ۱۰۵)

(ترجمہ) لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! لوگوں میں بزرگ تر کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو شخص تقویٰ میں سب سے زیادہ ہو۔ لوگوں نے عرض کیا ہم آپ سے یہ نہیں پوچھ رہے۔ فرمایا یوسف ابن نبی اللہ ابن نبی اللہ ابن خلیل اللہ۔ لوگوں نے کہا ہم آپ سے یہ نہیں پوچھتے۔ ارشاد ہوا تم عرب کے انساب میں سے مجھ سے پوچھتے ہو جو لوگ جاہلیت میں بہتر ہیں وہی اسلام میں بہتر ہیں۔ جب انہوں نے شریعت کے احکام سیکھ لئے۔

حضرت علاّمہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے تفقہ فی الدین کی شرافت نکلتی ہے۔ لوگوں میں تفاوت ہوا کرتا تھا۔ آپؐ نے بیان فرمادیا کہ اسلام میں علم اور حکمت سے شرافت کا تفاوت معتبر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کسی کو دونوں شرافت جمع کردے تو اس کی عنایت ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشاء ۔ پہلے شرافت نسب موروثی ہے اور دوسری اکتسابی" (ریاض الصالحین باب التقویٰ ص۹۰ مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

حضرت علامہ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں وہ بجائے خود درست سہی لیکن یہاں تو معاملہ بالکل واضح ہے۔

لوگوں کا سوال ہے۔

☆"من اکرم الناس"

حضورؐ نے جواب دیا

☆ "اتقاکم"

بزرگ وہی شخص ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔

لوگوں نے کہا ہمارا مطلب "من اکرم الناس" سے اور ہے۔

تو ارشاد ہوا۔

☆ يوسف نبي الله ابن نبي الله ابن نبي الله ابن خليل

عليهم السلام یہ لوگوں میں بہت بزرگ ہستیاں ہیں۔

لوگوں نے کہا یہ بھی ہمارا مطلب "من اکرم الناس" سے نہیں ہے۔

پھر فرمایا:۔

"تم معادن العرب کے بارے میں دریافت کرتے ہو؟ جو جاہلیت کے زمانے میں شریف تھے اور اقران و امثال میں صاحب شرف و نجابت تھے۔ وہی اسلام لانے کے بعد شرافت و نجابت میں ممتاز ہیں۔ ان کا شرف و مجد وہاں بھی موجود تھا اور اس مقام پر بھی قائم ہے بلکہ مستزاد۔ اسلام کی سرفرازیاں اور کامرانیاں شرف و مجد کو چار چاند لگانے والی ہیں"۔

اس وقت جو لوگ مخاطب تھے ان کی نفسیات ان تین حقیقتوں کے فہم و درس کی متقاضی تھی۔ فراستِ نبوت ازبس کہ نباض تھی اور ان لوگوں کے لیے اصلاح و تجدیدِ اعمال کے لیے حسبِ مراتب ارکانِ ثلاثہ انسانیت کی حقیقت پر زبان مبارک زمزمہ سنج ہوئی۔

" اکرم الناس "ہونے کے لئے اس کا سب سے اوّل لازمہ اتقاہے،" اکرم الناس" ہونے کا دوسرا لازمہ اور اس کے دعوے کا حق انبیائے کرام اور ان کی ذرّیت کو ہے اور ان کی صحتِ نسب پر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ قول شاہد ہے۔ نیز اس بات کی شہادت بھی واضح ہے کہ انبیائے کرام فی الواقع شریف و نجیب خاندان سے اٹھ کر منصبِ نبوت و رسالت پر سرفراز ہوئے ہیں اور "اکرم الناس" کا تیسرا لازمہ معادن العرب ہیں۔ یعنی عرب کی گوہر بار کانیں جو عربوں کے انساب ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں بھی وہ معادن العرب اور اسلام کے زمانہ میں بھی معادن العرب۔ پس تمام کائناتِ ارضِ انسانی کی اقوام و ملل پر وابستگان معادن العرب کا حسب و نسب موثق و تابندہ و لا شك فيه و لاريب فيه ۔ اگر معادن العرب اسلام قبول نہ کرتے تو شرفِ اسلام سے محروم رہتے۔ شرفِ نسب ان کا پھر بھی ناقابلِ انکار ہوتا۔

اس حدیث نے انساب کے مسئلہ پر بہترین روشنی ڈالی ہے۔ہم نے اپنی جانب سے کوئی بات اضافہ نہیں کی بلکہ سرکارؐ کے بیان سے جوامور مستنبط ہوتے ہیں وہی عرض کئے ہیں اور جو کچھ مستفاد ہوسکتا ہے وہی کچھ بلاروک ٹوک پیش کردیا ہے۔اس طرح مطلب بالکل ٹھیک بیٹھ گیا ہے اور تاویل کی ضرورت نہیں پڑی۔

اب استمساک کتاب اللہ وعترتِ اہلِ بیتؑ اوران کے ایذاوانکار سے بحث کرتے ہیں۔کتاب اللہ کی نسبت خود کتاب اللہ ہی سے دریافت کیا جائے تو وہ یوں بیان کرتی ہے۔

☆"ذٰلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين" (سورۃ بقرۃ)

بلاشبہ یہ وہ کتاب ہے جو اس سے رغبت اختیار کرتے ہیں۔ان پرہیز گاروں کی رہنمائی کرتی ہے۔

☆"و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الظّٰلمون" (القرآن)

" و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفٰسقون" (القرآن)

" و من لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الكفرون" (القرآن)

اور کتاب الٰہی خود اپنی اور اپنے لانے والے کی تائید ونمائندگی یوں کرتی ہے۔

"قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين" (القرآن)

محققینِ کرام نے صراحت فرمائی ہے کہ نور سے مراد سرکار رسالت مآبؐ کی ذاتِ ستودہ صفات ہے اور کتابِ مبین سے مراد صرف قرآن مجید ہے۔اوّل نور فرمایا ہے اور پھر کتاب مبین۔بلاشبہ پہلے اس نور پر ایمان لانا پڑتا ہے اور پھر اس کی کتاب پر۔پہلے اس کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور پھر اس کتاب کی پیروی۔دونوں لازم وملزوم ہیں اور دیدۂ حقیقت بین

تواس نورِ متکلم کواس کتابِ خاموش پر ترجیح دے کر ایک اور ہی منزل و مقام کی خبر بہم پہنچا تا ہے اور شائد اسی لیے کسی نے کہا کہ ؎

ما دو جانے آمدہ در یک بدن
من کیم لیلےٰ و لیلےٰ کیست من

اور پھر یہی حقیقت وہاں بھی کام کرتی ہے جو جناب مصطفیٰؐ اور مرتضیٰؑ ارو احنا لھم الفداء میں باہم مناسبت کی انتہائی منزل پر پہنچ جاتی ہے کہ اس سے آگے کچھ بھی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ خود سرکار علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔کوئی دوسرا از خود اپنے منہ سے مدعی ست اور گواہ چست کا مصداق نہیں بن سکتا۔فنا فی رسولؐ کا یہی مقام ہے کہ جسے خود حضور سرکار عالمؐ نے اپنے بلیغ اور نازک ترین الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔لحمك لحمی و دمك دمـــی "۔اے علیؑ تیرا گوشت میرا گوشت ہے اور تیرا لہو میرا لہو ہے۔اور پھر اسی حقیقت کی شرح ایک اور عارفِ حق نے بھی فرمائی ہے ؎

تو من شدی من تو شدم تو تن شدی من جاں شدم
تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ " اور اس کے بعد تمام ارشادات بالکل حق و صداقت اور امرِ واقعہ ہیں اور اسی لئے علیؑ نے جنگ صفین میں جب کہ سفیان زیئوں اور مروان خیلوں نے قرآن مجید کی جلد مبارک از راہِ عیاری و مکاری اور ریاء و تلبیس نیزہ پر بلند کی تھی تو فرمایا تھا "انا ناطق قرآن "یعنی نیزہ پر بلند قرآن خاموش ہے اور میں قرآن متکلم ہوں،سبحان اللہ! کتنی زبردست حجتِ قاطع اور برہانِ ساطع اور سلطانِ ایمان و ایقان ہے۔علی مرتضیٰؑ کے علاوہ اور کس کی مجال تھی جو کہہ سکتا" انا ناطق قرآن "اور یہ بات اتنی بڑی صداقت ہے کہ اس

سے روشن تر صداقت اپنے وجود کی محتاج ہے۔ یہ فقرہ علی مرتضیٰؑ کی سیرتِ طیبہ اور کردارِ حسنہ کی منہ بولتی تصویر ہے۔ حضور سراپا نور، رؤف و رحیم، امُ الکتاب، لوحِ محفوظ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیرتِ باہرہ کا مکمل ضمیمہ اور تتمہ بجز جناب امیرؑ کی سیرت پاک کے سوا اور کہاں ہے؟

دوسرے کسی وجود میں بھلا ہم سیرتِ باہرہ والے انسان کی سیرت کے تمام نقش و نگار ملاحظہ کر سکتے ہیں؟ ان کے علاوہ ہم کس کی پیروی کو وسیلۂ دین و ایمان خیال کریں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مکمل و جامع سیرت صرف اور صرف محض وحتماً علی مرتضیٰؑ کے وجودِ گرامی میں دستیاب ہوتی ہے۔ دوسرے مقامات پر اس سیرت کے اجزاء ضرور ملیں گے لیکن گفتار و کردار کا نمونۂ اکمل اور بہ ہمہ وجوہ آفتابِ نبوت سے بیش از بیش مستفید و مستنیر صرف وہی ہستی گرامی ہے جسے "لحمك لحمى و دمك دمى" خود سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ بلاشک وشبہ صرف اسی ہستی عظیم المرتبت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ بلاشرکتِ غیرے یہ دعویٰ ہی نہیں بلکہ اعلان و اظہار امرِ واقعہ کرے "انا نا طق قرآن".

اس عالی مرتب کی پوری سیرت اس ایک فقرہ میں سمٹ آئی ہے اور لوگوں نے اس بارے میں آخری فیصلہ دے دیا۔

"تنطق الحكمة بلسانه"

حکمت علی مرتضیٰؑ کی زبانِ صدق فرمان سے جواہراتِ احسان بکھیرتی ہے۔ (شاہ ولی اللہؒ)

وہاں تو مجلد کتاب کی دُہائی یہودیوں کی پیروی میں دی جا رہی تھی اور محض مکر و ریا کی نمائش تھی نہ کہ حق وصداقت کا واسطہ، لیکن ادھر قرآن کی حفاظت اور اس کی پیروی کی خاطر لڑنے والا حق وصداقت کے اعلان کے لئے پکارتا تھا۔

☆"انا نا طق قران"

ایک قرآن کو نیزے پر اٹھاتے ہو اور دوسرے قرآن کی ہلاکت و بربادی اور کائنات

کے امن کی تباہی کا سامان کر رہے ہو۔ قولی قرآن کی نمائش کر کے عملی قرآن کو روپوش کر دینا چاہتے ہو۔ معاش کجاومعاد کجا۔ هيهات هيهات لما توعدون ○

قرآن کہتا ہے:

☆" ان الذين يؤذون الله و رسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة و اعدلهم عذابا مهينا " (سورة الاحزاب ۳۳ آيت ۵۷)

(ترجمہ) جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو ان کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے ان کے لیے ذلت کا عذاب۔

☆"فهل عسيتم ان توليتم أن تفسدوا في الأرض و تقطعوا ارحامكم ○ اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمىٰ ابصارهم ○ " (سورة محمد ٤٧ آيات ٢٢.٢٣)

(ترجمہ) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں۔ ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔

احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

☆ يا فاطمه ان الله يغضب بغضبك و يرضى لرضاك

☆ فاطمه بضعة منى من اذا هافقد اذانى و من اذانى فقد اذى الله

☆ من احب الحسن والحسين فقد احبنى و من ابغضهما فقد ابغضنى

☆ حسين منى و انا من الحسين احب الله من احبَّ حسينا.

☆ ان ابنى هذا يعنى الحسين يُقتل بارض من ارض العراق يقال لها كربلا فمن شاهد ذالك منكم فلينصره.

یاد رہے کہ حضرت امیرؑ کے بارے میں ابھی اوپر پورا خطبہ نقل ہو چکا ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

☆"من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم و ال من والا ہ
وعاد من عاداه واحب من احَبَّہٗ وابغض من ابغضه و انصر
من نصره واعن من اعانه واخذل من خذله وادرء الحق
معه حيث دار"

کتابِ الٰہی اور ارشاداتِ نبویؐ کے یہ نصوصِ قاطعہ فطرتِ صالحہ کی پکار ہیں اور سنتِ سرکار سراجِ منیر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے یہ دلائلِ باہرہ اس قدر روشن اور تابناک ہیں کہ ان کے اثبات میں مزید کسی وضاحت و دلیل کی حاجت نہیں کہ

ے

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

شموسِ دلائل اور نجوم براہین کو چراغ کی کیا ضرورت؟

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کون لوگ ہیں، معلوم ہے، آلِ محمدؐ کی دل آزاری اور ایذاء و تکلیف کا موجب ہونا بالکل سرکار دو عالم کی ایذا و تکلیف کا موجب ہونا ہے جو پروردگار کائنات کے قہر و غضب کو حرکت میں لانے کی المناک صورت ہے۔ ان بیّنات و معلومات کے باوصف آلِ محمدؐ کی بیخ کنی وایذا دہی روا رکھی گئی، ان پر جور و استبداد اور مصائب و شدائد کی پے بہ پے مشق کی گئی، بے انصافی اور بے رحمی کا کوئی پہاڑ بھی ایسا نہیں جو آلِ محمدؐ پر نہ گرایا گیا ہو اور ستم رانی و کفر گری کا کوئی خونی طوفان نہیں جس میں انہیں پھنسا کر تماشا نہ دیکھا گیا ہو۔ مذہب و تصوف کے میدان میں انہیں سب و شتم کا نشانہ بنایا گیا، ڈرایا دھمکایا گیا، اکثریت و اقلیت کی لعنت میں انہیں ملوث کیا گیا۔ پالیٹکس میں انہیں ہمیشہ بدنام کیا گیا۔ حرب و ضرب کی صلاحیتوں سے انہیں محروم

کرنے کی سعی کی گئی۔ علم وعرفان اور تہذیب وشائستگی کے دروازے ان پر بند کر دیے گئے۔ تمدن وحضارت اور شہریت وشہریت میں ان کی کھال اتاری گئی۔ اقتصادی طور پر ان کا کچومر نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی۔ لوگوں کو گمراہ اور پریشان کرنے کے لئے ان کے مقابل مصنوعی تصوف کی دوکانیں آراستہ کی گئیں۔ ملائیت وسلطانیت کا خوشنما درخت سرسبز کیا گیا۔ امامت کے مدمقابل کندۂ ناتراشوں کو امامت وخلافت کے جعلی سند نامے دے کر اس لفظ کو بے وقعت کیا گیا۔ آلِ محمدؐ کے مذہب ومسلک کے مقابلے میں نئے نئے مذہب ومسلک کھڑے کیے گئے۔ ناقابلِ اعتنا وبیحد فرومایہ لوگوں کو قضاۃ کے قلمدان سونپے گئے اور فتویٰ نگاری کی مسندوں پر براجمان کیا گیا، ہر نابکار نے اپنے بوسیدہ و ناہنجار ترکش کا تیر ان کے سینۂ مقدس میں پیوست کیا۔ ہر ملحد و زندیق کا خنجر اپنی پیاس کے لئے ان کے قلب وجگر میں پیر گیا، ہر ہوس پرست فاسق وفاجر کی تلوار ان کی گردن پر آزمائی گئی۔ خلاصہ یہ کہ اللہ و رسولؐ کی ایذا کے لئے آلِ محمدؐ کو ہر ایذا دیدہ و دانستہ پہنچائی گئی۔ اور پھر موروثاً نادانستہ بھی پہنچائی گئی کہیں انانیت کے تحت تجدیداً واجتہاداً بھی اذیت دی گئی اور کہیں جانے بوجھے اور سمجھے بغیر محض آبا ؤ اجداد کی پیروی و تقلید میں ان سے کہیں بڑھ کر ظلم وستم روا رکھا گیا۔ آلِ سفیان کے مایہ ناز سپوت یزید ابتر کی سنتِ فاسدہ وکاسدہ کے مقلدین آج بھی لاکھوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور خالصتاً یزیدِ ابتر کی پیروئ رذالت پر مرے مٹے جا رہے ہیں بلکہ ایک مستقل عنصر تاریخ مسلمین میں ہمیشہ سے ہی یزیدِ ابتر کا ڈھنڈورچی رہا ہے۔ اگرچہ یزید کی صُلبی اولاد نہ چلی اور وہ ابتر ہو کے رہ گیا لیکن اس کی معنوی اولاد موجود چلی آ رہی ہے جس نے اس کے عقائد کا پروپیگنڈہ کر کے اس کی روح کو خوش کرنے کے علاوہ اس کی تقلید و پیروی کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ مگر بصد تحقیق یہ معاملہ نہ کھلا کہ یہ گناہِ بےلذت برائے چہ؟

بزیرِ شاخِ گل افعی گزیدہ بلبل را
نواگرانِ نخوردہ گزند را چہ خبر

میں نے یہ کیا کیا؟ بھڑوں کے کس خوفناک چھتے کو چھیڑ بیٹھا ہوں مگر کیا کروں۔

بہ زلف پیچ در پیچ کسے گم، کردہ اُم خود را
خروش درد دل شبہا نمی کردم، چہ سے کردم!

ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر علاّمہ سر محمد اقبالؒ نے منجملہ متعدد مقامات کے ایک مقام پر یہ کہتے ہوئے قلبی تاثرات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر عروسِ حقیقت بے نقاب کردی ہے۔

درمیانِ عالمے صد ہا یزید
یک حسینؑ نیست کو گردد شہید
(اقبالؒ)

یزیدِ ابتر کی خصلتوں کے مالک کسی نہ کسی شکل میں بے شمار ہیں۔ مگر وہ اِن سے پھر بھی بہتر تھا۔ کیونکہ یہ بد بخت نرے بندگانِ قیل وقال اور اُس رسوائے دوعالم کی مزید رسوائیوں کا باعث ہیں۔

بہ ہر حال آلِ محمدؐ کی ایذا رسانی کا عالم بالکل انوکھا ہے۔ جہاں آلِ محمدؐ اپنی ذات وصفات میں نرالے واقع ہوئے ہیں وہاں ان کے مصائب وشدائد بھی المناک وحیرت انگیز ہیں۔ اگر ان کی شخصیت عرشِ عظیم سے رفیع تر ہے تو مخالفین ومعاندین کی فرومایگی اور پستی بھی تحت الثریٰ سے کہیں زیادہ پست تر ہے۔

فاین الثریا فاین الثریٰ
فاینَ علی فاین معاویہ

آلِ محمدؐ کی ایذادہی اور مخالفین کی عبرت ناک عاقبت پر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑویؒ نے اپنے مکتوبات میں ایک سوال کے جواب میں کشف وکرامت کے حوالہ سے حقیقتِ حال پر باصرہ نواز روشنی ڈالی ہے۔فرماتے ہیں:۔

☆ "ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاخرۃ."
(سورہ احزاب ۳۳ آیت ۵۷)

اور نیز آیت:۔

☆"فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم اولئك الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمٰی ابصارھم"

(متفق علیہ حدیث)

☆" فاطمہ بضعۃ منی" کاٹکڑا "ویؤذینی ماأذاھا "

اور نیز حدیث:۔

☆"من احب الحسن والحسین فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی "

اور نیز حدیث:۔

☆"حسین منی و انامن الحسین احب اللہ من احب حسینا"

اور نیز حدیث:۔

☆"ان ابنی ھذا یعنی الحسین یقتل بارض من ارض العراق یقال لھا کربلا فمن شاھد ذالك منکم فلینصرہ "

سب آیات واحادیث صحیحہ یزید شقی اور اس کے تابعان کے مستحق لعن ہونے پر شاہد ہیں۔کوئی اہلِ ایمان اس گروہِ اشقیا کی غیر ملعونیت کا قائل نہیں۔جن لوگوں نے لعن یزید سے منع کیا ہے۔یزید کو اچھا سمجھ کر نہیں کیا بلکہ اس خیال سے کہ بجائے اس کے اللھم صَلِّ علی

محمد و علی و الحسن والحسین والفاطمة پڑھنا بہتر ہے۔ شیطان کو اگر کوئی رات دن لعن کرے، بجائے اس کے تلاوت، ذکر اور درود پڑھنا مفید ہے۔ آیت استخلاف، وعد الله الذین امنو الیٰ آخرہ کا آخری جملہ۔ ومن کفر بعد ذالك فاولئك هم الفسقون۔ اور نیز یزید شقی کا بعد شہادت سیّد الشہداء علیہ السّلام کے کمال خوشی میں آ کر یہ کہنا کہ آج ہم نے آلِ محمدؐ سے بدر کے دن کا بدلہ اور انتقام لے لیا ہے۔ کما قال

ولست من جندب ان لم انتقم
من بنی احمد ما کان قد فعل

یزید کے کفر پر دال ہیں کما صرح به القاضی ثناء الله پانی پتی الغرض یزید کے مستحق لعن ہونے میں بہ تصریح ثقات کوئی شک نہیں۔ اگر چہ بے سود امر ہے۔ مگر اہل ایمان بمقتضائے الحب فی الله و البغض فی الله من الایمان اس گروہ اشقیا پر لعنت بھیجے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بفضلہ ہم بوجہ اعتقاد حقیقت خلافت خلفاء اربعہ علیہم الرضوان اور محبت اہلبیت علیہم السّلام روافض و خوارج سے علیحدہ ہیں"

(مکتوبات طیبات ص ۱۵۱-۱۵۰، اشاعت ثانی ۱۹۹۸)۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کمال اختصار و ایجاز سے کام لیا ہے اور تاریخ مسلمین کے ایک مخصوص پہلو کو بر سبیلِ اجمال بیان فرما دیا ہے اور اس بلاغتِ فکر اور اجمال سے واضح کر دیا ہے کہ اس مخصوص پہلو کے واقف کار آدمی کی نگاہوں میں پوری تصویر آ جاتی ہے۔ حضرت مرحومؒ نے اپنی اعتدال پسندانہ روش کا پورا پورا اظہار فرما دیا ہے۔ یہ احتیاط تحریر میں اس لیے ہے کہ حیلہ طراز شیاطین الانس کہیں اسی مکتوب شریف کے اشارات و تصریحات کو اپنے پروپیگنڈے کی اساس نہ بنا لیں۔ نیز حضرت مخدومؒ نے اعتدال کی جس روش سے اظہارِ حقیقت فرمایا ہے یہ آلِ محمدؐ کی پرانی عادت ہے اور انکی سنّتِ مستمرہ ہے۔ یہی شیوہ ان کے باقیات الصالحات اور حسناتِ جاریہ کا ہے۔

یہاں ایک بات یہ بھی پیشِ نظر رہنا ضروری ہے کہ کتاب و سنت کے بعض حقائق و دلائل "خیر القرون" اور عہد **مشھود لھا بالخیر** "میں روبکار نہیں آئے تھے۔ بتدریج بعض حقائق وشواہد بعد کے ادوار میں ظہور پذیر ہوئے مثلاً فرعونِ موسیٰؑ کی نعش کا

بقائے دوام، سورہ یونسؑ کی اس آیت "**فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایة ط و ان کثیرا من الناس عن ایتنا لغفلون**" (سورہ یونس ۱۰ آیت ۹۲)

(ترجمہ) تو ہم آج (تیری روح کو تو نہیں مگر) تیرے بدن کو (تہ نشین ہونے سے بچائیں گے تاکہ تم اپنے بعد والوں کے لئے عبرت کا باعث ہو اور اس میں تو شک نہیں کہ بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً بے خبر ہیں۔

کا مفہوم عصرِ حاضر کے اکتشافات کے باعث متعین ہو گیا اور علمائے آثار قدیمہ نے تحقیق کو مکمل کر ڈالا۔ اس طرح کتاب وسنت اور ذخائر احادیث نے قطعی فیصلہ اگرچہ نہیں دیا تھا کہ سیّدہ کا نکاح غیر شخص سے نہ ہونے پائے مگر اس فیصلہ کے اجزائے قطعیہ پائے جاتے تھے۔ تلمیحات واشارات بھی تھے بعض اعمال وآثار اور نظائر وامثال بھی تھے لیکن مسلسل چودہ سو برس سے ساداتِ عظام کے تواتر وتعامل اور صالحینِ امت کے اعزاز واحترام برائے ساداتِ کرام نے اس معاملہ تک پہنچا دیا ہے جو۔

☆"**النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم و ازواجه امهاتهم**" (سورہ احزاب ۳۳ آیت ۶)

کی چار دیواری کے قریب سیّدانیوں کو پہنچا دیتا ہے اور رسولؐ کی ایذا رسانی کے حوالہ سے معاملات کو سامنے لانے کے بعد پوری نہی کے ساتھ

"**و لا تنکحوا ازواجه من بعده ابدا**" (سورہ احزاب ۳۳ آیت ۵۳)۔

(ترجمہ) اور نہ یہ کہ نکاح کرو اس (نبیؐ) کی عورتوں سے اس (نبیؐ) کے پیچھے کبھی، کے احوال میں سیّدانیوں کو داخل کر دیتا ہے۔

یہ معاملہ اسلام کی پوری تاریخ ومصالح پر مسلسل غور وتدبّر کے بعد اب اصحاب فکر وفہم

پر مکمل طور سے واضح ہو چکا ہے گو قدیم سے کہیں اس کے خلاف عمل ہوتا رہا کہیں موافق!

خاص اس بارے میں آلِ محمدؐ کی ایذا رسانی کا حوصلہ سب سے اوّل معاویہ نے کیا تھا اور ناکام ہوا۔ صریحی شواہد کی روشنی میں یہ ناکامی تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ امیر معاویہ کے ایک گورنر نے بھی نادانستہ جسارت کی تھی بعد ازاں تائب ہوا۔ بحیثیت مجموعی آلِ سفیان اور آلِ مروان نے اہل بیتؑ اطہار کی خواتین کو اپنانے اور زوجیت میں لینے کی سعی نہیں کی لیکن ایذا رسانی کا کوئی پہلو انہوں نے ترک نہیں کیا اور نہ ان کی آنکھ سے اوجھل رہا لیکن اس بارے میں وہ معجزانہ طور پر باز رہے اور قدرت کے زبردست ہاتھ نے انہیں روکے رکھا۔ اسی طرح آلِ عباس بھی اپنی تمام سلطنت میں یہ حوصلہ نہ کر پائے اور یہ بھی آلِ محمدؐ کی زندہ جاوید طہارت اور کرامت کا یادگارہ نمونہ ہے۔ ان کی طہارت ونجابت کا اعجازِ خصوصی ہے کہ جو لوگ زمرۂ آلِ محمدؐ میں داخل ہو چکے تھے ان کی اولاد غیر کفو میں بیاہنے نہیں پائی۔

عباسیوں کے کامل تسلط واستیلا کے بعد اس دیوار میں کہیں کہیں رخنہ اندازی نظر آتی ہے لیکن یہ بھی شاہانِ وقت اور امراء عہد کی دست اندازی کی شکل میں نہیں ہے۔ ایسا کوئی واقعہ نہیں ہوا بلکہ بعض اوقات متسیّدوں نے ساداتِ کرام کی رسوائی کی خاطر غیروں کا آلہ کار بن کر اس دیوار کو پھاندا ہے۔ یا مخلوط النسب سادات نے اپنے ننھیال کے زیرِ اثر رخنہ اندازی کو گوارا کر لیا، تاہم سیّدانیوں کی عصمت وعفت، قدرتِ الٰہی سے ہمیشہ بطورِ کرامت اور بسبیلِ احیاءِ طہارت، محفوظ رہی اور اسے کوئی گزند نہیں پہنچا۔

یہاں ایک اہم نکتہ اور حضور سرورِ دو عالمؐ کا انتہائی قول بھی مدِ نظر رہنا چاہیے۔ متسیّدوں میں سے جو لوگ فسق وفجور اور اباحت وبے قیدی کے ماحول میں ولادت وتربیت اور پرورش پا کر عجمیت کے زیرِ اثر "کثیراً طیباً" کی حدود سے باہر نکل گئے، گو بظاہر سادات ہی رہے مگر پاکیزگی کی دولت سے محروم ہو گئے اور اس محرومی وفقدانِ مآل اندیشی کے باعث غرقابِ غفلت ہو بیٹھے ان کے "کثیراً طیباً" کے حدود سے باہر ہونے کی سند خود حضور اکرمؐ

کا یہ قولِ مبارک ہے۔ آپ کو علم ہو گیا تھا اسی لئے فرمایا۔

☆"اکرموا اولادی الصالحون للہ والطالحون لی "(مسند امام احمد بن حنبلؒ)

(ترجمہ) احترام کرو میری صالح اولاد کا اللہ کے لئے اور میری غیر صالح اولاد کا اکرام کرو میرے لئے۔

صالح، نیک کردار، پاکیزہ اور طالح، بے کردار و بے اطوار دونوں ہی اولادِ محمدؐ میں شامل ہیں، بے اطواروں کو آلِ محمدؐ سے نسلاً خارج نہیں کیا جا سکتا اور نیک کرداروں کو "کثیراً طیباً" کے دارالامان میں داخلے سے کوئی روک نہیں سکتا۔

بہر حال ایذا رسانیوں کی اہم ترین کڑی سادات کرام کے لئے کسی غیر سیّد کا سیّد زادی کو بیاہنا ہے یہ امر تمام شرق و غرب کے ساداتِ کرام کی متفقہ روش کے خلاف اور انتہائی سوہانِ روح ہے۔ ان کے نام و ناموس پر دست درازی ہے۔ تمام سادات پر اس فعل کے مرتکب کو یزید اور اس جیسے تمام لوگوں سے کہیں زیادہ بدترین خلائق خیال کرتے ہیں اور اس کی لعنت و ملامت پر متفق اللسّان والعمل ہیں، بلکہ ساداتِ کرام ایسے شخص پر یزید کو ترجیح دیتے ہیں جو سیّد زادی کو بیاہنا چاہتا ہے وہ اس سے یزید کو بہتر خیال کرتے ہیں کہ اس نے طاقت دُنیوی کے باوجود محترماتِ اہلِ بیتؑ کو بیاہنے کا خیال تک نہیں کیا تھا بلکہ محترمات کا اعزاز و اکرام ملحوظ رکھا اور یزید کے متعلق معلوم ہے کہ وہ تاریخِ مسلمین کا بحیثیت مجموعی اس قدر بدترین خلائق انسان قرار دیا گیا ہے کہ اس سے زیادہ کسی کو بھی بد بخت خیال نہیں کیا جاتا۔

گزشتہ چہاردہ صد سالہ دورِ تاریخ میں محققینِ اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک یزید سے بدتر، نالائق اور ملعون اور ایک دوسرے طائفہ کے نزدیک ابنِ ملعون، ابنِ ملعون کوئی شخص نہیں سمجھا جاتا۔ کیا صوفی، کیا واعظ، کیا رند، کیا عالم، کیا جاہل اور کیا دانا غرض مسلمان کہلانے والا ہر شخص بہ ہر حال اسے ملعون خیال کرتا ہے۔ چہاردہ صد سالہ دورِ تاریخ میں افرادِ انسانی کے اربوں کروڑوں مسلمان اسی اعتقاد پر مر گئے کہ یزید ملعون تھا۔ پس جو شخص بد بخت یزید سے بھی کہیں زیادہ ملعون تصور کیا جائے

اس کی عاقبت پُر حاطمت کا کیا کہنا۔ اتقائے محققین کا کوئی گروہ، دانشور صالحین کا کوئی حزب الله هم المفلحون ہرگز سادات کی اس روش کے خلاف نہ گذرا ہے اور نہ اب ہے۔ باقی رہی ملائیت، سو اس نابکار شے کی بارگاہِ نبوّت و رسالت میں حتماً کوئی قیمت نہیں۔ یہ کور ذوق و سیاہ باطن جماعت کہ جو نواسہ رسولؐ و بنائے لا الٰہ الا اللہ حسینؑ پر بھی فتویٰ بازی اور آپ کو "خلافتِ الٰہیہ" کا منکر و باغی قرار دینے میں پیش پیش رہی اس کا اس عظیم و جلیل پیش گاہ میں کیا کام؟ اسلام رہبانیت کی ترویج کا خواستگار ہے اور نہ ملائیت کی لفاظیوں کا مویّد۔ وہ تو ہر جماعت، اور ہر گروہ سے صرف اذ جاء ربہ بقلب سلیم ○ کی متاعِ گراں مایہ کا خریدار ہے۔

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن

اور یہ بھی کہنا ہے کہ۔

کرم کتابی نہ بن بندۂ تخمین و ظن
علم سراپا حجاب عشق سراپا حضور!

(اقبال)

نصوصِ باہرہ و قاہرہ کی موجودگی کے باوصف معاندینِ آلِ محمدؐ نے کُشت و خون کیا اور رسوائے دو عالم ہوئے۔ لیکن محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آلِ محمد علیہم السلام سرخرو ہوئے اور ابد الآباد تک فائز و کامران ہی ہیں۔ ان نصوصِ قطعیہ کی موجودگی میں آلِ محمدؐ کا اعزاز و احترام ترک کرنا اور ان کی مستورات و بناتِ طاہرات کی ترویج کے درپے ہونا بالکل آلِ محمدؐ کی ایذا رسانی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہی لوگ یزید سے بدتر درجہ رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ تو محض میرے ہیں مگر اظہار کرتے ہوئے تمام رُبعِ مسکون کے ساداتِ کرام کی نمائندگی اور ترجمانی کردی ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذّت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

(غالب)

مسئلہ کفو پر بحث ونظر

☆"یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ و جعلنکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عندالله اتقکم ط ان الله علیم خبیر "(سورہ حجرات ٤٩ آیت ١٣)

(ترجمہ) اے لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو اور خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے خبر دار ہے۔

(الحجرات ۴۹۔۱۳ فتح الحمید ص۔۸۶۷)۔

☆"وھوالذی خلق من المآء بشراً فجعله نسباً و صھرًا وَ کان ربكَ قدیرًا ط " (سورۃ الفرقان ٢٥ آیت نمبر ٥٤)

(ترجمہ) اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔ پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت داری بنایا اور تمہارا پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔ (الفرقان ۲۵۔۵۴ فتح الحمید)۔

☆"فاذا نفخ فی الصور فلآ انسابَ بینھم یومئذ و لا یتسآء لون" (سورۃ المؤمنون ٢٣ آیت ١٠١)

(ترجمہ) پھر جب وہ گھڑی آجائے گی کہ نرسنگا پھونکا جائے (یعنی تمام

انسانی ہستیوں کو دوبارہ اٹھ کھڑے ہونے اور اکٹھا ہونے کا حکم ہو) تو اس دن نہ تو ان لوگوں کی باہمی رشتہ داری باقی رہے گی اور نہ کوئی ایک دوسرے کی بات ہی پوچھے گا)۔ (المومنون ۲۳۔آیت ۱۰۱ ترجمان القرآن ص۔۵۳۸)۔

☆"قل هو الله احد Oالله الصمد Oلم يلد و لم يولد Oو لم يكن له كفوا احدO" (سورۃ اخلاص ۱۱۲)

(ترجمہ) کہو وہ ذات پاک جس کا نام اللہ ہے۔ایک ہے وہ معبود برحق بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔
(فتح الحمید سورۃ اخلاص ص۔۱۱۲)۔

☆"تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض مِنْهم من كلم الله و رفع بعضهم درجٰت" (سورہ البقرۃ ۲ آیت ۲۵۳)

(ترجمہ) پیغمبر جو ہم وقتاً فوقتاً بھیجتے رہے ہیں ان میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے بعض ایسے ہیں جن سے خدا نے گفتگو کی اور بعض کے دوسرے امور میں درجے بلند کئے۔ (البقرہ ۲۵۳۔فتح الحمید)۔
(مولانا فتح محمد خان جالندھری)۔

☆"يٰبنى اسرآءيل اذكروا نعمتى التى انعمت عليكم وانى فضلتكم على العٰلمين" (سورۃ بقرہ ۲ آیت ۴۷)

(ترجمہ) اے بنی اسرائیل، میری نعمتیں یاد کرو جن سے میں نے تمہیں سرفراز کیا تھا اور (خصوصاً) یہ (نعمت) دنیا کی قوموں پر تمہیں فضیلت دی تھی۔ (بقرہ ۴۷ ترجمان القرآن ص ۲۳۴)۔

☆"هل يستوى الاعمٰى و البصير" (سورۃ انعام ۶ آیت ۵۰ سورۃ رعد ۱۳ آیت ۱۶)

☆"افمن كان مؤمنا كمن كان فاسقاً ط لا يستون" (سورۃ سجدہ ۳۲ آیت ۱۸)

(ترجمہ) کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہوسکتا ہے۔

☆"ان الابرار لفی نعیم. وان الفجار لفی جحیم"(سورۃ الانفطار ۸۲ آیت ۱۳، ۱۴)

(ترجمہ) بے شک نیکوکار بہشت میں ہوں گے اور بدکردار دوزخ میں۔

☆"قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودة فی القربیٰ (الخ)" (سورۃ شوریٰ ۴۲ آیت ۲۳)

(ترجمہ) کہہ دو کہ میں اس کا تم سے صلہ نہیں مانگتا مگر تم کو قرابت کی محبت (تو چاہیے)۔

☆"ومالکم الا تنفقوا فی سبیل الله وللہ میراث السمٰوٰت والارض. لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قٰتل اولٰئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا و کلا وعد الله الحسنیٰ والله بما تعملون خبیر" (سورۃ حدید ۵۷ آیت ۱۰)

(ترجمہ) اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ (اپنا مال) خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سارے آسمان و زمین کا مالک و وارث خدا ہی ہے۔ تم میں سے جس شخص نے فتح (مکہ) کے پہلے (اپنا مال) خرچ کیا اور جہاد کیا (اور جس نے بعد میں کیا) برابر نہیں اور ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں خرچ کیا اور جہاد کیا اور (یوں تو) خدا نے نیکی اور ثواب کا وعدہ تو سب سے کیا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس سے خوب واقف ہے۔

☆"و انذر عشیرتک الاقربین" (سورۃ شعراء ۲۶ آیت ۲۱۴)

(ترجمہ) اور ڈر سنا دے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو۔

☆"ولقد کرمنا بنی اٰدم (الخ آیت)" (سورۃ اسراء ۱۷ آیت ۷۰)

(ترجمہ) اور عزت دی ہم نے آدمؑ کی اولاد کو۔

☆"ربنا افتح بيننا و بين قومنا"(سورۃ اعراف ۷ آیت ۸۹)

(ترجمہ) اے ہمارے ربّ فیصلہ کر ہم میں اور ہماری قوم میں۔

☆"ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظلمين O و نجنا برحمتك من القوم الكفرين"(سورۃ یونس ۱۰ آیت ۸۶،۸۵)

(ترجمہ) اے ربّ ہمارے! نہ آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا دے ہم کو مہربانی فرما کر ان کافر لوگوں سے۔

ان آیاتِ قرآنی سے لفظ بنی آدم، قوم، شعوب، قبائل، ذریت، اور کفو وغیرہ کا اثبات ہوتا ہے۔ امتیاز و تعارف اور تعبیر و تخصیص کی پوری طرح تائید و توثیق ہوتی ہے۔ عصرِ رواں کے بعض لوگوں نے جو سوالات اس باب میں پیدا کر دیے ہیں ان کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

سورۃ حدید آیت نمبر ۱۰ کا نزول فتحِ مکہ سے قبل ہوا ہے اور اس آیتِ پاک میں جو لوگ فتحِ مکہ سے قبل اسلام لائے ان کی فضیلت کا اعلان ہے گو بجائے خود علی مرتضیٰؑ قرآن پر اور قرآن لانے والے پر سب سے اوّل ایمان لائے ہیں لیکن اس آیت کی رُو سے فتح مکہ کے بعد جو لوگ اسلام لائے ان سے تو بہر حال افضل ہیں حالانکہ حقیقت اس سے کہیں فزوں تر ہے اور یہی ایک فضیلت کیا کم ہے جو لوگوں کو جچتی ہی نہیں ۔

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

اہل بیتؑ کی فضیلت ساری اُمّت پر عقلاً و نقلاً ثابت ہے اور اہل بیتؑ سے جناب مرتضیٰؑ کی شخصیت کا امتیاز و اعتبار معلوم و مسلّم! ان حالات میں بعض حضرات بقول امام نسائی "نجات پا جائیں تو کافی ہے" گویہ بھی ان کے اختیار کی بات نہیں ہے۔ پھر دیکھیے۔

☆"لا نفرق بين احد من رسله و قالو اسمعنا و اطعنا غفرانك ربنا و اليك

المصیر "(سورۃ بقرہ ۲ آیت ۲۸۵) (البقرۃ آخری رکوع)

(ترجمہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار ہم نے تیرا ارشاد سنا اور مان لیا۔

یہ آیتِ مبارکہ ایک خاص مفہوم کی داعی ہے اور اصحاب علم وخبر کو معلوم ہے۔کبھی انہیں اس کے فہم میں تکلیف پیش نہیں آئی۔

☆"**تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض** " (سورۃ بقرہ آیت ۲۵۳)

بظاہر اس کی معارض ومنافی نظر آتی ہے لیکن سب جانتے ہیں کہ دونوں آیات ایک دوسری کی معارض نہیں ہیں بلکہ ایک میں مجرد رسالت پر ایمان لانا مقصود ہے اور دوسری میں علاوہ ازیں بعض کے فضائل کا اعتراف بھی دوسروں کی تنقیص کا مراد قرار نہیں دیا گیا اور عقل وفکر کے تقاضے بھی ایسے ہی ہیں۔قرآن کریم کے طول وعرض میں اعتراف واعتبار سے امتیاز وتفضّل کو متعدد مقامات پر مختلف پہلوؤں سے سمجھایا گیا ہے اور یقیناً یہ فطرت کے مطالبات سے ہے۔علماء،صوفیاء،اولیاء،امراء اور ملوک میں بھی بعض کو بعض پر ترجیح حاصل ہے۔

مثلاً حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ معاویہ ہمارے عرب کے کسریٰ ہیں۔آپ نے کسرائے عرب کہہ کر اس شخص کو دوسرے لوگوں سے ممتاز کر دیا اور فرق سمجھا دیا۔

فاروق اعظمؓ جیسا شخص جس بات کی تصدیق کرے ان کے بعد آپ کون ہیں؟ خود خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہ کو دیگر صحابہ کرام پر کیوں ترجیح دی جاتی ہے۔کیا محض حکمرانی وجۂ فضیلت ہے؟

حضورؐ نے بحیثیت مجموعی بعض زمانوں کے لئے دوسرے زمانوں پر فضیلت وترجیح فرمائی اور یہ مفہوم کئی احادیث میں واضح ہے۔مثلاً

☆"**خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم**"

حضورؐ کے زمانے میں ابوجہل وابوسفیان بھی تھے اور قیصر وکسریٰ بھی۔تو کیا انہیں

بھی خیرالقرون کہہ دیا جائے اور صحابہ کرام کی گدی پر بٹھا دیے جائیں؟ دراصل اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو حضور اکرمؐ کے متبعینِ صادقینؓ سے تھے پھر ان کے بعد کے لوگ اور پھر ان کے بعد کے لوگ۔ سب سے اوّل شروع ہی میں ہم نے جو آیت مبارک لکھی ہے (جسے میں آیۂ تعارفِ شعوب وقبائل کہتا ہوں) وہ سورۃ الحجرات میں وارد ہے اور دوسری زیادہ معمول بہ مخالفینِ سادات حدیث یہ ہے جو حجۃ الوداع کے خطبے سے ہے:-

☆"**ایھا الناس ان ربکم واحد وان ابا کم واحد کلکم بنوآدم وآدم من تراب ان اکرمکم عندالله اتقٰکم ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقوٰی الا فلیبلغ الشاھد الغائب**" (خطبات نبوی ص ۱۱۹)

اس آیتِ الٰہی اور اس حدیثِ نبویؐ کو لوگوں نے آج کل اپنی من مانی کارروائیوں کی حد سے گزری ہوس کاریوں، علمیت کی زیبائشوں اور فضیلت کی آرائشوں کے سلسلہ میں استعمال کا خوب ذریعہ بنایا ہے اور اسے جا و بے جا پیش کیے جا رہے ہیں نہ انہیں سیاق وسباق سے مطلب ہے اور نہ آغاز وانجام اور اصول وقواعد سے تعلق۔ انہیں اپنے مخصوص طرز کے مزعوم اور مطلوب سے غرض ہے اور بس۔ وگرنہ تحقیقِ حال کوئی اتنا مشکل امر نہیں ہے لیکن اس طرف کسی کا رجحان بھی تو ہو۔ اس آیت کے بل بوتے پر قوم، قبیلہ، ذات پات، رنگ ونسل اور احمر واسود وغیرہ امتیازات کی تکذیب وتردید کی جا رہی ہے اور کیا مجال ہے کہ نادم ہوں یا شرمائیں۔ ہر ممبر، ہر سٹیج، ہر زاہد، ہر ملاُ اور ہر مغرب شکار اس سے واقف وآشنا ہے اور اپنا مطلب اس سے ثابت کیے آ رہا ہے۔ اگر مساوات ہی مساوات ان دونوں حوالوں سے ثابت ہے تو پھر ان کے ذریعہ محرمات ابدیہ کی قید اڑا دیجئے۔ ہندو مسلم اور یہودی ونصرانی اور مجوسی وصابئی کی تمیز بھی ختم کر ڈالیے۔ ان میں تو رسالت ونبوّت کا تصور بھی نہیں ہے۔ پس رسالت ونبوّت کی بھی ضرورت نہ رہی صرف خدا کو ماننے اور حلال حرام کی حد اڑا کر مکمل متقی بنے رہیے کیونکہ استدلال واستنباط کے یہ قدم تو اسی منزل کی جانب اٹھتے نظر آ رہے ہیں۔ اگر سب ایک آدم اور حوّا کی اولاد ہیں اور بلاشبہ ایسا ہی ہے اور مساوات ہونا چاہیے تو پھر محرمات کی تخصیص کیسی؟ کیا اس آیت اور اس حدیث سے اسی انداز پر مفہوم اخذ کرنے کے نتیجہ میں تمام قیود اڑ نہیں جاتیں اور پابندیاں مفقود ومعدوم نہیں ہو رہتیں؟

کفواً احد کی تشریح

اے سرکار رحمۃ للعالمینؐ، کائنات والوں سے فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بالکل یکتا ہے۔

(قل هو الله احد) اللہ تعالیٰ بے عیب اور بے احتیاج ہے (الله الصمد) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اس سے کوئی پیدا ہوا (لم يلد و لم يولد) اور نہ ہی پہنائے کون و مکان میں اس کا کوئی جوڑا (یا خاندان) ہے (و لم يكن له كفواً احد) لوگوں نے اکثر تراجم میں "کفو" کے معنی برابر اور ہمسر کے لکھے ہیں۔ سیاق وسباق کے اعتبار سے کفو کے معنی یہاں پر صاف طور پر جوڑا اور خاندان ہی کے ہو سکتے ہیں۔ اگر چہ اصطلاحی معنی بھی مفہوم ہو سکتے ہیں لیکن قرینہ جس امر کا متقاضی ہے وہ یہی ہے کہ پہنائے کائنات کے جوڑوں میں اس کا کوئی جوڑا نہیں۔ پہنائے کائنات کے مختلف النوع خاندانوں میں اس کا کوئی بھی خاندان نہیں ہے وہ صرف یکتا ہے، بے عیب ہے، بے باپ ہے، بے فرزند اور بے خاندان ہے اور جب اس کی یکتائی کا یہ عالم ہے تو بلاشبہ کوئی بھی اس کا ہمسر اور برابر نہیں ہے۔

☆"ليس كمثله شئ" (سورۃ شوریٰ ۴۲، آیت ۱۱)

اس مقام پر تدبّر ہی سے یہ معلوم ہوا ہے کہ جو ذات واحد نہ ہو اور عیب سے بھی مبرّا نہ ہو اور جو کسی سے پیدا ہو اور پھر اس سے کوئی پیدا ہو، وہ لازماً کسی جوڑے اور خاندان سے ہو گا۔ قرآنِ کریم کے کئی مقامات، کائنات میں سلسلۂ تزویج کی ہمہ گیریت وعمومیت کے مخبر ہیں۔

☆ من كل زوج بهيج (سورہ حج ۲۲، آیت ۵)

☆ من کل زوج کریم. (شعراء ۲۶، آیت ۷)

☆ خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض. (الخ سورہ یٰسٓ ۳۶ آیت ۳۶)

کائنات میں مختلف انواع ہیں اور ہر نوع میں باہمی سلسلۂ ازدواج ہے اور ان کے خاندان ہیں۔ پس خداوند کریم ہی وہ ذاتِ واحد ہے جو خاندانی عیوب، ازدواجی نقائص اور سلاسل سے بالکل پاک و منزّہ ہے۔ اس کی ذات والاصفات کے بالمقابل قطعی بدایۃً واضح ہو گیا کہ ہر ایک مخلوق، ہر ایک چیز، ہر ایک نوع اور ہر ایک قسم، کوئی نہ کوئی خاندان رکھتی ہے، خواہ اس خاندان سے ہم واقف ہوں یا نہ۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ کسی سے پیدا نہ ہوا اور نوعِ انسان، انسان سے پیدا ہوتی ہے۔ اس سے کوئی پیدا نہ ہوا اور انسان سے انسان پیدا ہوتا ہے اور وہ یکتا فطرت کسی جوڑے سے متعلق نہیں یا اس یکتا ذات کا کوئی خاندان نہیں، اس لئے وہ کسی سے پیدا نہ ہوا اور انسان ایک جوڑے سے پیدا ہوتا ہے یا ایک خاندان سے متفرع ہوتا ہے۔ انسان بغیر خاندان یا جوڑے کے خارج از تصور ہے۔ یہاں آدم اور مسیح زیر بحث نہیں ہیں اس لئے شبہ میں نہیں پڑنا چاہیے۔ چنانچہ پروردگارِ عالم کی کفو نہیں اور انسانوں کے لئے کفو لازم ہوئی۔ اس ذاتِ یکتا نے اپنی کفو کا انکار فرمایا نہ کہ مخلوقات کی کفو کا۔

قرآن کی سورۃ اخلاص دراصل مسئلہ کفو کی مجوّز اور اسلامی شریعت میں اس کے اجراء کی محرک و موّید ہے۔ قرآن کی اس سورۃ میں خداوند تعالیٰ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ

☆" لم یلد و لم یو لدو لم یکن لہ کفوا احد"

اس کا واضح ترجمہ یوں ہے کہ

"نہ اس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی خاندان (کفو) ہے"

سورۃ کے طرزِ بیان اور کلام کے سیاق و سباق کے اعتبار سے کفو کے معنی خاندان مناسب اور موزون ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خداوند تعالیٰ اپنے جوڑ یا خاندان سے انکار کرتا ہے اور دوسروں کے خاندان کا مجوّز اور خاندان کو تسلیم فرماتا ہے۔ جس طرح وہ کسی کا باپ

نہیں اور نہ ہی کسی کا بیٹا ہے لیکن باپ کے بیٹے اور بیٹے کے باپ ہونے کا مجوز ہے۔ پس اسی طرح وہ خاندان (کفو) کا مجوز ہے اور محرک و مؤید۔

سورۃ اخلاص، جہاں تعلیم توحید کامل کی مظہر ہے وہاں مخلوقات کی کفو کے لئے آسمانی فیصلہ کا حکم بھی رکھتی ہے اور اس کا اعلانِ تام ہے جس سے انکار محض حقائق سے چشم پوشی ہوگا۔ آج مغربی سائنسدان بھی پیہم مشاہدات کے باعث تمام انواعِ مخلوقات میں سلسلۂ زوج وکفو کا اقرار کر کے قرآن کی صداقتوں کا اقرار کر رہے ہیں تو پھر انسان کی کفو بمعنی زوج اور کفو بمعنی خاندان سے کیسے انکار کیا جا سکتا ہے۔ فقہائے کرام نے کفو کے اصطلاحی مفہوم کی ترویج سے مزید قیامِ امن اور اطمینانِ عام میں امداد کی طرح ڈالی ہے اور یہ سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض ہے کہ جس کے توسط سے اللہ تعالیٰ نے اس مقام کے تمام حجابات فطرت اٹھا دیے ہیں۔

اللهم صل علی محمد و علی آلِ محمد و بارك وسلم

کُفُو فِی الذّات اور کُفُو فِی الصِّفات

اگر کفو سے فقہائے کرام کے اصطلاحی معنی ہی مراد لئے جائیں تو پھر مزید اطمینانِ روح اور انشراحِ صدر کا دروازہ کھل جاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی ہمسر اور برابر نہیں۔ ایک کفو فی ذات ہوتی ہے اور ایک کفو فی صفات متصور ہوتی ہے۔ کفو فی ذات یہ ہے کہ خدا کی ذات میں کوئی بھی اس کی مثل نہیں۔ یہ ہے کفو فی ذات

☆"لیس کمثله شئی" (شوری ۴۲ آیت ۱۱)

اور ایک ہے کفو فی صفات اور کفو فی صفات ممکن ہے مثلاً جیسے خداوند کریم رؤف رحیم ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رؤفٌ رحیم ہیں اور یہ اس کے افضال سے ہے۔ اس کے لئے کفو فی ذات ناممکن ہے لیکن اسی کے لئے کفو فی صفات ممکن ہے اور جائز پس اللہ تعالیٰ کی ذات

کے لئے کوئی مثل نہیں ہے لیکن اس کی صفات کے لئے مثل ہے اور یہ امر اس کی مشیت سے وابستہ ہے۔

بنی فاطمہؑ اور کفوفی ذات

اب ذرا یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ بنی فاطمہؑ کی کفوفی ذات کوئی نہیں ہے۔

☆"انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیراً"

(الاحزاب ۳۳ آیت ۳۳)

" انی تارك فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی "اور حدیث ثقلین کی رُو سے ان کا یہ وصف بلا مشارکت غیرے ہے۔کفوفی ذات ہونے میں وہ منفرد اور یگانہ ہیں۔اور کفوفی صفات ممکن ہے۔یعنی ذاتاً بنی فاطمہؑ کے مثل تو کوئی نہیں لیکن کفوفی صفات بطور مثل ہے۔جیسے عام بنی ہاشم اور پھر قریش۔حسب ونسب اور اخلاق و اعمال میں، آسمان کی نیلی چھت تلے، اس خاکدانِ عالم پر بنی فاطمہؑ کا مثیل کوئی بھی نہیں۔وہ اس شخص کے بعد اس کا اسوۂ حسنہ تھے جو اس طرح کا بے مثل تھا۔

مالک کونین تھے اور پاس کچھ رکھتے نہ تھے　　　دو جہاں کی سلطنت تھی ان کے خالی ہاتھ میں

اس بات میں ان کا مثل کون ہے۔ باوجود وسیع آمدنی کے خود فقر و فاقہ ؟

خاتونِ جنتؑ نے بڑے مشکل حالات میں خادمہ کا مطالبہ کیا جب کہ خدام اور خادمہ دربارِ نبوّت میں موجود تھے لیکن دربارِ نبوّت سے انہیں پروانۂ وظائف ملا۔اس بات میں ان کا مثل کون ہے؟

قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

☆" الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثت والطیبت للطیبین والطیبون للطیبت"

(سورہ نور ۲۴ آیت ۲۶)

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں ۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

یہ بات صالح اولاد اور پاکیزہ نسل کے لئے چراغِ راہ ہے۔ اس منہاج سے ہٹنا اور دور از کار باتوں میں پھنس جانا غلطی ہے۔ یورپ کے تصورِ مساوات کا پیوند اسلام کے ساتھ کرنا سراسر حماقت ہوگی۔ اس مقام پر ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے جرمنی کے شہرۂ آفاق اور ناقابل فراموش ڈکٹیٹر ایڈولف ہٹلر آنجہانی کے افکار کو محض تعصب سے نظر انداز نہیں کر دینا چاہیے۔ اس کی زبان سے جو بات نکلی ہے خواہ اس کی اپنی نیت کچھ ہی کیوں نہ رہی ہو وہ سننے کے لائق ہے نسلی تطہیر اور ترفع کے باب میں لکھتا ہے:۔

"یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ براعظم امریکہ میں آباد جرمن نسل کے لوگوں نے اپنی پاکیزگی کو برقرار رکھتے ہوئے اس ملک پر اپنا قبضہ جما لیا ہے اور آئندہ بھی وہ اپنی وہی شان قائم رکھنے میں اس وقت تک کامیاب رہیں گے جب تک کہ ادنیٰ نسل کی قوموں سے ربط وضبط بڑھا کر وہ اپنی خوبیوں کو برباد نہ کریں گے اور دوغلی اولاد پیدا کرنے کی غلطی کے مرتکب نہ ہوں گے"۔ ("میری جدوجہد") ص ۱۵۵۔

مزید لکھتا ہے کہ:

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ نسلی پاکیزگی میں کوئی خرابی پیدا ہو جانے سے خاندانی اہمیت وعظمت ہمیشہ کے لئے خاک میں مل جاتی ہے جس خاندان سے یہ پاکیزگی غائب ہو جاتی ہے وہ آہستہ آہستہ تباہی و بربادی کی دلدل میں پھنس جاتا ہے"۔ ("میری جدوجہد") صفحہ ۱۲۸۔

یہ بیان جرمن نسل کے موجودہ عہد کے ناقابل فراموش ہیرو اور مغربی طرز کی پولیٹیکل دنیا کے عظیم الشان انسان کا بیان ہے۔ جو اپنی قوم کی ترقی وعروج کی خواہش وہوس میں پوری

بہادری اور دلیری کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر گیا۔ یہ عصرِ نو کے ایک خوددار آدمی کے خیالات ہیں اور یہ اُس شخص کے خیالات ہیں جو مشرق و مغرب کی سیاسیات کا ماہر اور تمام دنیا کو جرمنی کے زیرِ تسلط لانے کا خواب دیکھ کر اٹھا تھا۔ لیکن اس کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوا۔ لیکن ہمیں ان خیالات پر تعجب نہیں ہے۔ اسلامی دنیا کے ناپید امثال سیاسی مفکر اور شہرہ آفاق شخصیت فاروقِ اعظمؓ نے جو خیالات اس سلسلہ میں قانونی حیثیت سے ادا فرمائے ہیں وہ اپنے اجمال میں حتماً مفصل ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

☆" لَا منعن ذوات الاحساب اِلا من الاَکفاءِ"

میں برابر کے لوگوں کے علاوہ خاندانی لڑکیوں کا نکاح دوسروں سے روک دوں گا۔ (کتاب الآثار امام محمد)۔

چودہ صدیاں گزر گئیں اور حقیقت آج بھی پردۂ اخفاء سے باہر نکل کر جھانک رہی ہے۔ یقیناً حضرت عمرؓ کا یہ اعلان کتاب و سنت سے ماخوذ تھا اور اپنی واقعیت اور نافعیت میں پہلے سے کہیں زیادہ حق ثابت ہو رہا ہے اور اصولِ اخلاق و معاشرت کی جان ہے۔

مخلوقات میں عدم مساوات

کائنات کے اندر موجودات و مخلوقات اور اختراعات و بدعات مختلف ہیں۔ کیا سب کو ایک ہی جنس اور نوع مان لیا جائے؟ کیا ان میں بداہتاً تضاد و تبائن نہیں ہے؟ خلائے اعلیٰ میں مختلف کرّے ہیں اور ان کے احوال و ظروف مختلف ہیں۔ کیا سب کو ایک فرض کر لیا جائے؟ آفتاب و ماہتاب اور نجوم و سماوات اپنے دوائر اثر اور احوال و مراتب میں بداہتاً مختلف ہیں، کیا

ایک ہی طرح پر ان کو مان لیا جائے؟۔ شرق و غرب اور شمال و جنوب جیسی متعینہ اطراف کو ایک ہی سمت باور کر لیا جائے؟۔ تمام کرۂ ارض بظاہر ایک طرح پر واقع ہے اور اصلاً ایک نوع ہے لیکن کیا اس زمین کے مختلف اقطاع، مختلف النوع تاثیرات کے معلن بزبان حال نہیں ہیں۔ کہنے کو تو تمام زمین ایک ہی ہے لیکن اس کے اثرات و مراتب اور احوال و مدارج بالکل مختلف ہیں۔ جمادات میں حجریات کو لے لیجئے کیا ہیرے، موتی، جواہرات، لعل، یاقوت، زمرد، مروارید، سنگِ مرمر، سنگِ سرخ، اور سیمنٹ کا پتھر اور چونے کا پتھر وغیرہ تمام ایک ہی قدر و قیمت کے ہیں اور ان میں کوئی نوعی تفاوت نہیں ہے؟۔ اگر چہ اصلاً سب ایک ہی جنس سے مان لئے جانے کے باوجود کیا تمام معدنیات ایک ہی جیسی ہیں؟ کیا تمام سیالات پانی، مٹی کا تیل، تیزاب، مختلف عرق، مشروب، موبل آئل، کاسٹر آئل، پٹرول سب ایک ہی کیفیت رکھتے ہیں؟۔ اگر چہ ان کی نوعِ بنیادی طور پر ایک ہی مان لی جائیں۔ نباتات میں تمام اشجار نوعی اعتبار سے تو صرف شجر کہے جا سکتے ہیں لیکن کیا تمام اشجار خوردنی و غیر خوردنی، عطریات، عرقیات، مشروبات اور ماکولات سب ایک ہی حیثیت کے ہیں؟ پھر نوعاً انگور ایک میوہ ہے لیکن وہ کس قدر مختلف انواع پر منقسم ہے۔ یہی حال دوسرے میووں کا ہے۔ حیوانات کو لے لیجئے، نوعاً گائے ایک جانور ہے، سانپ ایک جانور ہے، گھوڑا ایک جانور ہے، کتا ایک جانور ہے، کیا ان میں ہر ایک مختلف انواع پر منقسم نہیں ہے؟

بعینہٖ اسی طرح انسان بھی ایک نوع ہے پھر اس کی دو صنف ہیں۔ صنف کثیف اور صنفِ لطیف۔ پہلی صنف مرد، دوسری صنف عورت، پھر وہ اور کئی ایک انواعِ مختلف میں بٹ گیا ہے۔ ایک ہی ماں باپ کے بیٹوں میں اخلاق و عادات وغیرہ میں اختلافات ہیں۔ مراتب و مدارج

میں اختلاف ،افکار وخیالات ، عادات و خصائل اور اخلاق وشمائل کے اختلافات ہیں۔ قد وقامت، رنگ وزبان وغیرہ کے اختلافات ہیں۔ بلند قد، درمیانہ قد، پست قد، گنجا، کانا، لنگڑا، لولا، ٹیڑھا، لمبا، چھوٹا، موٹا، پتلا، پھر بادشاہ، جج، وزیر اعظم، مجسٹریٹ، کلرک، قاضی، مولوی، منشی ماسٹر، چپڑاسی وغیرہ مختلف ہیں۔ ہر ایک کی شکل، صلاحیت، استعداد ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ حیوانات اور نباتات کی اچھی نسلیں انسان پسند کرتا ہے پھر انسانوں میں بھی صاف ستھری، پاکیزہ، خوبصورت، بااخلاق نسلیں کیوں نہ پسند کی جائیں اور اخلاط سے محفوظ رکھی جائیں؟ نسلاً مساوات محالات سے ہے۔ اخلاقی اعتقادی، معاشی اور اقتصادی مساوات ہونی چاہیے۔ شارحین کا یہی مسلک رہا ہے۔ فطرت بھی اسی کا تقاضا کرتی ہے اور عقل وفکر بھی اگر آزاد ماحول میں پرورش پا چکے ہوں تو یہی صراط مستقیم انہیں مطلوب ہوتی ہے۔

کائنات کی کوئی بھی چیز اختلاف سے خالی نہیں اور جو ذات اپنی ذات میں اختلاف کی حامل نہیں وہ ذات احدیت ہی ہے۔ ہفتہ کے سات دنوں میں اختلافات ہیں۔ سال کے بارہ مہینوں میں اختلافات ہیں۔ ان کے باہمی طول میں اختلافات ہیں۔ پھر موسم کا اختلاف ہے۔ کائنات ساری اختلافات سے معمور ہے۔ کائنات کی فطرت سراسر عدم مساوات پر مبنی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، ایک امر واقعہ ہے۔ اس حقیقت اور امر واقع کا انکار کرنا گویا اس کی نافعیت کا انکار کرنا ہے۔ مسئلہ کفو کے الحاقات کی قبیل سے یہ طوالتِ کلام معرضِ بحث ونظر ہوئی ورنہ دیدہ وروں کو اس کی کیا احتیاج وضرورت؟ ہمارے اور دیگر ممالک میں بیوی خاوند کے باہمی اختلافات، اولاد اور والدین کی باہمی منافرت، سسرال اور بہو کے جھگڑے، بھاوج اور نند کے تنازعے، بھائی اور بھائیوں کے مناقشے اکثر غیر مناسب رشتہ داری یا بالفاظ دیگر عدم امتیازِ کفو کے نتائج ہیں۔ یہاں کفو سے ہماری مراد باصطلاحِ فقہاء ہے۔ کفویت کے اربعہ مراتب

میں کسی ایک کی کمی سے گھریلو زندگی میں انتشار و خلل رونما ہوگا اور اسی عدمِ امتیاز و اعتبارِ کفوّیت کے باعث مروّجہ عدالتوں کی گرم بازاری ہے۔ سینکڑوں مفاسد اکثر خاندانوں کی گھٹی میں پڑ چکے ہیں اور یہ سلسلہ بدستور جاری ہے۔ اسلامی قوانین و شرائع کا پیوند ہمارے مسلمان احبابؒ انگریزی تسلط و تصرف کی بنائی اور گھڑی ہوئی کتابوں سے کرنا چاہتے ہیں جو انسانی دماغ و رجحان کی مرہونِ منت ہیں اور آسمانی احکام و فرامین کے سراسر منافی ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ انسان کا بنایا ہوا قانون جو فطرت کے اصول کے خلاف ہے وہ اور خدا کا بنایا ہوا قانون جو فطرت کی آواز ہے کس طرح ہم مزاج اور ہم عناں ہوں؟ ایسا ہونا قطعاً مشکل اور ناممکن ہے اور فعلِ عبث و بے کار بلکہ خالص لادینی اور مکمل خدا ناشناسی ہے۔

علماء جدید کے افکار و آراء

کفویت کی تحقیق قرآن کی روشنی میں گزری۔اب ہم قندِ مکرّر کے طور پر تعارفِ شعوب وقبائل والی آیت کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہیں۔جدید دور کے بعض علماء نے اس آیت کا جو ترجمہ پیش کیا ہے اور نتائج اخذ کئے ہیں انہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

☆"یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثیٰ و جعلنکم شعو با و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقکم ط ان اللہ علیم خبیر" (سورہ الحجرات ۴۹ آیت نمبر ۱۳)

(ترجمہ)"اے مجمع انسانی! ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے (پھر ایسا کیا کہ تمہیں مختلف شاخوں اور قبیلوں کی شکل دے دی بہت سے گروہوں اور ملکوں میں بکھر گئے لیکن شاخوں اور قبیلوں کا یہ اختلاف صرف اس لئے ہوا) تا کہ ایک گروہ سے دوسرا گروہ پہچانا جا سکے (باقی رہی یہ بات کہ انسان کے شرف وعزت کا معیار کیا ہے؟ تو اس کی بنیاد یہ طرح طرح کی گروہ بندیاں نہیں ہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی ہے) اللہ کے حضور میں وہی سب سے زیادہ معزز ہے جو اپنے کاموں میں پرہیز گار ہے"۔

اس آیت کی ساری روح "لتعارفوا" کے لفظ میں ہے۔اس لفظ نے اس حقیقت کا اعلان کر دیا کہ انسانوں کے گروہوں اور جماعتوں کے جتنے بھی حلقے بنے ہیں خواہ وہ نسل کی بنا پر بنے ہوں، خواہ وطن وجنس کی بنا پر، ان کی ساری قدر و قیمت صرف اتنی ہے کہ باہم دگر پہچان کا ذریعہ ہیں۔اس سے زیادہ کوئی اثر نہیں رکھتے۔تمام کرۂ ارض پر پھیلی ہوئی نسلِ انسانی کے لئے ضروری تھا کہ مختلف حصوں اور گروہوں میں منقسم ہو جائے اور جب منقسم ہو گئی تو ناگزیر ہوا کہ ایک گروہ کو دوسرے سے پہچاننے کے لئے کوئی نہ کوئی ذریعۂ تعارف پیدا ہو جائے۔یہ تمام حلقے

تعارف کا ذریعہ ہیں۔ یہ افریقی ہے، یہ عربی ہے، یہ آرین ہے، یہ منگولین ہے۔ اس طرح ہر جماعت کی پہچان ہو جاتی ہے لیکن اس تقسیم میں نہ تو کوئی امتیاز ہے نہ یہ کوئی حقیقی تقسیم ہے۔ حقیقی امتیاز صرف ایک ہی ہو سکتا ہے اور وہ انسانوں کی سعی و عمل کا امتیاز ہے۔ اب تمام نسلِ انسانی ایک سطح اور ایک صف میں کھڑی ہو گئی۔ حقیقت کسی کو بلندی نہیں دیتی۔ مگر اس کو جو اپنے عمل سے شرف و رفعت کا استحقاق ثابت کر دے۔

جو بڑھ کر خود اٹھا لے ہاتھ میں مینا اسی کا ہے!

[ترجمہ و تفسیر: مولانا ابوالکلام آزاد۔ مندرجہ الہلال کلکتہ دور جدید ۱۹۲۶ء]

"اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ۔ مگر در حقیقت معزز تم میں وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے" (۴۹۔۱۳)

"یعنی یہ شعوب و قبائل کا اختلاف محض تعارف کے لئے ہے۔ آپس کے بغض اور ایک دوسرے پر تفاخر، ایک دوسرے سے جھگڑنے کے لئے نہیں ہے۔ اس اختلاف میں انسانی اصل کی وحدت کو نہ بھول جاؤ۔ تم میں اگر کوئی حقیقی تفریق ہے تو وہ صدق اور کذب نیکی اور بدی کی بنا پر ہے" [مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ترجمان القرآن ج ۳ ص ۴۷ رجب ۱۳۵۲ھ]

"لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے تم کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بنایا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک خدا کے نزدیک سب سے عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے"

"یہ صاف نظر آتا ہے کہ اسلام نے حسب و نسب، مال و دولت، پیشہ و حرفت کے تمام امتیازات مٹا دیے ہیں۔ اس کے نزدیک اگر کوئی چیز امتیاز و تفوق کی ہے تو وہ تقویٰ، دینداری اور حسنِ اخلاق کی شرافت ہے" (حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی معارف ص ۴۰۹۔ جلد ۲۱۔ مطبوعہ ۱۳۴۷ ہجری)

مسئلہ کفو پر بحث کے دوران علاّمہ سیّد سلیمان ندوی فرماتے ہیں۔

" مگر یہ حقیقت ہے کہ ان تمام مسائل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ قرآن پاک اور صحیح احادیث سے ان مسلکوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اگر ان مسلکوں کی کوئی شرعی حیثیت ہوتو اسلام کے اس نقارۂ فخر کی آواز دب جائے کہ دنیا میں وہی ایک مذہب ہے جس نے انسانوں میں باہم اخوت، مساوات اور برابری قائم کی اور حسب ونسب، رنگ وروپ اور کالے گورے کے امتیازات مٹادیے" (معارف ص ۴۰۳ ج ۲۱ نمبر ۶ ۱۳۴۷ھ۔)

اللہ کے نزدیک قومی امتیازات وخصائص کوئی چیز نہیں بلکہ اس کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ وہاں اگر کسی چیز کی پرسش ہے تو ورع وتقویٰ کی۔

☆"ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" (۴۹/۱۳)

اس لئے نسلِ انسانی میں یہ حقیقی مساوات ہونا ضروری ہے اور یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک تمام امتیازات قومی مٹانہ دیے جائیں"۔

(حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ پروفیسر جامعہ ملیہ معارف القرآن ص ۳۳۲)

" اے ساکنانِ زمین! ہم نے تم سب کو ایک ہی نوع کے مرد اور اسی نوع کی عورت سے پیدا کیا۔ اب تم ایک ہی جنس کے ہو۔ اس لئے آپس میں اختلاف پیدا نہ کرو۔ ہمارے نزدیک تم سب برابر ہو اور تمہارے مختلف گروہ اور قبیلے محض اس لئے بنادیے کہ تم ایک دوسرے سے امتیاز رکھو۔ ایک دوسرے کے مصالحانہ حریف ہو اور خدا کے نزدیک تم میں سے وہی گروہ عزت اور انعام کا مستحق ہوگا جو سب سے زیادہ قانونِ خدا سے خوف زدہ رہے گا۔ جو سب سے زیادہ صابر، محافظِ نفس، اولوالعزم اور متفق العمل بن کر رہے گا اور استقلال سے احکامِ خدا پر عمل کرے گا۔ یاد رکھو کہ خدا تمہارے اعمال سے مُو بمو واقف اور تمہاری نیتوں کو سر بسر جاننے والا ہے"۔

(علامہ عنایت اللہ خان المشرقی تذکرہ ص ۲۳۷)۔

☆" ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم ان اللہ علیم خبیر" (۴۹/۱۳)

"اللہ کے نزدیک تم میں سے بڑی عزت والا اور مستحقِ فضل وکرم وہی ہے

جو خدا سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے اور اللہ تو انسان کی قدر و
قیمت کو بڑا جاننے والا اور اس کے حال و احوال سے بڑا باخبر ہے"
(علامہ عنایت اللہ خان المشرقی تذکرہ ص ۱۶۰)

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؔ، مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؔ، مولانا سیّد سلیمان ندویؔ، جناب خواجہ عبدالحیٔ صاحب اور علامہ عنایت اللہ خان المشرقیؔ، یعنی یہ "پنچائیت" کم از کم اس آیت کے مفہوم کے باب میں متفق اللستان ہے۔ موخرالذکر صاحب کے سوا دیگر حضرات کا ترجمہ آخری ٹکڑے کے ترجمے کے بغیر ہے اور ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ غالباً دوسرے مقامات پر انہوں نے آخری ٹکڑے "ان اللہ علیم خبیر" کا ترجمہ کیا ہوگا؟ لیکن موخرالذکر مترجم نے آخری ٹکڑے کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔

اس "پنچایت" کا فیصلہ یہ ہے کہ صرف تقویٰ ہی وجۂ شرافت ہے اور بس۔ باقی امتیازات اسلام نے یک قلم مٹا دیے ہیں لیکن اس آیت کریمہ میں آخری ٹکڑا بہر حال قابلِ قدر ہے اور اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے تو تمام مطلب رخصت ہو جاتا ہے اور پھر آزادی و اباحت میں تو انسان جو کچھ جی چاہے کہتا پھرے روکنے والا کون ہے؟ قرآن مجید میں تقویٰ پر بہت زور دیا گیا ہے اور یہ انسانیت کی جان ہے۔ اس آیت کا سیاق و سباق قابلِ ملاحظہ ہے۔ اس سے قبل جو آیات ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر لعن طعن کیا کرتے تھے، نام بگاڑتے تھے اور نسب پر طنز کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں صراحت فرما دی کہ سب کو ہم نے پیدا کیا، ایک مرد اور عورت کے جوڑے سے پیدا کیا اور تمہاری جان پہچان کے لئے تمہارے شعوب و قبائل بنا ڈالے اور اس میں کوئی بھی شبہ نہیں کہ لعن طعن سے بچنا اور ایک دوسرے کو پہچاننا خدا کے نزدیک تمہاری بزرگی اور پرہیزگاری ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام امور رشدنی و ناشدنی اور تمہارے ہر طرح کے حال و کیفیت سے بالکل علم رکھنے والا خبردار ہے۔ یعنی من جملہ اور متعدد امور کے یہاں تعارفِ شعوب و قبائل بھی تقویٰ کی دفعات و مراتب سے ہے۔ تعارفِ شعوب و قبائل بھی پرہیزگاری

ہے اور یہ بڑی بزرگی کی بات ہے۔قرآن مجید نے متعدد امور کو تقویٰ سے وابستہ کیا ہے۔خود علاّمہ مشرقی بھی بڑے زور سے اس امر کے مجوّز ہیں اور متعدد امور کو تقویٰ سے وابستہ سمجھتے تھے اور حق یہ ہے کہ متعدد امور تقویٰ سے متعلق ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

☆"بلٰی من اوفٰی بعهده واتقٰی فان الله یحب المتقین "(سورۃ آل عمران ۳ آیت ۷۶)
کا ترجمہ علاّمہ مشرقی نے یوں کیا ہے۔

(ترجمہ) "سچ تو یہ ہے کہ جو شخص بھی اپنے عہد پر قائم رہا اور خوفِ خدا کے باعث بدمعاملگی سے بچا تو اللہ تقویٰ کرنے والوں کو بے شک دوست رکھتا ہے"۔(تذکرہ ص ۱۹۸)

☆"انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم واتقوا الله لعلکم ترحمون"(سورۃ الحجرات ۴۹ آیت نمبر ۱۰)

اس آیت مبارکہ کا ترجمہ علاّمہ موصوف نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

(ترجمہ) خدا پر ایمان رکھنے والے تو آپس میں بھائی بھائی ہیں پس تمہارا فرض ہے کہ اپنے دو بھائیوں کے درمیان مصالحت کراؤ اور خدا کی خفگی سے ڈرتے رہو اور اس کا تقویٰ کرو کہ وہ تم پر مہربان ہو جائے۔

یہاں پھر مصالحت اور مواخات کو اتقائے الٰہی پر محمول کیا گیا جس قدر خوف رعیت کو حاکمِ اعلیٰ کا ہے۔اسی قدر اس کے افراد متحد رہیں گے "۔(تذکرہ علاّمہ مشرقی ص ۱۲۰)۔

عہد پر قائم رہنا اور بدمعاملگی سے بچنا اتقائے الٰہی ہے۔مصالحت اور مواخات کو قائم رکھنا بھی اتقائے الٰہی ہے۔دو بھائیوں میں مصالحت کرانا اور خدا سے ڈرنا اتقائے الٰہی ہے۔اسی طرح تعارفِ شعوب وقبائل کا استحکام و بقا، ملاعن ومطاعن سے بچنا، کھرے کھوٹے، صادق و فاسق اور مومن و کافر کو پہچاننا بھی اتقائے الٰہی ہے۔اگر دو بھائیوں میں صلح کرا دینا اتقائے الٰہی ہے اور یقیناً ایسا ہی ہے تو پھر تعارفِ شعوب وقبائل کیوں اتقائے الٰہی نہیں ہے اور اس آیت کے مفہوم کو سیاق وسباق سے بے نیاز ہو کر کیوں بگاڑا جاتا ہے اور "یحرفون الکلم

عـن مـواضـعـه "کے مقام پراتر کرسیاق وسباق کی مناسبت سے کیوں انکار کیا جائے۔اس "پنچائیت" کے بزرگ بہت ہی ممتاز ہستیاں ہیں۔بالخصوص مقدم الذّکر اصحابِ ثلاثہ اور پھران میں سے بھی مقدم تر حضرت مولانا ابوالکلام آزاد ہیں جوفہم وبصیرت میں یکتائے عہد اور فکر و مذاق میں بہت ہی بلندتر مرتبہ کے مالک ہیں۔ان بزرگوں کی پنچائیت کا تعاقب کرنا اور نقد و جرح چھوٹا منہ بڑی بات کا مصداق ہے اور ان سے اختلاف ایسا ہے جیسے مورِ بے پر، ہمدوشِ سلیمان ہونے کی هوس کرے اور یہ بھی مقصود نہیں کہ اس بڑی "پنچائیت" کو جھٹلانے کے لیے اپنے آپ کو چمکایا جائے۔حاشاوکلا۔لیکن حق آخر حق ہے۔بحیثیت مجموعی ان حضرات نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں حسب ونسب اور رنگ ونسل وغیرہ کا بالکل انکار کر دیا ہے اور اپنی تائید میں قرآن کو شہادت لاتے ہیں جیسا کہ اوپر صراحت گزر چکی ہے۔

خـلـقـنـا و جـعـلـنـا پرزور ہے اور "خلقت "اور "بناوٹ " کے لیے جو "انانیت ربّانی" پائی جاتی ہے اس پر نظر رکھنا ضروری ہے۔خطاب تمام نوع انسانی سے ہے۔ کسی ملک،قوم،زبان،رنگ یا زمان سے مختص نہیں ہے۔مکمل عمومیت ہے۔انسانوں کو ان کی تخلیق مرد وعورت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور " جـعـلـنـا" کے "نا" پر زور کے ساتھ شعوب وقبائل کا اظہار فرمایا گیا ہے۔ "لتـعـارفوا"سے کوئی عارضی اور وقتی پہچان مراد لے لینا عدم تدبّر اور تنگ نظری ہے۔تعارفِ نسب جو میراث،نکاح،امامتِ کبریٰ،امامتِ صغریٰ اور نجاتِ آخرت وغیرہ امور سے متعلق ہے۔تعارفِ اقوام وملل اور ان کے احوال وکوائف اور تمدن ومعاشرت اور سیاست وحکومت اور ان کے امراض مختلفہ ونوعیہ بھی اس سے کیوں مراد نہ لیے جائیں؟اور کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ اس "لتعارفوا" کے ارشاد ربّانی نے اپنی فصاحت وبلاغت وجامعیّت اور اختصار وایجاز کے ساتھ اقوام وملل عالم کی تاریخ دانی اور اس کے مطالعہ ومشاہدہ اور تجسس وتلاش کی ترغیب دی ہے۔اس ترغیب میں نہ اگلے وقتوں اور قوموں کی تحقیق کے لئے کوئی قید ہے اور نہ آئندہ کے لیے دروازہ بند ہے بلکہ یہ "لتعارفوا" ایک درسِ تحقیق وتشخص

ہے اور سعی و جہد کی طرح ہے اور ایک باب من ابواب بصیرۃ وغیرہ۔

"ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" آیت کے اس ٹکڑے کو بے محل چسپاں کرنا تحریفِ معنوی ہے جو کچھ ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے اس کی خبر ہے۔ بلاشبہ اس آیت کی جان یہ "لتعارفوا" ہی ہے۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر کرتے وقت "لتعارفوا" کو کمزور کرکے بگاڑ دینا افسوس کا مقام ہے۔ شعوب وقبائل سے ماقبل جو "جعلنا" ہے اس کی موجودگی کا اعتراف واعلان کرنے کے بجائے "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" کا ٹکڑا لے کر آیت کے اوّل وآخر اور مبداء وخبر سے عمداً یک قلم انکار کر دیا جائے اور آیت کا آخری فقرہ "ان اللہ علیم خبیر" بھی علم وخبر کے باوجود نظر انداز کر دیا جائے تو کیا یہ صرفِ نظر حیرت انگیز نہیں ہے؟ کیا خداوند کریم جو علیم وخبیر ہے اس نے "جعلنا" کے اعلان کے ساتھ شعوب وقبائل کے لئے "لتعارفوا" نہیں فرمایا؟ پس ارشادِ خداوند کریم کے مطابق جو لوگ شعوب وقبائل (اقوام وملل اور ذات وگوت) کے لئے "لتعارفوا" کے ارشاد کی تعمیل نہیں کرتے اور "لتعارفوا" کی غرض وغایت بھول جاتے ہیں وہ "ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم" سے خارج ہیں اور اس سے مستفید ہونے کے ہرگز مستحق نہیں۔

اس آیت کے سیاق وسباق پر بہ ہر حال نظر رہنی چاہیے کہ ان سے مقصودِ ربّانی کیا ہے۔ قرآن کریم بلاشبہ کسی خاص قوم یا نسل یا ملک کے لیے نہیں ہے۔ وہ تمام شعوب وقبائل، تمام اقوام وملل، تمام ممالک واوطان اور اقطاع وجزائر کے لیے ہے لیکن وہ کسی نسل، قوم اور ملک ووطن کے وجود سے ہرگز انکار نہیں کرتا بلکہ وہ ان کا اقرار کرتا ہے۔ اس ماحول کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے جس میں قرآن وحی الٰہی کا مظہر ہوا۔ وہ اس لئے بتدریج نازل ہوا کہ حسبِ موقع ومحل خطاب ہوتا رہے۔ جس موقع پر جس خطاب کی ضرورت ہے ویسا ہی خطاب کیا گیا۔ قوم، رنگ، نسل، حسب ونسب اور کفو وغیرہ پر متذکرہ بالا حضرات کو بہت غصہ ہے اور وہ انہیں کتاب وسنت کے دفاتر میں دیکھنا نہیں چاہتے، بہت خفا ہیں کہ یہ اصطلاحات کتاب وسنت

میں کیوں رائج ہو گئیں لیکن ان کا نکال دینا ناممکن ہے۔ یہ حضرات اس مشغلہ میں بے شمار مقالات ومسوّدات کے بانی ہیں اور کوئی دقیقہ انہوں نے اس شغل میں فروگزاشت نہیں کیا۔

اب دیکھئے کہ مندرجہ ذیل آیات میں "جعل" بمعنی ساخت خداوندی اور فعلِ ایزدی نسب ددھیال، ننھیال اور نسل وغیرہ امور کا احیاء وبقا کیسے ہو رہا ہے۔ خدارا انصاف کیجئے ان آیات کی موجودگی میں کس طرح کہا جاتا ہے کہ اسلام نسب کا انکاری ہے۔

☆**"هو الذی خلق من المآء بشراً فجعله نسباً و صهرا وکان ربك قديرا"** (سورة الفرقان ۲۵ ایت ۵۴)

(ترجمہ) "وہ پروردگار عالم ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا ہے پھر اس کو ددھیال اور ننھیال والا بنایا اور پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے"

☆**"وَجَعَلُوا بینهٗ و بین الجِنّةِ نَسبًاو لقد علمت الجِنّةُ انهم لمحضرون** (سورة الصّٰفّٰت ۳۷ آیت ۱۵۸)

(ترجمہ) اور انہوں نے خداوند کریم میں اور جنوں میں نسب بنا لیا حالاں کہ جنات جانتے ہیں کہ وہ خدا کے حضور حاضر کیے جائیں گے اور خدا نے کسی کے حضور حاضر نہیں ہونا ہے۔

☆**"ثم جعل نسلهٗ من سُلٰلَة من مآءٍ مَهِين"** (سورة السجدة ۳۲ آیت ۸)

(ترجمہ) پھر آبِ مہین سے اس نے ان کی "نسل" بنائی۔

☆**"فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بينهم يومئذٍ ولا يتساء لُون "** (سورة المؤمنون ۲۳ آیت ۱۰۱)

(ترجمہ) "پھر جب صور پھونکا جائے گا تو ان میں نہ قرابتیں رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے (اس افراتفری، خوف و ہراس اور

ہول کے وقت اپنے اپنے بچاؤ کے درپے ہوں گے "۔

☆"وَجَعَلْنٰکُم اَکْثَرَ نَفِیراً" (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷ آیت ٦)

(ترجمہ) اوراس سے زیادہ کردیا تمہارا لشکر۔

☆"و کلًّا جَعَلْنا نَبِیاً (سورۃ مریم ۱۹ آیت نمبر ٤٩)

(ترجمہ) اور سب کو نبی کیا۔

☆"و جعلنها وَ ابْنَهَا اٰیة لّلعٰلَمِینَ " (سورۃ الانبیاء ۲۱ آیت ۹۱)

(ترجمہ) اور کیا اس کو اس کے بیٹے کو نشانی جہاں والوں کے واسطے۔

☆"و یهلك الحرث والنَّسل ط والله لا یحب الفساد" (سورۃ بقرہ آیت ۲۰۵)

(ترجمہ) اور تباہ کرتے ہیں کھیتیاں اور نسل اور ناپسند کرتا ہے فساد کو۔

☆"نِساؤ کم حرث لکم فاتو احرثکم انٰی شئتم"ط (سورۃ بقرہ ۲ آیت ۲۲۳)

(ترجمہ) تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔ سو جاؤ اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو۔

ان آیاتِ بابرکات سے نسل ونسب کا اثبات ہوا اور یہ بھی پایۂ اثبات کو پہنچا کہ خداوند کریم نے خود ازراہِ مصلحت نسب ونسل اور شعوب وقبائل بنائے ہیں۔ اس کی ان ساختوں اور تقسیموں سے انکار کرنا بہت بڑی دیدہ دلیری اور جسارت ہے۔

چہ دلاور است دُزدے کہ بکف چراغ دارد

☆"ویهلك الحرث والنسل "

یعنی ہلاک کرتے ہیں۔ عورتوں اور نسل کو اور ہلاکت فساد انگیزی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ حرث کے معنی کھیتی کے ہیں۔ لیکن "الحرث والنسل" کا قرینہ عورت اور اولاد کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور دوسری جگہ خود قرآن کریم نے "نسآؤ کُم حرثٌ لّکُم" میں عورتوں کو کھیتی سے تعبیر کیا ہے اور عورتوں کو کھیتی سے مشابہت ومماثلت کے طور پر پیش کرنا

صرف قرآن کا کام ہےاور عربی زبان ہی اس کی مجاز ہے۔عورت اور کھیتی کی مناسبت و معنویت پرغور تو کریں۔کتنی چبھتی ہوئی تشبیہ اور دل میں اتر جانے والی بات ہے۔اس سے کوئی کور باطن ہی انکار کرسکتا ہے۔

قرآن مجید کی صرف اسی آیت میں" لتعارفوا" کالفظ نہیں آیا اور نہ یہ قرآن کی رو سے اوراس کی لغت میں نوادر سے ہے۔اس کی مثالیں قرآن مجید میں بکثرت ہیں۔

☆"فلما جآء هم ما عرفوا كفروا به" (سورة بقره ایت ۸۹)

(ترجمہ) پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے۔

☆"الذين اٰتينهم الكتٰب يعرفونهٗ كما يعرفونَ ابنآء هُمْ" (سورة بقره آیت ۱۴۶)

(ترجمہ) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں۔
(تفہیم القران جلد اول 31 اشاعت ادارہ ترجمان القران لاہور صفحہ نمبر 123)

☆"اِذَا تَراضَو ابينهم بالمعروف" (سورة بقره آیت ۲۳۲)

(ترجمہ) جب راضی ہو جائیں آپس میں موافق دستور کے۔

☆"الا ان تقولوا قولا معروفا" (سوره بقره آیت ۲۳۵)

(ترجمہ) مگر یہی کہ کہدو کوئی بات رواج شریعت کے مطابق۔

☆"متا عاً بِالمعروف حَقّاً على المُحسنِين" (سورة بقره آیت ۲۳۶)

(ترجمہ) جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے لازم ہے نیکی کرنے والوں پر۔

☆"وَيامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر" (سورة ال عمران ۳ آیت ۱۰۴)

(ترجمہ) اور حکم کرتے رہیں اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے۔

☆"تعرفهم بسيمٰهم" (سورة بقرة ایت ۲۷۳)

(ترجمہ) تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرے سے۔

☆"کنتم خیر امة اخرجت للناس تا مرون بالمعروف و تنهون عن المنکر و تؤمنون بالله (سورہ آل عمران آیت ۱۱۰)

(ترجمہ) تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں۔ حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

☆"وقولو الهم قولا معروفا" (سورة النساء ٤ آیت ٨)

(ترجمہ) اور کہہ دو ان کو بات معقول۔

☆"ومن کان فقیراً فلیا کل بالمعروف" (سورة النساء ٤ آیت ٦)

(ترجمہ) جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے مطابق دستور کے۔

اس لیے یہ ایسا لفظ نہیں ہے کہ اسے کھینچ تان کر کمزور کر دیا جائے بالخصوص " الذین اٰتینٰهم الکتٰب یعرفونهٗ کما یعرفونَ ابنآء هم "(۲،۱۴۶) نے تو "لتعارفو ا" کے قریب ہمیں اس قدر پہنچا دیا ہے کہ اس سے آگے اور بڑھنا محالات سے ہے یعنی "اسے ایسا جانتے ہو جیسا اپنے بیٹوں کو جانتے ہو" دوسروں کی پہچان اور بات ہے لیکن اپنے بیٹوں کی پہچان اور ہی بات ہے! دوسروں کی خاص خاص باتوں سے آدمی واقف ہو سکتا ہے مگر بیٹوں کی عادتیں، خصلتیں، طبعی رجحانات بلکہ ان کے احساسات و جذبات کا بھی آدمی واقف ہوتا ہے۔ پس "لتعارفو ا" میں ایسی ہی شناختوں کا راز مضمر ہے۔ اور یہ عین تقویٰ ہے۔

اب ہم مسئلہ کفو کے متعلق جو احادیث ہیں ان کو پیش کرتے ہیں۔

☆"اِلَا لا یزوج النسـاء اِلّا اْلاَولیاءُ ولا یزَّوجن الا من الاکفاء" (الیٰ آخرالحدیث) (سنن دار قطنی و بیقهی رواهُ حضرت جابر)

آگاہ رہو کہ عورتوں کا نکاح صرف ان کے اولیا کریں اور ان کا نکاح نہ کیا کرو لیکن ان کے کفو سے۔ (الیٰ آخرالحدیث)

☆"تخيروا لنطفكم وانكحوا الاكفاء" (مستدرک روایت حضرت عائشہؓ)

(ترجمہ) اپنے نطفوں کے لئے بہتر انتخاب کرو اور کفو سے نکاح کرو۔

☆"يا على ثلاث لا تؤخّر الصلوة اذا اتتْ والجنازة اذا حضرت والايم اذا وجدت لها كفواً" (جامع ترمذی و حاکم)

(ترجمہ) اے علیؑ! تین باتوں میں دیر نہ کرنا نماز جب اس کا وقت آجائے، جنازہ جب تیار ہو جائے اور بے شوہر والی عورت کے لیے جب تم کفو پالو۔

☆"العرب بعضها لبعض اكفاءُ الا حائك او حجام" (ميزان الاعتدال ذهبی روايت حضرت ابن عمر)

(ترجمہ) عرب باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں سوائے جولاہا اور نائی کے۔

☆"ذوات الاحساب الا مِنَ الْاَ كفاء" (كتاب الآثار لامام محمد)

(ترجمہ) میں برابر کے لوگوں کے علاوہ خاندانی لڑکیوں کا نکاح دوسروں سے روک دوں گا۔

حضرت سلیمان فارسیؓ نے اہلِ عرب کو خطاب کر کے فرمایا:

☆"لا نؤمكم ولا ننكح نساء كم" (ابن ابی حاتم ص ۴۰۶)

ترجمہ: ہم اہلِ عجم نہ تمہارے امام ہو سکتے ہیں اور نہ تم میں نکاح کر سکتے ہیں۔

یہ وہ احادیث و اقوال ہیں جن کو حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے رسالہ "معارف" نمبر ۶ ج ۲۱ میں مقالہ "حقوقِ نسواں اور کفو" کے زیرِ عنوان پیش کر کے ان پر

جرح و تعدیل کی ہے اور تنقید و تعقیب کی طرح ڈالی ہے۔ حضرت علامہ موصوف اور ان کے فکر و خیال کے لوگ جب بھی کسی معاملہ کی تکذیب و تردید پر آمادہ ہوا کرتے ہیں تو جرح و تعدیل اور تنقید و تعقیب ہی کی تلوار کو بے نیام کیا کرتے ہیں۔ حضرت موصوف نے روایات پر اعتراض کیے ہیں اور ان روایات کی موضوعیت اور عدم اصلیت کا علم ہم تک پہنچایا ہے۔ اگر ان کو ذرا بھی ان روایات کی ثقاہت نظر آتی تو پھر درایت کی کند چھری سے ان کی گردن قطع کر دیتے، لیکن یہ روایات ان کی نظر میں اس مقام تک نہیں پہنچتیں۔

حضرت علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے جدید علم کلام کی بنیادیں استوار کیں اور پسندیدہ خاطر روایات کو بروئے کار لانے کے لیے درایت پر زور دیا۔ حضرت علامہ سیّد سلیمان ندوی ان کے جانشین رشید ہیں۔ آپ نے معراج جسمانی کی روایت پر درایت کی چھری چلادی۔ اصولاً مسئلہ کفو کی روایات اتنی کمزور نہیں ہیں جتنا حضرت نے خیال کی ہیں۔ جن راویوں پر آپ نے جرح کیا ہے ان راویوں کی حمایت میں آراء نظر سے نہیں گزریں اور تاریخ اسلامی میں وہ کونسا شخص ہے جو نقص سے خالی قرار دیا گیا ہے اور تنقید و تعدیل سے بچا ہے اگر کوئی محفوظ رہا ہے تو پھر وہ "نبیؐ" یا "جبریلؑ" ہے اس کا "ہم کفو" اس سے کم تر تو کسی طرح فہم میں نہیں آسکتا۔ ان روایات کی تنقیص کے بعد آپ نے ان کے بالمقابل آیۂ تعارف "یاایها الناس انا خلقنا کم من ذکر و انثی و جعلنا کم شعوبا و قبائل لتعارفوا ط ان اکرمکم عند الله اتقٰکم" (سورۃ الحجرات ۴۹۔۲) اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فتح مکہ کے دن کا خطاب "یا معشر قریش ان الله قداذهب عنکم نخوة الجاهلیة و تعظمها بالا باء الناس من آدم و آدم من تراب" اور حجۃ الوداع کا فرمان "ایها الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا عجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولالاسود علی احمر الا بالتقویٰ" (مسند امام احمد) بطور دلائل پیش کئے ہیں۔

جن روایات کی آپ نے تکذیب کی ہے وہ مناکحت سے تعلق رکھتی ہیں اور جو آپ

نے بالمقابل پیش فرمائی ہیں وہ خطابِ عمومی سے متعلق ہیں اور اپنے مقام پر اس خطاب کی ضرورت تھی۔ زیادہ سے زیادہ اس میں یہ بات ہے کہ کسی اہلِ عجم کو اہلِ عرب پر بحیثیت وطنی تفوّق کے کوئی تفوّق نہیں ہے اور کسی کالی چمڑی والے کو کسی گوری رنگت والے پر بطورِ رنگت خود ستائی کے طور پر کوئی فضیلت نہیں کیونکہ بعض کو کالی چمڑی پسند آتی ہے اور بعض کو گوری رنگت اور اسی لیے افراط کرنے کے بجائے خدا سے ڈرنا چاہیے یہی تقویٰ ہے۔ اور یا پھر یہ عمومی پہلو ہو اور وہ خصوصی پہلو! یہ قانون کا بیرونی اور تبلیغی پہلو ہے اور وہ اندرونی اور انتظامی پہلو، اس میں غرور و تکبر کا سد باب ہے اور اس میں رحم و انصاف اور محبت و یگانگت کی سبیل۔ یہ بے اعتدالیوں کی تدبیرِ اصلاح ہے اور وہ باہمی حدود کا قیام و بقاء۔ یہ کسی طرح بھی ایک دوسرے کی معارض نہیں ہیں۔ بعض قوانین بین الاقوامی ہوتے ہیں اور کچھ بین الممالک۔ کوئی مقنّن، شارح، مفسّر اور خطیب ان دو گونہ امور کو نظر انداز نہیں کرسکتا۔ انٹرنیشنل لاءُ اقوام متحدہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے وضع ہوتے ہیں اور نیشنل لاء صرف ایک نیشنلٹی کی خواہشات و مصالح کے نتائج سے ہوتے ہیں۔

حضرت علاّمہؒ نے جن احادیث و آثار کی تردید پر قلم اٹھایا ہے وہ مسلم سوسائٹی کے نظم و نسق کا اندرونی ضابطہ ہے اور جو روایات آپ نے بالمقابل پیش کی ہیں اور جن سے عالمگیر مساوات پر استدلال کیا ہے۔ وہ مسلم سوسائٹی کے لئے انٹرنیشنل ہدایات ہیں۔ مثلاً صلوٰۃ و صوم اور حج وغیرہ امور میں انہی کی پابندی لازمی ہے۔ سوسائٹی کو مضبوط اور مستحکم رکھنے کے لیے یہ قواعد ضروری ہیں اور دنیا کی ہر جماعت اس نوع کے تحفظات رکھتی ہے۔ پھر دیکھئے کہ عام پبلک کے لیے جو قوانین کوئی حکومت وضع کرتی ہے وہ اور ہوتے ہیں اور جو قوانین اپنے ملازمین

کی خاطر حکومت بناتی ہے وہ ڈیپارٹمنٹل قواعد ہوتے ہیں۔ مثلاً جیل مینول، فارسٹ مینول اور سروس بک وغیرہ۔ کیا جن ملازمین پر ڈیپارٹمنٹل ضابطوں کی پابندی لازمی ہوتی ہے اور وہ عام پبلک قانون کی قیود و حدود سے بے نیاز ہو جاتے ہیں؟ وہ ملازمین ملکی قوانین کے اسی طرح پابند ہوتے ہیں جس طرح اور لوگ۔ لیکن ان پر محکمانہ قواعد کی یہ پابندی زائد ہوتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو محکمہ اپنے کام کو چلا نہیں سکتا اور نظم و نسق محال اور ادب و فرمانبرداری عنقا ہو جائے۔

جو روایات حضرت علاّمہ نے پیش کی ہیں کیا ان ہی کے موضوعہ اصولوں کے مطابق تردید کوئی مشکل امر ہے اور ان کا کھوکھلا پن ثابت نہیں کیا جا سکتا، لیکن ایک صاف امر کو سمجھ کر پھر ایسا کیوں کیا جائے؟

کفو کے خلاف ایک یہ حدیث پیش کی گئی ہے۔

☆"اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه"

(ترمذی و حاکم)

(ترجمہ) جب تم کو کوئی ایسا شخص پیام دے جس کی دینداری اور اخلاق تم کو پسند آئیں تو بیاہ دو۔

حضرت علاّمہ کہتے ہیں یہ حدیث اپنی صحت کے لحاظ سے ان حدیثوں سے زیادہ قوی ہے جو کفایت کے باب میں روایت کی جاتی ہیں۔ اس بناء پر ان کے مقابلہ میں اس روایت سے قطع نظر نہیں کیا جا سکتا، دیکھو کہ "اس میں جس چیز کو اہمیت دی گئی ہے وہ نسب، دولت اور پیشہ نہیں ہے بلکہ دینداری اور اخلاق ہے اور یہی اصول اسلام کے مطابق ہے"۔ (معارف ص۱۳۴ ج۲۱) لیکن اس سے یہ بات تو کسی طرح اخذ نہیں ہوتی کہ کفو کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے مراتب بے جا و عبث ہیں۔ آخر اس کا یہ مطلب کیوں نہ لیا جائے کہ ایک شخص تمہارا کفو ہو۔ مگر

تمہیں پسند نہ ہو۔ تو ایسا نہ کرو۔ اس کے اخلاق و دین کو پیش نظر رکھو اور رشتہ دے دو۔ اس سے زیادہ اور کوئی بات نکلتی ہی نہیں ہے۔ سب سے بڑا نکتہ تو یہ ہے کہ یہ حدیث دینداری و اخلاق کی طرح ڈالتی ہے جو عُمدہ بات ہے لیکن یہ کفویت کی ہرگز تنقیص و سدِ باب نہیں کرتی اور جو بات علاّمہ پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ پیدا نہیں ہوتی۔ تاہم علاّمہ کے باب میں حفظِ مراتب بہ ہر حال لازم ہے۔

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد
گر حفظِ مراتب نہ کنی زِندیقی

بصیرت افروز توجیہات وتوضیحات

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی (المتولد ۱۱۱۶ھ ہجری ۱۶۹۶ء المتوفی ۱۱۷۶ھ ۱۷۵۶ء) ان بزرگوں میں سے ہیں جن کی علمیت وفضیلت کا سب ہی کو اعتراف ہے۔ بعض جدید طرزِ خیال اور علم کے لوگ بھی، جو سراسر انگریزی تعلیمات اور ماحول کی پیداوار ہیں آپ کا لوہا مانتے ہیں اور قدیم فکر ونظر کے لوگ جو دینیات سے تعلق رکھتے ہیں، خواہ کسی بھی مسلک ومشرب کے ہوں حضرت شاہ صاحب کی شخصیت کے معترف ہیں۔ آپ فاروقی النسل بزرگ ہیں۔ اہلسنت کے مسلک پر آپ نے احادیث کی اشاعت میں نمایاں حصہ لیا۔ کلامِ الٰہی کا ترجمہ کیا۔ متعدد کتابیں مختلف علوم وفنون اور موضوعات پر آپ کے قلم سے لکھی گئی ہیں اور ہمیں بہر حال آپ کی علمیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ہمارے ہاں ایک گروہ شاہ صاحب کو امام اور مجدّد بنا ڈالنے پر بھی تلا بیٹھا ہے اور آپ کی کتابوں کے اقتباسات کو توڑ مروڑ کر اپنے لیے مفید مطلب ثابت کرنے کے درپے ہے۔ شاہ صاحب کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے ہیں جن کا سیاق وسباق کچھ اور ہے لیکن یہ لوگ کانٹ چھانٹ کر انہیں پیش کر رہے ہیں۔ عبدالوہاب نجدی کے روحانی متوسلین، شاہ صاحب کو بھی نجدیت کی نمائش گاہ دکھا رہے ہیں۔ ان سے ذرا کم درجہ کے لوگ انہیں ایک دوسری ہی شکل میں پیش کر رہے ہیں جیسا کہ اربابِ تطبیق وتوفیق کا شیوۂ عام ہے۔ تیسرا گروہ اعتدال پر ہے لیکن وہ بالکل عاجز ہے اور پروپیگنڈہ کے مسلسل طوفان کے بالمقابل حالات کے

تقاضوں کے مطابق کارگزاری کی ہمت نہیں رکھتا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی لازوال، پُر حکمت، مایہ ناز اور بقائے دوام شہرت رکھنے والی کتاب "حجتہ اللہ البالغہ" میں متعدد مقامات پر حفاظتِ نسب اور اعتبارِ کفو پر زور دیا ہے اور اس کے حکم و بصائر روبہ کار لائے ہیں۔ آپ نے بڑی ہی جامعیت اور بالغ نظری کے ساتھ ان مسائل کی نوعیت، کیفیت اور اہمیت پر گفتگو کی ہے۔ لوگوں نے "حجتہ اللہ البالغہ" سے اقتباسات لیے ہیں۔ شاہ صاحب کی اس کتاب سے عبارتوں پر عبارتیں نقل کی جاتی ہیں لیکن اپنے مزعومہ مطلب کے خلاف پاکر ہر ایسے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں جو ان کے کام کا نہیں ہوتا اور اس سے یوں گزر جاتے ہیں جیسے شاہ صاحب نے کچھ کہا ہی نہیں۔

دراز دستئ ایں کوتاہ آستیناں بیں
بزیرِ دلق مرقع کمند ہا دارند

شاہ صاحب کی شخصیت سے تمام لوگ واقف ہیں۔ خواہ دیانتدار ہوں یا خیانت دار۔ تقریباً مختلف الخیال لوگ مثلاً اہلحدیث، اہلِ فقہ، اہلِ تصوف، اہلِ فلسفہ اور اہلِ مدرسہ سب ہی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آپ کی تحریروں کو بطورِ سند پیش کرتے رہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر شاہ صاحب کی تحریرات عموماً سند مانی جاتی ہیں اور ہم بھی اعتقادیات کے اصولوں میں انہیں سند مانتے ہیں۔ بنا بریں گم کردہ راہوں اور نادانوں کی رہنمائی اور علم و آگہی کے لیے تحفظِ نسب اور اعتبارِ کفو کے ضمن میں ہم شاہ صاحب کے اقوال قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ان کی سودمندی پر اعتماد کرتے ہیں۔ حسب و نسب کے مخالفین سے قطع نظر تمام دیندار حلقوں سے ہمیں اس معاملہ میں تائید و حمایت کی توقع ہے۔ اعتبارِ نسب اور اعتبارِ کفو، حکیمانہ اصل پر مبنی ہے اس لیے شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

"باہمی معاملات اور نکاح کے اصول میں یہ خوبی ہے کہ لوگوں میں باہم

عدل وانصاف قائم رہے" (حجۃ اللہ البالغہ ص۶)

مناکحت میں عدل وانصاف کی توضیح

"نکاح کی یہ حالت کذائی کہ غیر محارم سے نکاح کیا جائے۔لوگوں کے مجمع میں اس کی تقریب ہواوراس سے پہلے مہر اور منگنی ہو۔کفو کا بھی لحاظ رکھا جائے۔اولیاء کی سر براہ کاری ہو،ولیمہ کیا جائے۔لوگوں کا عورتوں پر قابو ہے،لوگ ان کی معاش کے متکفل رہیں،عورتیں گھر کی خدمات میں مصروف رہیں۔اولاد کی تربیت کریں،اطاعت سے رہیں۔تمام لوگوں کی نظر میں یہ لازمی طریقہ اور مسلّم امر ہو گیا ہے جس پر لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے۔عرب وعجم میں کوئی اس میں اختلاف نہیں کرتا"۔ (حجۃ اللہ البالغہ باب ۱۱ تدبیر منزل ص۶۱)۔

ہر ملک اور ہر قوم نسب اور کفو کی مجوز ہے

اسی "تدبیر منزل" کے باب میں تدبیر منزل کی کامیابی کے لئے آپ نے سترہ امور ضروری قرار دیے ہیں اور یہ امور ایک گھر کو جنت اور خاندان کو پر امن بنا سکتے ہیں اور تمدن کی جان ہیں۔ان میں آخری تین مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ نقیب کا حالاتِ خاندانی پر نظر رکھنا۔

۲۔ ورثہ میں ترکہ کی تقسیم

۳۔ نسبی اور حسبی امور کی پاسداری

"لوگوں میں سے کسی جماعت کو نہ پاؤ گے کہ ان ابواب کے اصول پر ان کو اعتقاد نہ

ہو۔ ان کے مذہب میں اختلاف ہو۔ ان کے وطن جدا جدا ہوں لیکن ان امور کے قائم کرنے میں سب کی سعی اور کوشش رہتی ہے"۔ (حجۃ اللہ البالغہ باب تدبیر منزل ص ۶۳)

تمدن کی اساس اعتبارِ تمدن میں ہے

"ازاں جملہ یہ کہ عورت کی بسا اوقات اپنے خاوند سے اولاد پیدا ہوتی ہے جو لامحالہ مرد کی قوم اور اس کے نسب اور مرتبہ سے ہوتی ہے اور انسان کا اپنی ماں کے ساتھ اتصال کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ پس اس سبب سے زوجہ ان لوگوں کے شمار میں داخل ہے جو اس کے خاوند کی قوم سے علیٰحدہ نہیں ہوتے اور وہ بمنزلہ ذوی الارحام کے ہو جاتی ہے"

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۸۰)۔

مشارکتِ نسب وحسب فطرتِ انسانی ہے

"قرابت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ قرابت جو حسب و نسب میں مشارکت اور اس بات کو چاہتی ہے کہ وہ دونوں شخص ایک ہی قوم اور مرتبہ کے ہوں اور دوسری وہ قرابت جو حسب و نسب اور مرتبہ میں مشارکت کو نہیں چاہتی، بلکہ اس میں صرف محبت و شفقت پائی جاتی ہے اور اگر ترکہ تقسیم کرنے کا اختیار میت کو ہوتا تو اس کی قرابت سے آگے نہ بڑھتا۔ یہ بات ضروری ہے کہ پہلی قسم کو دوسری قسم پر فضیلت دی جائے جو اس کی قوم میں اس کا قائم مقام ہے تو اس کو انصاف جانتے ہیں اور پسند کرتے ہیں اور یہ بات ان کی جبلت میں داخل ہو گئی ہے جو ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔ مگر ہمارے زمانے میں لوگوں کے نسب ضائع ہو گئے ہیں اور نسب کی وجہ سے باہم معاونت نہیں ہے اور یہ بات بھی ناروا ہے کہ دوسری قسم کا حق پہلی قسم کے بعد چھوڑ دیا جائے" (حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۸۱)۔

توارث میں نسب کا اعتبار سب سے مقدّم ہے

"توارث کا مدار تین امور پر ہے۔ ایک قومیت کے بعد اس کی جگہ اس کی عزت اور مرتبہ اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں ان میں اس کا قائمقام ہے کیونکہ انسان کی اس بات میں بڑی کوشش ہوتی ہے کہ اس کے بعد اس کا کوئی قائمقام رہے۔ دوسرے خدمت اور غمخواری اور محبت اور شفقت اور جو باتیں اس قبیلہ سے ہیں۔ تیسرے قرابت جوان دونوں امور پر بھی مشتمل ہے اور تینوں میں زیادہ تر اسی تیسرے کا اعتبار مقدم ہے اور پورے طور پر ان سب کا محل وہ شخص ہے جو نسب کے عمود میں داخل ہے۔ جیسے باپ اور دادا اور بیٹا اور پوتا، یہ لوگ سب سے زیادہ ورثہ کے مستحق ہیں"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۸۱)۔

جانشین کے لئے اعتبارِ نسب

"اور قائمقام ہونے کا احتمال بیٹے کے بھائیوں میں ہے اور جوان کے مانند بمنزلہ قوت بازو کے ہیں اور اس کی قوم کے اور اس کے نسب اور مرتبہ کے ہیں باقی رہی خدمت اور مشقت تو یہ دونوں قرابت قریبہ کے ہیں اور سب سے زیادہ ماں اور بیٹی اس کی مستحق ہیں اور جو ان کی مانند ہے اور نسب کے عمود میں داخل ہے" (حجۃ اللہ البالغہ مبحث وارثت ص ۴۸۲)۔

غیر قوم میں مناکحت پر افسوس

"عورتیں بسا اوقات غیر قوم میں نکاح کر لیتی ہیں اور اس قوم میں داخل ہو جاتی ہیں بار خدایا!
(حجۃ اللہ البالغہ مبحث وراثت ص ۴۸۲)

"اور بیٹی بھی فی الجملہ باپ کی قائم مقام ہوتی ہے اور اس کے بعد ہمشیرہ اور اس کے بعد وہ ہے جس سے زوجیت کا علاقہ ہے پھر ماں کی اولاد" (حجۃ اللہ البالغہ مبحث وراثت ص ۴۰۳)

"مرد اور عورت اگر ایک ہی درجہ کے ہوں تو ہمیشہ مرد کو عورت پر ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ عزت کی حمایت کے لیے مرد ہی مخصوص ہیں" (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۸۲)

نسب نوعِ انسانی کے خواص میں سے ہے

" کیونکہ نسب بھی ایک چیز ہے جس کی لوگوں کو خواہش ہوتی ہے اور عقل مند لوگ اس کے طالب ہوتے ہیں اور نسب نوع انسانی کے خواص میں سے ہے اور منجملہ ان چیزوں کے ہے جس کے سبب سے انسان، حیوانات سے ممتاز ہوتا ہے۔ استبراء کے باب میں بھی اسی مصلحت کی رعایت کی گئی ہے" (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۰۲)۔

تشہیر نسب کی اہمیت کا عالم

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں قبل از دخول ولیمہ کرنے کا دستور تھا اور اس میں بہت سے مصالح تھے اور از اں جملہ اس میں نہایت خوبی کے ساتھ نکاح اور اس

بات کی اشاعت ہے کہ بیوی کے ساتھ دخول کرنا چاہتا ہے اور اشاعت ضروری ہے تا کہ نسب میں کسی کو وہم کرنے کی گنجائش نہ ہو اور نکاح و زنا کی تمیز بادی الرائے میں معلوم ہو جائے اور لوگوں کے سامنے اس عورت کے ساتھ متحقق ہو جائے" (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۹۷)

اعتبارِ کفو عدمِ فساد کی حکمت پر مبنی ہے

"سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "لا نکاح الا بولیّ" "ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا معلوم کرو کہ خصوصاً نکاح میں عورتوں کا حکم کرنا روا نہیں ہے کیونکہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اور ان کی فکر ناقص ہوتی ہے۔ اس لئے بسا اوقات مصلحت کی طرف ان کو رغبت نہ ہو سکے گی۔ دوسرے غالباً حسب کی نہ کریں گی اور بسا اوقات غیر کفو کی طرف ان کو رغبت پیدا ہو سکتی ہے اور اس میں ان کی قوم کی عار ہے۔ پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب میں کچھ دخل دیا جائے تا کہ یہ مفسدہ بند ہو"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۹۳)

مخلوط النسل بدامنی کا موجب ہیں

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل میں ہمیشہ اعتدال رہا کیا یہاں تک کہ ان میں مخلوط النسل لوگ اور قیدیوں کی اولاد پیدا ہوئی تب انہوں نے اپنی رائے کو مذہب میں دخل دیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ ایسے ہی ہمارے مذہب اسلام میں بھی بنی اسرائیل کے علوم خطبائے جاہلیت کے تذکرے، یونانیوں کا فلسفہ، بابلیوں کی دعوات، پارسیوں کی تاریخ، اور علمِ نجوم و رمل اور علمِ کلام مخلوط ہو گیا ہے" (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۹۱)۔

شارع ﷺ کی نسبِ انسانی سے بحث کے اسباب وعلل

"نسب منجملہ ان امور کے ہے جن کی محافظت آدمی کی سرشت میں داخل ہے۔ پس اقالیم صالحہ میں سے کسی اقلیم کے اندر جہاں آدمی پیدا ہوتے ہیں کسی انسان کو کبھی نہ دیکھو گے مگر یہ بات اس کو محبوب ہوگی کہ اس کے باپ دادا کی طرف سے اس کو منسوب کریں اور یہ بات اس کو ناگوار معلوم ہوتی ہے کہ اس کو ان کی طرف نسبت کرنے میں کوئی عیب لگایا جائے۔

بار خدایا! مگر نسب کی دنائیت یا ضرر کے دفع کرنے یا نفع کے حاصل کرنے وغیرہ کی غرض سے اور نیز اس کو یہ بات بھی محبوب ہوتی ہے کہ اس کی اولاد کو اس کی طرف منسوب کریں اور اس کے بعد اس کی قائمقام ہو۔ پھر بسا اوقات اولاد کے طلب کرنے میں بے انتہا کوشش کیا کرتے ہیں اور اپنی تمام طاقت اس کے حاصل کرنے میں خرچ کرتے ہیں۔ پس تمام لوگوں کا اتفاق اس خصلت پر ایک ہی معنی کے سبب سے ہے جو ان کی خلقت میں داخل ہے اور شرائع الٰہی کا مبنیٰ ان مقاصد کے باقی رکھنے پر ہے کہ جو قائم مقام جبلت کے ہوتے ہیں اور جن کے اندر نزاع و حرص جاری ہوتی ہے اور حقدار کے ان مقاصد سے حق دلانے اور باہمی ظلم سے روکنے پر ان کا مبنیٰ ہے۔ پس اس لئے شارع کو نسب سے بحث کرنا ضروری ہوا"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۱۶)۔

نکاح میں حسب ونسب اور کفو کا اعتبار لازمی ہے

☆"الدُّنیا متاع و خَیرُ مَتَاعِ الدنیاَ المَرأۃُ الصَّالِحۃ"

(ترجمہ) دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی بہتر پونجی صالحہ بیوی ہے

اور آپؐ نے فرمایا

☆"تنکح المرأة لاربع. لِمَا لِهَا ولِحَسَبِهَا و لِجَمَا لِهَا ولِدِ ينِهَا فاظفر بذات الدين تربت يداك "

(ترجمہ) چار باتوں کے سبب سے عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کے سبب سے اور اس کے حسب کی وجہ سے اور خوبصورتی کی وجہ سے اور دین کے سبب سے پس دیندار پر ظفریاب ہو، خاک میں مل جائیں تیرے دونوں ہاتھ۔

معلوم کرو کہ بیوی کے پسند کرنے میں لوگ جن مقاصد کا قصد کرتے ہیں وہ غالبًا چار باتیں ہیں۔ ایک تو اس کے مال کی وجہ سے کہ اس شخص کو اس کے مال کی طرف رغبت ہوتی ہے اور اس کی امید ہوتی ہے کہ مال کے ساتھ وہ عورت اس کی غمخواری کرے گی اور اس کی اولاد ماں کے مالدار ہونے کی وجہ سے غنی ہو جائے گی کیونکہ ماں کے ترکہ میں ان کو یہ مال ملے گا اور ایک عورت کے حسب کی وجہ سے یعنی اس عورت کے باپ دادا خاندانی ہوتے ہیں تو اس کے ساتھ نکاح کرنے میں وہ اپنی عزت سمجھتا ہے کیونکہ عزت داروں میں نکاح کرنا شرف وعزت کا سبب ہوتا ہے اور خوبصورتی کی وجہ سے کیونکہ طبیعت بشری کو جمال کی طرف رغبت ہوتی ہے اور بہت سے لوگ طبیعت کے مغلوب ہوتے ہیں اور ایک اس کے دین کے سبب سے یعنی وہ عورت صاحبِ عفت اور صاحبِ ایمان ہوتی ہے اور خدا کے نزدیک وہ مقرّب ہوتی ہے۔ مال وعزت تو ایسی چیزیں ہیں کہ جن لوگوں پر رسمِ دنیا کا حجاب غالب ہے وہ ان کا قصد کرتے ہیں اور جمال وشباب وغیرہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن پر حجابِ طبعی کا غلبہ ہے۔ ان کو یہ مقصود ہوتی ہیں اور دین اسی شخص کا مقصود ہوتا ہے جو فطرت کے اعتبار سے مہذب ہو گیا ہے اور اس بات کو چاہتا ہے کہ دین میں اس کی بیوی اس کی معاونت کرے اور اہلِ خیر کے ساتھ صحبت کی اس کو رغبت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

☆ "خیرُ نسآءٍ رَّکِبنَ الاِبلِ نسآء قریش اَحباہ علٰی ولدٍ
فی صغرۃ وَارْعاہُ علےٰ زوج فی ذات یدہ"

(ترجمہ) بہتران عورتوں میں جو اونٹ پر سوار ہوئیں نیک بخت عورتیں ہیں قریش کی سب سے مہربان بچہ پر جب وہ چھوٹا ہو اور بڑی نگہبان اپنے خاوند کے مال کی۔

میں کہتا ہوں یہ بات پسندیدہ ہے کہ بیوی اس قبیلہ و خاندان کی ہو جس کی عورتیں خوش اخلاق ہوتی ہوں کیونکہ سونے چاندی کی کانوں کی طرح آدمیوں کی بھی کانیں ہیں اور اس انسان پر اس کی قوم کی رسوم و عادات اس قدر غالب ہوتی ہیں گویا اس کی سرشت میں داخل ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بات کا بیان فرما دیا کہ سب عورتوں سے بہتر قریش کی عورتیں ہوتی ہیں اور اپنے خاوند کے مال و غلام وغیرہ کی حفاظت سب سے زیادہ کرتی ہیں اور نکاح کے جو مقاصد ہوتے ہیں ان سب میں یہ دو بڑے مقصد ہیں اور ان میں تدبیر منزل کا انتظام ہوتا ہے اور اگر تم آج کل ہمارے ملک اور ماوراء النہر وغیرہ کی تفتیش کرو گے تو عاداتِ صالحہ میں سب سے زیادہ ثابت قدم اور مستقل ان باتوں میں قریش کی بیویوں کو دیکھو گے"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۸۸)۔

نکاح، بلا اعتبارِ کفو، سُنّتِ راشدہ
کے خلاف ہے

"جب عورتوں کو دیکھنے سے مردوں کے دل میں ان کا عشق اور فریفتگی پیدا ہوتی ہے اور اس طرح عورتوں کو مردوں کے دیکھنے سے مردوں کا عشق پیدا ہوتا ہے اور بسا اوقات اس بات کا سبب ہو جاتا ہے کہ بغیر سنتِ راشدہ کے ان سے قضاء شہوت کیا جائے۔ مثلاً اس عورت

کی طرف توجہ کرنا جو دوسروں کا ناموس ہے یا بلا نکاح کسی عورت سے توجہ کرنا یا بلا اعتبارِ کفو کے کسی کے ساتھ نکاح کرنا اور اس باب میں جو کچھ دیکھنے میں آتا ہے وہ اس بیان سے مستغنی ہے جو دفتروں میں مذکور ہے۔ پس حکمت کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ یہ دروازہ بند کیا جائے اور چونکہ بنی آدم کی حاجات مختلف ہیں اور ان کو لامحالہ مخالطت کی ضرورت ہے۔ لہذا ضروری ہوا کہ حاجات کے اعتبار سے ممانعتِ نظر کے کئی درجے مقرر کئے جائیں"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۹۰)

یہ ستر کے بیان میں شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے پس پردہ اور غضِ بصر، حفاظت کفو کے لئے راہنمائی کرتے ہیں۔

خلیفہ کیلئے صحتِ نَسَب کی ضرورت ہے

☆"الائمة من القریش"

(ترجمہ) ائمہ یعنی خلفاء قریش سے ہوں گے۔

حضرت شاہ صاحب نے اس سے یہ حکمت اخذ کی ہے کہ:

"خلیفہ کو ایسا شریف النسب والحسب ہونا چاہیے کہ جس کی فرماں برداری سے لوگ عار نہ کر سکیں اور اس لئے کہ جس شخص کا نسب عمدہ نہیں ہوتا اس کو حقیر و ذلیل جانتے ہیں"۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۲۵)۔

مجہول النَّسَب کی امامت مکروہ ہے

"لوگوں کی طبیعتوں پر سے گرانی دور کی جائے جس سے وہ بالطبع متنفر ہوں وہ ناپسند سمجھی جائے۔ اس لئے غلام اعرابی اور مجہول النسب کی امامت مکروہ خیال کی گئی ہے۔ لوگ اس

قسم کے لوگوں کی امامت سے دل گرفتہ ہوا کرتے ہیں"۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۲۴)

مجہول النَّسب امامت سے معزول

"یحیٰی بن سعید سے روایت ہے کہ حوالیٔ مدینہ کے ایک موضع عقیق میں ایک شخص امام مسجد تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مروانی نے اس کو معزول کر دیا۔ نواب وحید الزمان نے اس روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ وہ امام مسجد مجہول النسب تھا۔ اس لئے امامت سے معزول کر دیا گیا"۔ (موطا امام مالک باب العمل فی الصلوۃ والجماعت ص ۹۳)

کفو کی حمایت میں
شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قولِ فیصل

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔

☆ "اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد عریض"

(ترجمہ) جب کوئی شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام لائے جس کی دینداری وعادات سے تم راضی ہو اس کے ساتھ تم نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو تم میں فتنہ اور بڑا فساد پیدا ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نکاح کے اندر کفویت کا اعتبار نہیں ہے اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر قسم کے لوگوں کی سرشت میں کفویت کا اعتبار ہے

اور کبھی تو کفویت کا نقصان قتل سے بھی زیادہ ہوتا ہے اور لوگوں کے مراتب مختلف ہیں اور شریعت ایسی باتوں کو مہمل نہیں چھوڑتی۔

اسی لئے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:

''کہ میں عورتوں کو بجز ان کے کفو کے لوگوں کے سبب سے ممانعت کروں گا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مراد یہ ہے کہ جب اس شخص کے دین وعادت پسندیدہ ہو تو اس کے بعد حقیر چیزوں پر مثل قلتِ مال وتنگی حال اور بدصورتی یا ام ولد کے اولاد وغیرہ ہونے پر نظر نہ چاہیے کیونکہ تدبیرِ منزل کا مقصودِ اعظم خوش اخلاقی کے ساتھ صحبت میں رہنا اور اس کے سبب سے دین کی اصلاح ہونا ہے''۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۸۸)

ہم نے ایک ترتیب کے ساتھ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے اقوال وارشادات اہلِ نظر کے سامنے رکھ دیے ہیں۔ یہ خیالات اس شخص کے خیالات ہیں جو کتاب وسنت کے مفہوم ومراد کا نبّاض اور حکیم ہے اور ہر حکم اور ارشاد کے احکام ومصالح اور اس کے اسرار ورموز کی خوشخبری دینے والا ہے اور اہل سنت کی طریق پر تاریخ اسلام کے ان لوگوں میں سے ہے کہ ماسوائے قرن اوّل میں آئمہ وعُرفا اُمّت کے مبارک گروہ کی نمایاں خصوصیات اور ممتاز عزت واحترام کا مالک ومستحق ہے۔ خوش اعتقادی سے نہیں بلکہ واقعات کی رہنمائی میں معلوم ہوتا ہے کہ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کے بعد شاہ صاحب کمال خوبی کے آدمی ہیں بلکہ بعض احوال میں ممتاز۔ امام موصوف کا ابتدائی زمانۂ حیات، ملائیت شکار اور تفلسف پناہ تھا اور شاہ صاحب کی زندگی اس دھبہ سے پاک ہے البتہ ہمارے نزدیک امام موصوف کا مرتبہ بعض امور میں شاہ صاحب سے بلا شبہ اونچا ہے۔ افسوس امام صاحب کو برصغیر میں ان کے مدرسے کے بہت کم لوگ ملے ہیں اور اب شاہ صاحب کے نام لیواؤں نے اس قدر شاہ صاحب کے لیے میدانِ اعتقاد واعتراف تیار کیا ہے کہ امام موصوف روپوش ہو کے رہ گئے ہیں اور یہ سب جہلِ بسیط اور تقلیدِ اعمٰی کی کارفرمائیاں ہیں۔ باکمال حضرات کو نظر انداز کر دینا بہت بڑی

گستاخی ہے۔امام صاحبؒ کی کتب میں "احیاء العلوم" اور "کیمیائے سعادت" بہت بڑے مرتبہ کی کتابیں ہیں۔شاہ صاحب کی "حجۃ اللہ البالغہ" میں جو بصیرت وفراست کام کر رہی ہے وہ بصیرت وفراست اور استدلال و برہان پوری پوری زیبائی کے ساتھ وہاں بھی کارفرما ہے بلکہ شاہ صاحب کی یہ کتاب اس کا تتمہ اور تکملہ ہے۔ بلا قصد یہ جملہ معترضہ بصورت محاکمہ درمیان میں آ گیا ورنہ مقصود نہیں تھا اور شاید امرِ حق ہے جو بے ساختہ زبانِ قلم سے ظاہر ہو پڑا ہے۔

شاہ صاحب کی حجۃ اللہ البالغہ کا آخری اقتباس جس میں آپ نے کفویت کی حمایت میں قولِ فیصل دیا ہے اور ایک معارض حدیث کی توضیح فرمائی ہے مآل اندیشی اور معرفت شناسی کا ثبوت بہم پہنچا رہا ہے۔اس سے شاہ صاحب کی جامعیت اور واقفیت جو کتاب وسنت کے متعلق ہے کا اندازہ ہوتا ہے۔حق یہ ہے کہ شاہ صاحب کی ایسی توضیحیں ہی تو ہیں جو بے ساختہ ان کی جانب مائل کر دیتی ہیں اور ان کے فضل وکمال اور فکر ونظر کا عالم ہی اور نظر آتا ہے۔دین کی معرفت شناسی کا کمال یہ ہے کہ شارع کی مراد ومفہوم تک عارف کی نگاہ پہنچ جائے اور اس کی مراد کو قرارداد کی شکل میں سامنے رکھ دے اور عقل وبصیرت اس کے اعتراف پر مجبور ہو جائے۔حضرت شاہ صاحب نے اس حدیثِ پاک کی توضیح بھی کر دی کہ یہ کفویت کی نفی نہیں کرتی اور نہ تکذیب، بلکہ یہ اصل کی گرہ کشائی کے منزلِ مقصود تک رہنمائی کرتی ہے اور آپ نے اس مقام کی رعایت سے بصائر وحکم اور اسرار ومصالح کے جواہرات بکھیر دیے ہیں جو سمیٹنا چاہے سمیٹ لے۔

اس حدیث میں سرکار ختمی مرتبت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّم نے اخلاق اور دین داری کی بنا پر قیامِ رشتہ پر زور دیا ہے۔نرا "دین" بجز اخلاق کوئی معنی نہیں رکھتا اور اخلاق دین کے اصل الاصول سے ہے دین کے بعد اسی لیے "خلقہ" فرمایا جس میں "ترضون" کی سبیل موجود ہے۔ کہ اس میں محض نام نہاد دین واخلاق ہی کا اعتبار نہیں بلکہ جو پسندیدہ ہو اور صاحب نبوّتؐ کی حذاقت ومصالحت اور نبض شناسی اور فراست وفہم میں یکتا ہوتا ہے۔مخاطبین کے کوائف سے

آگاہ ہوتا ہے اور حسبِ ضرورتِ حالات اور تقاضائے قلب و ارواح خطاب کرتا ہے۔ اس مقام پر دین اور خلق ہی کی ضرورت تھی۔ دوسرے حالات میں دوسرے طرز پر خطاب کی ضرورت تھی۔ اس مقام پر کفویت پر زور دینے اور اس کے بیان کی ضرورت نہ تھی کہ مخاطب حسب ونسب اور کفویت وغیرہ کے محاسن سے آگاہ تھے اور ان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جس چیز کی کمی تھی مخاطبین کو اس کی طرف توجہ دلائی گئی اور حدیث میں "ان لاتفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد عریض" کے الفاظ زبان نبوت سے ادا ہوگئے ہیں اور بجائے خود یہ حدیث ایک اصل پر مبنی ہے اور دوسرے اصل بھی سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پاک سے ادا ہو چکے ہوئے ہیں۔ پس کفویت کے لئے بھی یہی بات ہوئی کہ "ان تفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد عریض" یعنی اگر دین اور خلق، حسب ونسب اور کفویت کے پیش نظر جو شخص پسندیدہ ہو اس سے حسب حالات نکاح نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ برپا ہوجائے گا اور لمبا چوڑا فساد اور فتنہ کس قدر خوفناک ہے؟ معلوم ہے کہ الفتنه اشد من القتل "یہی نہیں مسلمانوں کی خصلت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہر لحہ کہیں "ربنا لا تجعلنا فتنة للقوم الظالمین"۔

اور یہی حال مفسدین فی الارض کا ہے کہ قرآن نے انہیں ملعون ومبغوض ٹھہرایا ہے اور فسادات فی الارض کو کسی بھی طرح پسند نہیں کہا گیا یاد رہے کہ دین واخلاق کی بنیاد پر کفویت اور حسب ونسب مبنی ہیں۔ یہ اسی کے زیرِ فرمان اور متبوع ہیں اور اسی کے برگ وبار ہیں۔ پس اس طور بھی کفویت ہرگز دینداری سے خارج نہیں بلکہ اس کے اعضاء وجوارح سے ہے۔

کفویت سے انکار اور حسب ونسب کا انکار، حسب ونسب اور کفویت کی بیخ کنی، غلط تعبیرات اور ان کا اعتبار پھر امتیاز اڑا دینا، "فتنة فی الارض "اور "فساد فی الارض " کا موجب ہے اور آج خدا کی زمین پر جس قدر فساد برپا ہیں اور جو کچھ فسادات رونما ہیں ان کا ایک اہم حصہ اس بارے میں کوتاہیوں کا نتیجہ ہے۔ مجہول النسبوں اور مجہول النسلوں اور مخلوط و مدغم

لوگوں نے فساد فی الارض کی طرح ڈال رکھی ہے اور شر و فساد کے مُوجب ہیں۔ یہ سلسلہ جاری رکھنا اور اب بھی حفاظتِ حسب و نسب اور کفویت کی اہمیت کو نہ سمجھنا اور ان کا احیاً نہ کرنا گویا ہلاکت کے گڑھے کی طرف دوڑے چلے جانا ہے۔ یہ محرومیٔ احساس، بے دینی اور خدا دشمنی کی انتہائی کوشش ہوگی۔ عمرِ عزیز کس شورش اور ہوس میں گزاردی اور وہاں کے تقاضے کیا ہیں۔

بروزِ حشر شود صبح معلومت | کہ با کہ باختہ عشق در شبِ دیجور

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی صاحب "حقوق الزوجین" میں فرماتے ہیں۔

"خود مسلمان کے درمیان بھی شریعت یہ چاہتی ہے کہ ازدواجی تعلق ایسے مرد و عورت کے درمیان قائم ہو جن کے درمیان غالب حال کے لحاظ سے مؤدت و رحمت کی توقع ہو اور جہاں یہ توقع نہ ہو وہاں رشتہ کرنا مکروہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نکاح سے پہلے عورت کو دیکھ لینے کا حکم دیا (یا کم از کم مشورہ) ہے۔

☆" اذا خطب احدکم المرأة فان استطاع ان ینظر الی مایدعوه الی نکاحها فلیفعل"

(ترجمہ) جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو حتی الامکان اسے دیکھ لینا چاہیے کہ آیا اس میں کوئی ایسی چیز ہے جو اس کو عورت سے نکاح کی رغبت دلانے والی ہو۔

اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نکاح کے معاملہ میں کفایت کو ملحوظ رکھنا پسند کرتی ہے اور غیر کفو میں نکاح کو مناسب نہیں سمجھتی۔ جو عورت اور مرد اپنے اخلاق میں، اپنی دینداری میں، اپنے خاندان کے طور طریقوں میں، اپنی معاشرت اور رہن سہن میں ایک دوسرے سے مشابہت یا کم از کم

قریبی مماثلث رکھتے ہوں ان کے درمیان مؤدت ورحمت کا رابطہ پیدا ہونا زیادہ متوقع ہے اور ان کے باہمی ازدواج سے بھی توقع کی جاسکتی ہے کہ ان دونوں کے خاندان بھی اس رشتہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہوسکیں گے۔ بخلاف اس کے جن کے درمیان یہ مماثلث موجود نہ ہوان کے معاملہ میں زیادہ تر اندیشہ یہی ہے کہ وہ گھر کی زندگی میں اور اپنے قلبی وروحی تعلق میں ایک دوسرے سے متصل نہ ہوسکیں گے اور اگر شخصاً میاں اور بیوی باہم متصل ہو بھی جائیں تو کم ہی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ دونوں کے خاندان آپس میں مل سکیں۔ شرع اسلامی میں مسئلہ کفایت کی یہی اصل ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

''دوسری چیز جو اسلام کے قانون ازدواج میں مقصدی اہمیت رکھتی ہے وہ زوجین کے درمیان مؤدت ورحمت ہے جب تک انکے تعلقات میں اس چیز کے باقی رہنے کی امید ہو اسلامی قانون انکے رشتہ مناکحت کی حفاظت پر اپنی پوری قوت صرف کرتا ہے مگر جب مؤدت ورحمت باقی نہ رہے اور اسکی جگہ بے دلی، سردمہری، نفرت اور بیزاری پیدا ہوجائے تو قانون کا میلان رشتہ نکاح کی گرہ کھول دینے پر منعطف ہوجاتا ہے''۔ (حقوق الزوجین ص ۱۹ تا ۱۸)

☆☆☆☆☆

غیر کفو میں سادات کی شادی کے نتائج

سادات کے اسلافِ کرام نے حتی الامکان برگشتہ مذہب اور بداخلاق خاندانوں کی عورتوں سے کبھی مناکحت کا تصور بھی نہیں کیا۔ بہ حالات مجبوری اگر انہوں نے غیر اقوام کے اعلیٰ قبائل میں شادیاں کیں تو اس حالت میں ایسا کیا گیا جب انہیں مناسب وموزوں رشتہ حتماً اپنے خاندان سے نہیں ملا اور افزائشِ نسل کے لیے ایسا کرنا ان کا فرض ہو گیا تھا۔ اپنے سے الگ دوسرے خاندانوں سے جو رشتے انہوں نے لیے وہ ان حالات کے ماتحت لئے جن حالات اور تقاضوں میں خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو متعدد شادیاں کرنا پڑی تھیں نہ کہ خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نعوذ باللہ ایسا کیا تھا۔ اسی طرح سادات نے حالات کے اٹل مطالبے کی خاطر غیر خاندانوں سے رشتے کیے۔ بعض میں تبلیغ منظور تھی۔ بعض کا اعزاز مطلوب تھا۔ بعض کی پرورش ضروری تھی۔ بعض کی تعلیم و تربیت پیشِ نظر تھی۔ بعض نے سادات سے مناکحت کو فلاحِ دارین خیال کیا اور ان سے خوشنودیٔ مزاج کی سند حاصل کی۔ بہ ہر حال بہت سے امور داعی تھے کہ سادات کو دوسرے خاندانوں سے رشتے قائم کرنا پڑے لیکن اٹل اور ناگزیر حالات کے باعث۔ خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کے لئے سادات اور اسلافِ سادات نے کبھی غیر خاندانوں کی عورتوں سے مناکحت نہیں کی۔ اس منہاج سے پرے ہٹ کر انہوں نے دیگر خاندانوں کی عورتوں کو اپنی حرم سراؤں میں ہرگز داخل نہیں کیا اور شاذ ہی کہیں افزائشِ نسل کے لیے خاندانِ غیر سادات سے رشتے لئے گئے یا پھر نہایت اچھے،

باشرف، عزت مند، شاہانہ کروفر کے لوگوں نے ازخود انہیں رشتے دیے۔ کسی کمینہ گھرانے کی کوئی کمینی عورت، بدمعاش اور بدچلن عورت، بے دین یا کج خلق عورت متقدمینِ سادات کی حرم سراؤں میں افزائش نسل کی غرض سے کبھی داخل نہیں کی گئی اور نہ اس سے مناکحت روا رکھی ہے۔

متاخرینِ سادات میں سے بعض نے بے اعتدالی اور بے احتیاطی اختیار کی اور بعض متسیدوں نے بھی سادات کے نام پر دانستہ انہیں بدنام کرنے کے لئے ناشائستہ اقدامات کر کے سادات کی رسوائیوں کے لیے ناپاک سعی کی اور اس ناپاک سیرت "ففتھ کالم" نے شدید ناہنجاریوں کے پے بہ پے حملوں سے سادات کی صفوں میں انتشار پیدا کرنا چاہا اور فتنہ و فساد کے مُوجب ہوئے۔ متاخرین آلِ محمد علیہ السّلام کے بعض ناعاقبت اندیش عناسر نے بے موقع اور نامناسب بے قیدی کو وسیع النظری کے نام سے جائز تسلیم کر لیا اور ستم بالائے ستم یہ کہ کسی مسلمان حکمران نے ساداتِ کرام کی اس بارے میں حفاظت روا نہ رکھی اور اسلامی حکومت رائج بھی نہ تھی کہ وہ اس بارے میں اسلام کے تقاضے پیشِ نظر رکھتی۔ بہ ہر حال پولٹیکل حیثیت سے غیر خاندانوں کی پست اخلاق عورتوں سے رشتے داریوں کے باعث مختلف قسم کے جراثیم آلِ محمدؐ کے گروہ میں داخل ہو گئے۔ سیاسی حیثیت سے اقتدار اس طرح ختم ہو گیا کہ وہ اندرونی معاملات سے آگاہ ہو گئیں۔ اسرار و خفایا انہیں معلوم ہو گئے۔ کمزوریاں ان پر صاف صاف کھل گئیں۔ کمزوریوں کی انہوں نے خوب تشہیر کی لیکن خوبیاں نظر انداز کر دیں کہ وہ اعلیٰ و اجلیٰ ظرف کی عورتیں نہ تھیں۔ ان عورتوں کے احباب و اقارب، ان کے خاندان، قبیلے، نسل اور قوم تک اُن کے باعث برائیاں تو پہنچ گئیں لیکن خوبیاں روپوش ہو گئیں۔ بسا اوقات کشمکش اور اَن بن کی صورت میں مخالفت و مخاصمت حد سے تجاوز کر گئی جس سے سادات کے ادب و احترام پر کاری ضرب لگی۔ اس طرح پولیٹیکل ساکھ کو زبردست نقصان پہنچا۔ پھر ان عورتوں سے جو نسل جاری ہوئی اس پر اپنی ماؤں اور ننھیال کے عادات و خصائل کا اثر پڑا اور بتدریج سادات کی محفوظ دیواروں میں شگاف پڑتے گئے۔ پھر مذہبی حیثیت سے فروتر گھرانوں سے اختلاط کے نتیجے میں

مذہبی تصورات بدل گئے اور عادات وخصائل پر بُرا اثر پڑا۔ اس ناپاک اثر نے کبھی تو سادات کا مذہبی نقطہ نظر تبدیل کر دیا اور کبھی اپنے اسلاف کی تقلید اور تتبع کے بجائے بے دین اور گمراہ ننھیالوں کی تقلید اور تتبع پر مائل ہو گئے۔ کبھی معاشرتی حیثیت سے عربی معاشرت اور اسوۂ حسنہ نبوّت سے ماخوذ معاشرت کا سررشتہ سادات سے چھوٹ گیا۔ آلِ محمد علیہ السّلام کو اسوۂ حسنہ بنائے رکھنے کے بجائے فاسقوں، فاجروں، بے دینوں اور لا مذہبوں کے اسوۂ سیۂ کی تجدید واحیاء کرنے کی بدعت مسلّط ہو گئی۔

اصلاحِ نسل اور بقائے نسل کے مُوجبات وحدود سے نکل کر سادات کرام نے اپنی معاشرت کو تاراج کر ڈالا۔ کتاب وسنت سے ماخوذ معاشرت کے بجائے عجمی، یونانی، مصری، بابلی، ایرانی، ہندی اور مغربی معاشرت کی پر خار وادیوں میں کھو گئے۔ زادِ راہ کو سروسامان زندگی سمجھا کیے، عارضی سفر کو مستقل سیاحت، دم لینے کی جگہ کو منزلِ مقصود جان کر بیٹھ گئے۔ **ھیھات ھیھات لما توعدون۔**

غیر عورتوں کی مخالطت ومناکحت کے باعث ان کے عادات وخصائل کا ساداتِ کرام پر ناخوشگوار اثر پڑا اور ان سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ تمام تر اپنی ماؤں اور ننھیال کی خو بو اور شمائل واخلاق کی ہو بہو تصویر تھی۔ اس طرح ساداتِ کرام کا نظامِ حیات بدل گیا۔ شجاعت وشہامت، حسن وجمال، فکرِ بلند، وسعتِ نظر، وعدے وارادے کی پختگی، اخلاق کی سلامتی، مذہبی شعائر کی پابندی، جہاد کی تڑپ، عزم واستقلال کی فراوانی، جود وعطا کے بے پناہ جذبات، دماغ کی شگفتگی، مذاق کی صحت، حسن خصالی، بے تکلفی، خوش اخلاقی، مآل اندیشی، دلداری، غریب پروری، قوتِ بازو پر اعتماد، توکل علی اللہ، صبرِ جمیل، جوشِ حق گوئی، انتظامی صلاحیت، سیاسی شعور، قائدانہ فراست وغیرہ تمام وہ صفات وعادات جو ساداتِ کرام کو اقران وامثال میں ممتاز کرتی تھیں۔ ان ناشائستہ اور ناقابلِ قبول عورتوں کی مخالطت ومناکحت ہی کے باعث اکثر ساداتِ کرام سے رخصت ہو گئیں۔ اگر یہ عاداتِ جمیلہ کسی قوم سے رخصت ہو

جائیں تو پھر سطحِ ارض پر آدمی بطورِ بوجھ ایک جانور سے زیادہ کچھ بھی نہیں رہ جاتا۔

سادات کرام کو غیر خاندانوں سے رشتے لینے کے باعث ہولناک نقصان کا سامنا ہوا اور یہ ایک ایسا نقصان ہے جو نا قابلِ تلافی ہے اور اس کی تلافی اب کسی طرح ممکن ہے تو اسی طرح کہ سادات کرام آئندہ کے لیے ان شگافوں کو بند کریں جو اس سے قبل ان کی مراعاتی اور امتیازی صفوں میں پڑ گئے ہیں۔

یہ شگاف اسی طرح بند کئے جا سکتے ہیں کہ سادات کرام تعارفِ شعوب وقبائل کے آسمانی مفہوم کو سمجھیں۔ قانونِ فطرت اور آئینِ شریعت کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں اور خود کو اسوۂ حسنہ نبوّت کی جانب لوٹا لے جائیں اور اس قدر پیچھے مڑ جائیں کہ اسوۂ آلِ محمدؐ کے نمایاں طور پر علمبردار نظر آئیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جو محالِ امر ہے۔ آج بھی آل محمد علیہم السلام کی ذرّیت میں متعدد حضرات اسوۂ حسنۂ آلِ محمدؐ کی منہاجِ مستقیم پر کھڑے نظر آتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی خامی نظر آتی ہے تو ہمیں اپنے عمل سے اس کی کو دور کر دینا چاہیے اور مستقبل میں غیر خاندانوں سے مخالطت و مناکحت کا سلسلہ منقطع کر دینا چاہیے۔ جس قدر طوفانِ زوال کے گرداب میں ہم پھنس چکے ہیں وہ ازبس کافی ہے اور ہمیں سعیِ بلیغ کرنی چاہیے کہ اس گرداب بلا سے نکل کر ساحلِ مقصود تک پہنچ جائیں۔

آج خدا کے فضل سے سیّدانیوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔ ساداتِ کرام کو آپس میں رشتے کرنا چاہئیں اور جن لوگوں کے نسب میں شبہ نہیں ہے اور ضابطے کی رُو سے ان کی صحتِ نسبی مسلّم ہے ان کی آپس میں رشتہ داری ضرور ہونی چاہیے۔ ایک امیر گھرانے کے سادات کو غریب گھرانے سے رشتہ داری عار نہیں سمجھنا چاہئے اور قانونِ وراثت پر عمل کر کے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو حصہء وارثت دے کر مذہبی فرض سے سبکدوش ہونا لازمی ہے۔ یہی بہترین قدرتی مساوات ہے۔ سادات کرام کا اعتراض ہے کہ ان سے باغِ فدک چھین لیا گیا اور سرکارِ دو عالمؐ

کی وراثت سے سیّدہ کو محروم کر دیا۔ اگر یہ بات درست ہے تو پھر کیا یہ بات درست نہیں کہ سادات کرام خود خاندانی وراثت پر پورا پورا عمل کر کے فتنہ و فساد کے شجرِ خبیث ہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیں؟ مستحق اناث و ذکور کو ورثہ سے محروم کر کے کیوں مرتکبِ غفلت ہوتے ہیں۔ بقول مسیح علیہ السّلام دوسروں کی آنکھ میں تنکا ڈھونڈ نکالتے ہیں اور اپنی آنکھ میں شہتیر تک نظر نہیں آتا۔

مرا اگرچہ بہ بت خانہ پرورش دادند
چکید از لب من آں کہ در دلِ حرم است

"تذکرہ مخدوم جہانیاں" کے فاضل مصنف مولوی سخاوت مرزا ایم۔اے، ایل ایل۔بی، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت سیّد جلال الدین حسین بخاری قدس اللہ سرہ الشریف کی نسبت لکھتے ہیں کہ:

"سادات کی خصوصیت حلم و بردباری ہے۔ سادات کو اپنے جد کا خُلق پیش نظر رکھنا چاہیے۔ میں نے ارضِ مقدس کے محدثین سے پوچھا کہ بعض ساداتِ ہندوستان غضبناک ہوتے ہیں یعنی ان کو غصہ بہت آتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اور اپنے اجداد کے طریقے پر کاربند نہیں ہوتے؟ تو ان محدثین نے یہ وجہ بیان کی کہ بعض سادات غیر کفو میں اور دیہات کی لڑکیوں سے شادی نکاح کر لیتے ہیں یا لونڈیاں رکھ لیتے ہیں۔ اس لیے ان میں غیر کفو کا خون شامل ہو جاتا ہے اور تمثیلاً اپنے استاد محترم شیخ جمال الدین اوچیؒ کا قصہ بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ قلندر آپ کے پاس مہمان رہے۔ شیخ کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ شیخ نے روٹی اور روغنِ زرد (گھی) لا کر قلندروں کے آگے رکھ دیا تو قلندروں کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ ہمارے لئے روٹی اور گھی لائے ہو گوشت اور حلوہ کا کیوں انتظام نہیں کیا؟

آپ نے اپنی دستار سر سے اتاری اور سر جھکا دیا اور کہا کہ "لو مارو" سر حاضر ہے۔ قلندروں نے آپ کا حلم اور بردباری دیکھی تو لوہا یعنی پنج شاخہ ان کے ہاتھ سے گر پڑا اور معذرت چاہی"۔ (تذکرہ مخدوم جہانیاں" ص ۷۷، از مولوی سخاوت مرزا طبع حیدر آباد دکن ۱۹۶۲ء)۔

☆☆☆☆

تحقیق مسئلہ کفو

حسب ونسب کا معاملہ آج کل کے ساداتِ کرام (جومن جملہ ذُرّیاتِ آلِ محمدؐ ہیں اور آلِ محمد من جملہ ذرّیات آلِ ابراہیمؑ ہیں) کا من گھڑت اور نوایجاد معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ کم از کم تمام سمیٹک (Somatic) نسل کا معاملہ ہے اور خاص طور پر آلِ ابراہیمؑ کا شیوۂ انجاث، ان کی قومیّتِ موعودہ کا معراجِ فضل وکمال اور من جُملہ ان کی خصوصیاتِ نسلی ودینی کے ہے۔ یہ معاملہ آج ایک مسئلہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہ متضاد النسل اور متخالف النسب اقوام وملل کے باہمی میل جول اور ادغام وانضمام کے باعث افراط وتفریط کے طوفان میں ہچکولے کھاتا رہا اور اس کی ماہیت وعِلّت نظروں سے اوجھل ہو جاتی رہی۔ بعض قومیں اس امتیاز کو کھو بیٹھی تھیں اور بعض اس راہ پر گامزن تھیں اور بعض ابھی تیار بیٹھی تھیں کہ آفتابِ ختم نبوّت رحمت اللعالمینؐ بڑی شان سے طلوع ہوا، تاریکیاں ماند پڑ گئیں، حقائق گم گشتہ نمایاں ہو گئے، مستور ومہجور حقیقتیں جلوہ طراز ہوئیں لیکن رحمت اللعالمینؐ کے بعد پھر چاروں طرف سے تاریکیاں امنڈ آئیں۔ دوسرے ہزاروں اُمور کی طرح یہ معاملہ بھی روپوش سا ہو کر رہ گیا۔ اس کی شکل وصورت اجاگر نہ ہوئی لیکن خدوخال لوگوں نے تاڑ لیے تھے۔ سرکارؐ نے اس معاملہ کو مختلف حیثیتوں سے جانچا۔ لوگوں کی فطرت کا مطالعہ کیا۔ پھوپھی زاد بہن زینبؓ جناب زیدؓ کو بیاہ دیں جو اصول و مناسباتِ مروجہ عصر نبوتؐ کے بالکل خلاف اور بے جوڑ تھا۔ سرکارؐ نے فطرتِ انسانی کا اس بارے میں مطالعہ کرنے کیلئے زیدؓ سے رشتہ تو کر دیا لیکن حکمتِ نبوّتؐ نے بتا دیا اور واقعات و

نتائج نے اس کی تصدیق کر دی کہ آلِ ابراہیمؑ کی فطرتِ صالحہ کا مطالبہ کیا ہے؟ اور متبنیٰ پن کی ایک غلط رسم جو غیر ابراہیمی اقوام کے ادخال وادغام سے جڑ پکڑ چکی تھی اس کا کھوکھلا پن بھی منظرِ عام پر آ گیا کہ فطرتِ صالحہ دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا کہنے اور قانونی شکل دینے کے بالکل خلاف ہے۔ فطرتِ سلیمہ نے حضرت زینبؓ کا زیدؓ سے اعلانِ بغاوت کرا کے ثابت کر دیا کہ محض کہہ دینے سے نہ کوئی شخص کسی کا باپ بن سکتا ہے اور نہ کوئی شخص کسی کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ اسے قانونی شکل نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔ اگر فطرتِ سلیمہ اس کا ساتھ دیتی تو زیدؓ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے۔ اس لیے قانوناً زینبؓ آپ کی بہو ہوتیں اور زینبؓ آنحضرتؐ کے احترام کے باعث اور آپکا منہ بولا بیٹا ہونے کے باعث زیدؓ سے نباہ کرتیں اور اسے اپنے خاندان کا فرد خیال کرتیں لیکن انہوں نے زیدؓ کو عربی النسل تو سمجھا لیکن ہاشمیّت کا اطلاق اس پر نہیں دیکھا۔ پس زیدؓ سے علیحدگی ہو گئی۔ باہمی معاشرہ انجام نہ پا سکا۔ جتنا عرصہ زینبؓ رہیں بادلِ نخواستہ اور سرکارِ نبوّت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احترام کے باعث۔

استدراک:۔ یہاں سلسلہء کلام میں ذرا توقف کرتے ہوئے ایک خاص اعتراض کی پیش بندی کے طور پر یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیہء پاک مباہلہ کا نزول اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فوری طور پر عمل پیرا ہو جانا اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کہ تفہیم ربانی رہنمائی کیے جا رہی ہے اور حضور سراپا نور علیہ السّلام اس کی تکمیل میں سراپا عمل بن گئے ہیں۔ آیتِ مباہلہ کے نزول و مفہوم اور اس کی عملی تعبیر نے پورے پنجتنِ پاک علیہم السّلام کی تعریف و توصیف اور تخصیص فرما دی۔ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ حضورؐ کے زیرِ سایہ اور آپؐ کے ہمرکاب جو چار مقدّس ذاتیں ہیں، سب کا مقام و مرتبہ معیارِ ہدایت بن گیا ہے۔ بیٹی تو خود بیٹی ہے اس کا شوہر، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا برادرِ برخوردار اور داماد صداقت شعار ہے۔ اس

داماد کو بیٹے کے مرتبے میں رکھا جائے تو کیا قباحت ہے؟ اور حسنینؑ تو بیٹے قرار پا ہی گئے ہیں۔ یہ آیت انہیں بیٹے قرار دیتی ہے۔ حضرت زیدؓ کا معاملہ یوں ہے کہ ان کے سلسلہ میں وحی الٰہی نے لسانِ رسالتؐ سے اعلان کرایا۔ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

اس آیتِ پاک نے ایک زیدؓ ہی نہیں بے شمار زید و بکر اور شیخ و شاب کی حتماً اور ابداً تردید کر دی کہ کوئی شخص کتنا بھی محبوب ہو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صلبی اور نسبی بیٹا نہیں ہے۔ لوگ اگر زیدؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا سمجھنے لگے تھے تو قرآن نے اس کا سدِ باب کر دیا۔ لوگوں کے کہنے سے کوئی کسی کا بیٹا نہیں قرار دیا جا سکتا۔ ان دونوں آیات زیرِ بحث سے لوگوں کے منسوب کردہ بیٹے کی تردید ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے قرار دادہ بیٹے حسنینؑ ٹھہر گئے اور یہ اللہ کا فضل اور انعام ہے۔

حضرت سلمان فارسیؓ اگرچہ اصلاً اہلِ بیتؑ کے فرد نہ تھے اور قانوناً بھی نہ تھے لیکن سرکار سرورِ کون و مکانؐ نے سلمان فارسیؓ کو ان کی اخلاص مندی اور فداکاریوں کی بنا پر اپنے اہلِ بیتؑ میں شمار کیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لطف و کرم تھا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلِ بیت کرامؑ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو پورے انہماک سے اہلِ بیتؑ کا خیر خواہ اور مخلص تصور کیا۔ زیدؓ کو حضورؐ نے بیٹا نہیں فرمایا تھا، لوگ ایسا سمجھتے تھے۔ خداوندِ دانا و بینا کی غیرت انہیں اہلِ بیتؑ گوارا نہ کر سکی اور تردید ہو گئی۔ سلمان فارسیؓ مقامِ اہلِ بیتؑ کے اداشناس اور خدمت گزار تھے۔ زبانِ رسالتؐ نے انہیں اہلِ بیتؑ میں بذاتِ خود شمار کیا۔

یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ امہات المومنینؓ کو قرآن پاک نے امہات المومنینؓ قرار دیا حالانکہ نسبی، نسلی اور قانونی حیثیت سے وہ امہات المومنینؓ عامہ نہ تھیں۔ یعنی ازواج النبیؐ کی صلبی اولاد صرف صدیقہ و مصدقۂ کائنات خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطنِ مبارک سے تھی۔ لیکن قرآن کریم نے ازواج النبیؐ کو "ازواجہ امہاتھم" قرار دے کر عام عورتوں اور نبیؐ کی بیویوں

میں حدِ فاصل قائم کردی اوران کا احترام ابداً جاری کر دیا۔لوگ اگر کسی زوج النبیؐ کواماں جی کہتے یا سمجھتے تو یہ ایک عام بات ہوتی۔

قرآن کی زبان نے یہ بات کہہ کر قیامت تک کے لئے ان کے اوران کی اولادوں کے احترام واعزاز پر مہرِ تصدیق ثبت کردی۔اس طرح ہرایک مومن انسان کے لئے وہ قانوناً مائیں قرار پا گئیں۔ظاہر ہے وہ نسبی مائیں نہیں ہیں لیکن قرآن نے انہیں حکماً مائیں قرار دے دیا ہے۔یہی حال حسنین کریمینؑ کا ہے کہ ان کو کتاب وسنت کے محکمات اور تصریحات نے حضورؐ کے بیٹے قرار دیا ہے۔اب اس پر برانگیختہ ہونا اور معارضہ کرنا کسی بھی مومن کا کام نہیں ہے۔

اللهم صل علىٰ محمد وآل محمد وبارك وسلم

حکمتِ نبوّت سے آپؐ نے حضرت خدیجہؓ اور زینبؓ کے معاملہ میں فطرتِ سلیمہ کو مشاہدہ کرلیا اور پھر زینبؓ کو اپنے حبالۂ عقد میں لے کر تمام غیر ابراہیمی مراسم کی تردید کر کے مسئلہ کفو کو عملاً چار چاند لگا دیے اور قیامت تک کے لیے مسئلہ کفو کو عملی حیثیت دے دی۔فطرتِ سلیمہ کی پاسداری فرما کر اس کا احیاء کیا اور جہاں جہاں جاہلیت اور آلِ ابراہیمؑ کے رجحانات واختیارات سے متصادم مراسم مدغم ہو گئے ان کے تاریک پہلوؤں کی آپ نے قلعی کھول کے رکھ دی۔ہم آلِ ابراہیمؑ کے اس مخصوص رجحان کو سرِ دست تاریخی حیثیت ہی سے دکھانا چاہتے ہیں اور علمی پہلوؤں کو زیر بحث لائیں گے۔اگر ہم موجودہ عہد کو عبور کر کے کئی سو برس پیچھے لوٹ جائیں تو دیکھتے ہیں کہ اس وقت آلِ ابراہیمؑ کا مزاج کیسا تھا۔ٹامس رابنسن تو راتِ فارسی کے خاتمہ پر لکھتے ہیں کہ سب کا اتفاق ہے کہ میلادِ مسیح اور بعثتِ ابراہیمؑ کے درمیان انیس سو اکیس سال (۱۹۲۱) کا فرق ہے۔نیز یہود ونصاریٰ کا اتفاق ہے کہ جناب موسیٰؑ کی بعثت حضرت ابراہیمؑ سے تین سو چھیالیس (۳۴۶) سال بعد ہوئی اور ہمارے سرکار محمدؐ جناب مسیحؑ سے پانچ سو ستر (۵۷۰) برس بعد جلوہ طرازِ کائنات ہوئے۔اس سے معلوم ہوا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابراہیمؑ کے مابین دو ہزار چار سو اکانوے (۲۴۹۱) برس کا

بُعد ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی حضرت مسیحؑ سے انیس سو اکیس برس قبل بعثت ہوئی اور حضرت مسیحؑ کے میلادِ مبارک کو آج ۲۰۰۳ برس ہوتے ہیں۔ لہٰذا حضرت ابراہیمؑ سے آج تک تین ہزار نو سو برس ہوئے۔ بالفاظ دیگر جواہرِ محبوب آج سے چار ہزار برس قبل آلِ ابراہیمؑ میں رائج تھا وہ آج بھی رائج ہے اور خدا کی وسیع و عریض زمین پر صرف آلِ محمدؐ ہی ہیں جو ابراہیمؑ تک صحتِ نسب اور تطہیرِ نسل کے حامل ہیں۔ اتنی قدیم اور پرانی "نسلی شریعت" کو استدلالِ باطل اور اوہام وظنونِ ناحق سے منسوخ و معدوم کر دینا مشرق و مغرب کے بعض لوگوں نے ایک کھیل سمجھ لیا ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ فطرت کا تغیّر و تبدّل ان کے بس کی بات نہیں جس کی تبلیغ و تشہیر انبیائے کرامؑ نے فرمائی ہے اور اس کی وصیت کا اہتمام فرمایا ہے۔ آلِ اسماعیلؑ اس اہتمام کو کس طرح نظر انداز کر سکتے ہیں۔ الّا یہ کہ جو مجہول الکیفیّت ہوں۔ ایک واضح حوالہ ملاحظہ فرمایئے۔

"حضرت عیصؑ اور حضرت یعقوبؑ دونوں بھائی ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے اپنی والدہ ماجدہ کے بطن سے جوڑے کی صورت میں پیدا ہوئے تھے۔ پہلے حضرت عیصؑ بعد کو حضرت یعقوبؑ ماں کے پیٹ سے باہر آئے تھے۔ (آپ کا اصلی نام اسرائیل تھا) جب دونوں بھائی بڑے ہو کر عالمِ شباب کو پہنچے تو ان کے باپ حضرت اسحاقؑ نے اپنے بھائی حضرت اسمٰعیلؑ کی بیٹی بشامتھ نام سے اپنے بڑے بیٹے عیصؑ کا نکاح کر دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت اسماعیلؑ نے حضرت اسحاقؑ کو وصیت کی تھی کہ ملکِ عرب میں ہمارے نسب سے اور کوئی شخص موجود نہیں جس سے کہ میں اپنی بیٹی کا رشتہ کروں۔ اس لئے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ میری بیٹی بشامتھ کا بیاہ اپنے بڑے بیٹے عیصؑ سے کر دینا۔ حضرت اسحٰقؑ نے اس وصیت کے مطابق اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے بڑے بیٹے عیصؑ کے ساتھ کر دیا" (تاریخ گوجراں ص ۲۷۔ مولوی عبدالحق سیالکوٹی)

کم و بیش چار ہزار برس سے مسئلہ تشخیصِ کفو اور امتیازِ خاندان (Somatic) سمیٹک نسل کا سرنامہ اور آلِ ابراہیمؑ کا شیوہ رہا ہے۔ اس سے انکار کرنا نہ صرف سراسر جہالت ہے بلکہ ایک ناجائز بات کو خواہ مخواہ غلط ماحول اور برخود غلط اثرات کے تحت تسلیم کرنا اور کرانا ہوگا۔ ہم اس

طرزِ عمل کو ذہنی غلامی اور افلاسِ فکر و نظر سے تعبیر کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا نام نہیں دے پاتے۔

یہ حقیقت قدیمہ جواز بس کہ ایک معاملہ تھا۔ اربابِ جہل و ہوس نے اسے مسئلہ بنا دیا۔ اپنی تفصیلات و تاثرات میں اگرچہ مآل اندیش و دانشمند اصحابِ علم و حقیقت کی نگاہ میں یہ اب بھی معاملہ ہی ہے۔ اس کے قدیم معاملہ ہونے اور اب مسئلہ ہونے کی نوعیت پر فاضل مصنف "کاویہ علی الغاویہ" نے بالغ نظری سے موازنہ کیا ہے۔ یہ کتاب مولوی محمد عالم آسی صاحب امرتسری کی تصنیف ہے۔ فاضل مؤلف نے اسے قادیانی مذہب اور بعض دیگر مذاہبِ باطلہ کے جدید ایشوز کی تردید میں بڑی قابلیت و محنت سے ترتیب دیا ہے۔ اس کتاب کی تائید و تصدیق میں لاہور، امرتسر اور دیوبند کے ثقہ علماء نے اپنی مہریں ثبت کی ہیں۔ کتاب کے سوال نمبر ۵۶ "نکاح زینبؓ میں کمزوری پائی جاتی ہے؟" کے جواب میں فاضل مؤلف رقم طراز ہیں:۔

"آج شریف و وضیع اور کفو و غیر کفو کی حیثیت کو تمدنِ یورپ پر نثار کر دیا گیا ہے اور تمام امتیازی مآثر و مفاخر کو خیر باد کہہ کر صرف دھرتی ماتا کی اولاد ہونے کو مساوی طور پر قومیت اور کفو تصور کیا گیا ہے اور صرف دو ہی قومیں رہ گئی ہیں۔ مغربی قومیت اور مشرقی قومیت اور وہ بھی توالد و تناسل میں نظر انداز کر دی جاتی ہیں۔ اب اس حالت میں جب کہ ہم اپنی قومیت اور امتیازاتِ خصوصی کو بالکل کھو بیٹھے ہیں ہمیں معذور سمجھا گیا ہے کہ ہم غیرت اور عصبیت یا کفو اور قومیت کے امتیازی مفاخر و مآثر کو بہ نظرِ تحقیر دیکھیں اس لئے نکاحِ زینبؓ میں موجودہ طرزِ معاشرت کو نظر انداز کر کے اگر خود مشرقی غیرت اور تعصب قومی کو جو آج سے دس سال قبل ہم میں خود موجود تھی۔ مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آجاتا ہے کہ اگر غیر قوم میں شادی ہو جائے تو بیوی کی ناراضگی سے وہ معاہدہ فسخ کرانا ہی اخلاقی فرض ہو جاتا ہے۔ حضرت زینبؓ قریشی اور ہاشمی النسل حضورؐ کے بہترین رشتہ داروں کی ایک پاکیزہ، باغیرت اور پاک دامن عورت تھی وہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ زیدؓ سے جو صرف عربی النسل ہی تھا اور غلامی کی کمزوری اس کے مآثر مفاخر کو کھا چکی تھی، دیر تک نکاح قائم رکھتی۔ گو شروع میں اس نے اپنی طبیعت پر دباؤ ڈال کر بحکمِ

اطاعتِ رسولؐ سر تسلیم خم کر دیا تھا۔ مگر فطرتی جذبات سے مجبور ہو کر اس امر کی مقتضی ہو رہی تھی کہ اپنے کفو کے اندر ہی دوسری ہمعصر عورتوں کی طرح باعزت و توقیر کی زندگی بسر کرے اور اس قسم کا خدشہ خود حضورؐ کے دل میں بھی پیدا ہو گیا تھا مگر ظاہری معاہدۂ نکاح کی پاسِ خاطر کو ملحوظ رکھ کر حضورؐ بھی فسخِ نکاح پر زور نہیں دیتے تھے۔ لیکن جب دیکھا گیا کہ زینبؓ اس تحقیر آمیز نکاح کو پسند نہیں کرتی تو اس کے حسبِ منشاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو اپنے نکاح میں لے لیا تا کہ جو کمزوری وہ دیکھ چکی تھی۔ اس کا تدارک اور اندمال مکمل طور پر ہو جائے اور اخلاقی طور پر یہ معاملہ سدھر جائے۔ اب اگر اخلاقی کمزوری کا سوال پیش کیا جاتا ہے اور یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق شیفتگی کا الزام پیدا کیا جائے تو اس کی ذمہ دار وہ چند بے اصل روایات ہیں جو اسلام کے نزدیک قابلِ تسلیم نہیں ہیں اور یا ہماری اخلاقی کمزوری ذمہ دار ہے جب کہ ہم مسئلہ کفو کو چھوڑ کر سیّد، مراثی، راجپوت اور جولاہا کو ایک درجہ سمجھ کر رشتہ داری عطا کر لیتے ہیں"۔

(کادیہ علی الغاویہ ص ۹۲-۹۳ طبع ۱۹۳۱ء)۔

قدامتِ کفو اور اس کے خلاف رجحاناتِ جدید کا فاضل مؤلف نے موازنہ اور تنقیح فرمائی ہے۔ عام طور پر مذہبی اور اعتقادی نظر سے سطح بین نظریں اسے محلِ نظر پائیں گی، لیکن وسعتِ نظری سے کام لیا جائے تو آلِ ابراہیمؑ آلِ قریش اور آلِ محمدؐ کا طرزِ عمل اس باب میں بحث کا مرکزی نکتہ ہے اور صاف طور پر یہ بات نظر آ رہی ہے کسی بھی معاملہ کی نوعیت اور مسئلہ کی کیفیت کو واضح کرنے کے لیے تعمیری و تنقیدی اور علمی و تحقیقی پہلو اختیار کرنے کا یہی موزوں اور مناسب اسلوب ہے۔ اس قدیم واقعہ کے باب میں مصنف "آئینۂ قریش" نے (جو بذاتِ خود "قریشیّت" کے مدعی ہیں) ساداتِ کرام کے طرزِ عمل پر تبصرہ اور تائید و حمایت کا فرض ادا کرنے کی مبارک سعی کی ہے۔ تاہم حقیقت بجائے خود حقیقت ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"فرقہ سیّداں پنجاب، کشمیر، پونچھ کے اندر اس بارے میں ممتاز درجہ رکھتے ہیں وہ حتی المقدور اپنی قوم مشہور سیّداں میں ناطہ دیتے ہیں گویا اس فرقہ سیّداں میں قریش کے پرانے درجات قائم ہیں۔ مملکتِ ایران، افغانستان اور دیگر صوبہ جاتِ ہندوستان میں اس بات کی

پابندی کم دکھلائی دیتی ہے لیکن سادات کرام سے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم قریشی نہیں ہیں۔ ہم سیّد ہیں یہ سخت غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ اپنی نسل کو قریشی پھر سیّد بیان کیا کریں اور دیگر ان برادران قریش سے طبعی طور پر تنفر نہ کیا کریں کیونکہ سب اہلِ قریش ایک شجر کی شاخیں ہیں اور اس شجر کا نام نضر بن کنانہ ہے۔ البتہ رشتہ ناطہ میں انہوں نے جو تمیزی درجہ حاصل کیا ہوا ہے میں اس سے نہایت خوش ہوں۔ اس وجہ سے کہ ایک تو آلِ رسولؐ ہونے کی وجہ سے سیّد سب قریش میں سردار ہیں اور سردارِ قوم کے لئے دیگر قوم سے کچھ نہ کچھ امتیاز لازمی ہے اور قوم کو بھی اپنے سردار یا اس کی اولاد سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ادعاً ہمسری سے بے ادبی واقع ہو کر سردار غیر سردار میں کوئی تفاوت باقی نہیں رہتی اور نظام قوم میں افراتفری پڑ جاتی ہے۔ دوئم یہ کہ اگر اخلاقی اور صوفیانہ نظر اور مشرب سے دیکھا جائے تو یہ فرقہ سیّدان قریشی اس رسولؐ کی آل سے ہیں جس کی ذات قدس تک جاری تمام آخری امیدیں وابستہ و پیوستہ ہیں۔ تو پھر ہم کون ہیں کہ اس فخرِ موجودات کی آل سے دعوئ ہمسری کی جرأت اور بیباکی کر سکیں۔ اس لحاظ سے ہمیں بجائے ان کی برابری کرنے کے، خاکساری ہزار درجہ افضل و اولیٰ ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہم دیگر فرقہ جات آلِ قریشِ ہندوستان نے اپنی امتیازِ نسلی کو مخلوط کر دیا ہے۔ یعنی ہم ڈھونڈ قریشیوں یا اعوان قطب شاہیوں نے یا اوروں نے دوسری قوموں یعنی غیر کفو سے مساوی طور پر ناطہ رشتہ کر لیے ہیں۔ اس سبب سے ہم لوگوں نے وہ شرف زائل کر دیا ہے اور ہمارے سیّد قریشیوں نے اس امتیاز کو باقی اور برقرار رکھا ہوا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اب سادات کرام بھی ہم میں مخلوط ہو کر اس قومی بزرگی و برتری کو کھو بیٹھیں۔ روایاتِ قریش کو قائم رکھنے والے ہم میں سیّد صاحبان زندہ مثل موجود ہیں۔ بس نظر بر حالات ہم باقی برادری قریش کے لیے لازم آتا ہے کہ ہم سیّد قریشیوں کے اس اعزاز اور امتیازِ نسلی کو پائیدار اور مستحکم رکھنے میں تا جان امداد دیویں۔ جس سے یہ ایک علامت قومِ قریش کی دنیا میں مدت العمر قائم رہ سکے۔

میری اپنی رائے معاملات رشتہ داری بہمراہ اقوام دیگر آل قریش سے اسی قدر ہے جس قدر

فقہائے شرح وقریہ و ہدایہ میں بحوالہ اقوال النبی صَلّی اللہ علَیہِ والِہٖ وَسَلّم وضاحت سے بیان کی ہے۔ (آئینہ قریش ۳۱ سردار محمد اکرم خان ڈھونڈ قریشی عباسی پونچھ)۔

ایران و افغانستان اور صوبجات متحدہ کے بارے میں سردار صاحب موصوف نے جس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ کہیں تو نام نہاد سیّدوں نے جو متسیّد ہیں اس دیوار کو پھاندا ہے اور محض شخصی اغراض کے لئے کمزوری دکھائی ہے۔ نیز بعض واقعات من گھڑت منسوب ہیں۔ جو ساداتِ کرام کی رسوائی اور توہین کے لیے تراشے گئے ہیں تاکہ اس پہلو سے بھی ان کے وقار و احترام کو ملیا میٹ کیا جائے۔ یہ تمام کارستانیاں ان لوگوں کی جانب سے ہیں جو خوارج کی ذُرّیات یا ان کے خواجہ تاش اور ان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بندگانِ ہوس و نفس ہیں۔

اس امر میں جی عموماً وسعتِ نظری کے ساتھ غور کرنے کے باعث غلط اندیشی پیدا نہیں ہوتی کہ سادات بذات خود ایک مستقل جماعت ہیں جو اگرچہ بلاشبہ قریش سے نکلے ہیں لیکن اپنی ہستی میں منفرد ہیں اور کوئی بھی ان کا سہیم و شریک نہیں۔ قریش میں ابوجہل عتبہ اور ولید بھی تھے۔ مگر بنو ہاشم ان میں بہ ہر حال ممتاز خاندان تھے اور بنو ہاشم سے آلِ محمدؐ بالکل ممتاز ہیں۔ آلِ محمدؐ ایک جدا خاندان ہے اور وہ تمام خاندانوں سے زیادہ ممتاز اور معتبر ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ط

☆☆☆☆☆

تحقیق مزید

مسئلہ کفو اور شیعہ حضرات

شیعہ حضرات بھی مسئلہ کفو کے مجوز ہیں اور اس کی اہمیت وضرورت پر زور دیتے ہیں اور اس پر وہ سادات کرام کا تعامل بتلاتے ہیں۔ ایک ایسا امر مشروع کہ جس پر اسلام کے دو عظیم الشان فرقے پوری قوت کے ساتھ متفق ہیں۔ اس سے انکار کیوں کیا جائے؟ جبکہ عقل ونقل اس کے معاون ومؤید ہیں اور فکر ونظر حامی ومددگار! بعض شیعہ کتب سے ذیل کے اقتباسات لائق توجہ ہیں۔

☆"نقل عن ابن الجنید انه اعتبر فمن حرم علیهم الصدقة ان لا یتزوج فیهم اِلّا فَهُمْ لئِلا یستحل بذالك الصدقة من حرمت علیه اذا کان الولد منسو بالی من لا تحل له الصدقة " (مراۃ العقول ج ۳ شرح فروع کافی ج ۱ ص ۴۲۸ طبع طہران)

(ترجمہ) ابنِ جنید سے منقول ہے کہ جن حضرات پر صدقہ حرام ہے بوجہ قرابت رسولؐ خدا ان کی لڑکیوں کا نکاح ان کے علاوہ غیر قوم میں ہونا منع ہے تا صدقہ حلال نہ ہو جائے ان پر کہ جن پر کہ حرام تھا بوجہ تناسل کے یعنی اگر غیر قوم میں حضرات مذکورین کی لڑکیوں کا نکاح جائز قرار پائے تو اس صورت میں اس نکاح سے جو بچہ پیدا ہوگا اس پر صدقہ حلال ہو جائے گا حالانکہ اس کی ماں پر صدقہ حرام ہے۔

☆"الرابعة عشر ا الکفایة بالحد والفتح وهی تساوی الزوجین فی

الا سلام و الایمان"

(ترجمہ) یعنی چودھویں شرط نکاح کے لیے یہ ہے کہ بیوی خاوند اسلام و ایمان میں مساوی ہوں۔ (شرح لمعہ شیعہ کتاب النکاح ص ۸۷ طبع طہران)

''البتہ اگر مرد مومن ہو اور عورت ایسے اسلامی فرقہ سے ہو کہ وہ محکوم بہ کفر نہ ہو تو زوجہ کی طرف سے مساوات کی شرط اڑ جاتی ہے۔ اس عبارت میں چونکہ کفو سے مراد اسلام لیا گیا ہے بنا بریں بعض نافہم، بے ادب، گستاخ اور رذیلے، سیّد زادی کا نکاح معاذ اللہ جلا ہے اور موچی کے ساتھ بھی جائز قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ یہ مومن ہیں لہذا ان سے بھی نکاح جائز ہے''۔ (مناقب فاخرہ فی عترۃ الطاہرہ ص ۲۰۸)

''اسلام دو قسم ہے، اسلام بلا واسطہ خدا کا سکھایا ہوا۔ دوئم اسلام بالواسطہ پیغمبروں یا اماموں یا مولویوں کا سکھایا ہوا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بنی ہاشم اجدادِ رسولؐ خدا و علی مرتضیٰؑ کا اسلام بلا واسطہ خدا کا سکھایا ہوا ہے۔ پس اولادِ علی مرتضیٰؑ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اسلام میں وہ شخص ہم کفو ہوگا جس کے آبا و اجداد کا اسلام ان کے آبا و اجداد کی طرح بلا واسطہ خدا کا سکھایا ہوا ہو''۔ اسی لیے حدیث میں آیا ہے۔

☆"عن عائشہؓ مرفوعاً قال جبرائیل قلبت الارض مشارقھا و مغاربھا فلم اجلا و جلا افضل من محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم **اجد بنی اب افضل من بنی ہاشمَ (اخرجہ احمد فی المناقب ینابیع المودّۃ)** صفحہ ۱۸۹ مطبوعہ مصر

"یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے کہا کہ میں نے مشرق و مغرب میں گشت کیا۔ پس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور بنی ہاشم سے کسی کو افضل نہیں دیکھا چونکہ اولادِ رسول خداؐ و علی مرتضیٰ علیہ السّلام کا اسلام بلا واسطہ ہے ان کا کوئی ہم کفو

نہیں۔اس لیے تمام سادات اولاد رسولؐ کا اس امر پر اجماع ہے کہ نکاح سیّدہ علویہ کا اپنی قوم کے سوا غیر قوم میں ناجائز و باطل ہے"(مناقب فاخرہ فی عترۃ الطاہرہ ص۲۰۹)۔

☆"جری عمل ساداتنا علويين الحسنيين والحسينين رضوان الله عليهم قديما وحديثا انهم لا يزوجون بناتهم الا من شريف صحيح النسب غير مهمل على هذا النسب العظيم ولا يجزون يزوجها بغير شريف وان رضيت و رضي و ليهامثلا لا نهم يردون ان الحق في هذا النسب الطاهره راجع لكل من انتسب الى الحسنين صلوة الله عليهما لا للمرأة و وليهافقط و رضا جمع اولاد الحسنين ذالك متعذروعلى هذا العمل الى الآن و هم نعم الا سوة اذ فيهم من الفقهاء والصلحاء والا قطاب والا ولياء من لا يسوغ لنا ان تخالفهم فيما اسوة و درجواعليه ولا يسعنا غيرا السير بسيرا نهم والا قتدار بهم و لهم اختيارات و الا نظار لا مطمع للفقيه في ادراك اسرار هم "

(رشفۃ الصادی من بحر فضائل نبی النبی الھادی ص۴۲ مطبوعہ مصر)

"یعنی سادات کرام اولاد حسنین رضی اللہ عنہم ابتداء سے آج تک ان کا اس پر عملدر آمد ہے کہ اپنی لڑکیوں کا نکاح صحیح النسب سیّد کے علاوہ اور کسی سے نہیں کرتے بوجہ رشک کرنے ان کے کہ اس نسبِ عظیم القدر پر کیونکہ اسلام میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں۔بوجہ اسلام بلاواسطہ کے ان کے اجداد میں اور سادات عالی درجات جائز نہیں قرار دیتے نکاح اپنی لڑکیوں کے سوائے سیدِ صحیح النسب کے۔اگرچہ کوئی لڑکی ان میں سے بمعہ اپنی ولی جائز کے غیر صحیح النسب سیدِ کے نکاح پر راضی ہو جائے بطور مثال اس واسطے کہ سادات اس معاملہ میں جمع سادات کا حق ولایت لازم قرار دیتے ہیں اور جمیع سادات کا اس امر میں راضی ہونا مشکل ہے اور ابتداء سے اس وقت تک سادات کا یہی دستورالعمل ہے اور ہمارے بزرگ سادات پیشوائی اور تاسی کے قابل ہیں کیونکہ ان میں صلحاء، اقطاب اور اولیاء تھے جن کی مخالفت کرنا ہمارے لیے جائز نہیں ان امور شرعیہ میں جن

کے وہ متعلّم اپنے اجداد طاہرین کے مُوجد اور عامل تھے۔ پس لامحالہ ہم کو ان کی سیرت و تعامل کی اقتدا کرنی چاہیے کیونکہ یہ باعث علم صدری حاصل کرنے ان کے معصومینؑ سے ان کی نظر ان امورِ شرعیہ پر پہنچتی ہے۔ جن تک فقیہ محض کی نظر نہیں پہنچ سکتی"

متذکرہ فوق اقتباسات اس قدر جامع اور پرزور شواہد ہیں کہ ان پر کیا اضافہ کیا جائے؟

حرمتِ صدقات سے جو استدلال کیا گیا ہے وہ بے حد جاذبِ توجہ اور قابل پذیرائی ہے۔ اسی طرح دوسرا اقتباس قانونی اعتبار سے بہت ہی قابلِ قدر اور حقیقی واقعات کا آئینہ ہے۔ بلاشبہ سادات کرام کا یہی مسلک ہے۔ محض اضافۂ معلومات کے لیے شیعہ حضرات کے افکار بھی اس سلسلہ میں درج کر دیے ہیں ورنہ گزشتہ صفحات پر اتنی بحث و تشریح کے بعد اب ان کی چنداں ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی۔ علاّمہ سیّد سلیمان ندویؒ سے متعلق مکتب خیال کے لوگ ذرا خدا کا خوف کر کے اور جذبات سے کام نہ لیتے ہوئے واقعات کی روشنی میں دیکھیں۔ کتاب و سنت کی تجلیات پر اپنی ذاتی رائے، خواہش اور ذاتی اجتہادات کے پردے ڈالنے کی ناکام کوشش نہ فرمائیں۔ علاّمہ موصوف کا احترام ہمیں ملحوظ ہے اور ان کا تعاقب ناگوارِ خاطر، لیکن ساداتِ کرام کے احترام و ناموس کا مقام ان سے کہیں زیادہ واجب الاحترام ہے اور یہی بات ہے کہ توجہ کی گئی ہے۔ شیعہ حضرات کے طرزِ عمل کے خلاف خود میں نے تنقید کی ہے اور پوری دیانت داری سے شکایت کی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس شکایت میں، میں منفرد نہیں ہوں بلکہ خود اثنا عشری مسلک کے ساداتِ کرام بھی ان علماء کی شکایت کرتے ہیں اور اظہارِ بیزاری بھی روا رکھتے ہیں۔

مولانا سیّد احمد شاہ (مرحوم) جو شیعہ عالم تھے فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ بمصداق چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد"

"سندِ ممتاز الافاضلی وصدر الافاضلی وملک العلمائی کے دم مارتے ہیں اور سادات کے مقابلہ میں امیرِ شام کی طرح فخر وتکبّر سے کام لیتے ہیں لیکن فی الواقع علماءِ اسلام کا اجازہ تو بجائے خود ان کے پاس علمائے یہود ونصاریٰ کا بھی اجازہ نہیں ہے اگر ہے تو مردِ میدان بنیں اور اپنے اجازہ کو پبلک میں پیش کریں"۔ (مناقب فاخرہ ص ۹۹ مولانا سیّد احمد شاہ (مرحوم)، راولپنڈی)

"جن گروہوں کی تعظیم وتکریم واجب اور احترام یقینی ہے ان میں سلسلۂ جلیل القدر ساداتِ علویہ ہیں کہ ان کی سچی ودائمی محبت پر قائم رہنا اجرِ رسالت ورمزِ دانی نبوّت ہے۔ سرکار صَلّی اللّٰہ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلّم کا ارشاد ہے۔ اس شخص کے لیے میری شفاعت واجب ہے جو اعانت کرے میری اولاد کی ہاتھ سے، زبان سے، مال سے۔ سرکار صَلّی اللّٰہ علَیہِ وآلِہٖ وَسَلّم نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں چار شخصوں کی ضرور شفاعت کروں گا اگرچہ وہ تمام دنیا کے گناہوں کے مرتکب ہوں۔ میری اولاد کی عزت کرنے والا، میری اولاد کی حاجت بر لانے والا، میری اولادِ مضطر کے معاملاتِ اضطراری میں سعی کرنے والا، دل اور زبان سے میری اولاد کی محبت کرنے والا۔ سرکارؐ نے فرمایا میری نیک اولاد کی تعظیم وتکریم خداوندِ کریم کی خوشی کے لیے کرو اور میری گناہ گار اولاد کی تعظیم میری خوشی کے لیے کرو"۔ (معراج السعادت ص ۱۹۹)۔

"خمس دینے والے حضرات خمس دینے میں سادات پر احسان کرنے کے خیال اور خود کو بزرگ سمجھنے کے وہم سے سخت پرہیز کریں اور عاجزی وفروتنی سے سادات کے مقابلہ میں کام لیں۔ نہ یہ کہ رذیلوں اور سفلوں کی طرح اگر وہ تھوڑا سا خمس نکالتے ہیں تو سخت بدخوئی اور درشتی سے سیّد محتاج کو دے کر خیال کرتے ہیں کہ ہم نے اس کو زر خرید کر لیا ہے بلکہ اپنے آپ کو اس کا خدا سمجھتے ہیں اور اس بات سے غافل ہیں کہ تمام دنیا کا مال بلکہ تمام جہان بطفیل برکتِ وجود جدِ بزرگوارِ ساداتؐ کے پیدا کیا گیا ہے اور تمام مخلوق کو سادات کے اجدادِ طاہرین علیہم السّلام کے فیض سے رزق ملتا ہے اور برسات برکوت ورحموت آسمان سے زمین پر انہی حضرات کے جدِ امجدؐ کے لحاظ سے برستا ہے"۔ (مناقب فاخرہ ص ۲۰۷)۔

''ہر مومن کا فرض ہے کہ اپنی آمدن و منفعت سے بعد از مصارف حیثیت خود خمس نکال کر بموجب ہدایت مجتہدین حقداروں کو پہنچائے ورنہ اپنے آپ کو مومن نہ سمجھے اور اس معیار کے لحاظ سے ہمارے ملک میں اکثر لوگوں کا مومن کہلانا گویا ایک مہمل کلمہ ہے جس کی ماہیت کا کسی کو علم نہیں اور حقوقِ سادات کے لحاظ سے اکثر مومنیت کے مدعی غاصبین و ظالمین اہل عباسؑ کے ہم پلہ ہیں اور اسی وجہ سے سادات کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی ہے''۔

(مناقبِ فاخرہ عترۃ الطاہرہ ص ۲۰۷ مولانا حکیم سیّد احمد شاہ مرحوم، راولپنڈی)۔

☆☆☆☆☆

کیا سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے جائز ہے؟

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر میں ایک نابینا شخص حاضر ہوئے اور آپ نے حضرت اُمِ سلمیٰؓ اور حضرت میمونہؓ کو پردہ کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے عرض کیا کہ یہ نابینا ہے جو ہم کو نہیں دیکھتا؟ تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو جو اس کو نہیں دیکھ سکتی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح مردوں کو عورتوں کی طرف رغبت ہوتی ہے ویسے ہی عورتوں کو مردوں کی طرف ہوتی ہے۔
آنحضرتؐ نے حضرت سیّدہ فاطمہ زہراؑ سے فرمایا:۔

☆ **انه ليس عليك باس انما هوابوك و غلامك**

(ترجمہ) البتہ تجھ کو کچھ مضائقہ نہیں کہ وہ تیرا باپ اور غلام ہے۔

میں کہتا ہوں کہ غلام کو محارم کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اس کو اپنی سیّدہ کی طرف رغبت نہیں ہوتی کیونکہ اس کی نظر میں وہ معزز ہوتی ہے اور نہ سیّدہ کو غلام کی طرف رغبت ہو سکتی ہے کیونکہ وہ اس کی نگاہ میں حقیر ہوتا ہے اور مابین ان کے پردہ کا حکم دینے میں سخت دشواری ہے اور یہ سب صفات محارم کے اندر معتبر ہیں کیونکہ قرابت قریبہ محرمہ میں رغبت کم ہونے کا باعث ہے اور ناامیدی طمع کے منقطع ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے اور مدت دراز تک یکجائی رہنا بھی قلتِ نشاط اور پردہ کے دشوار ہونے اور کم التفاتی کا سبب ہے۔ پس اس واسطے قدیمی

سنت ہوگئی کہ محارم سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو اور غیروں سے جو پردہ ہو وہ اور قسم کا ہو"۔
(حجۃ اللہ البالغہ مصنف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ص ۴۹۳)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حسبِ عادت جو حکمتیں اور اسرار بیان کئے ہیں وہ بجائے خود ایک گراں مایہ متاع ہیں اور لائقِ قدر و اعتماد! چونکہ یہ مقام ہماری بحث کے اہم ترین اور نازک تر موضوعات سے ہے۔ اس لیے اس موقع کی مناسبت سے ہم یہاں ایک وضاحت ضروری سمجھتے ہیں - قرائن بتا رہے ہیں کہ یہ ارشاداتِ پردہ حکمِ پردہ کے بعد صادر ہوئے ہیں اور اسی لیے سرکارؐ پردہ کا اہتمام فرما رہے ہیں اور چونکہ یہ حکم ہے اس لئے حضورؐ اس حکم کی تعمیل فرما رہے ہیں۔

یہ نابینا شخص ایک صحابیؓ تھے اور آنکھوں کی بصارت سے محروم، سرکارِ نبوت مدار علیہ السلام نے امہات المومنینؓ، جو اس وقت موجود تھیں، انہیں پردہ کا حکم دیا کیونکہ نابینا صحابیؓ قریب آ چکے تھے۔ بلاشبہ امہات المومنینؓ نے پردہ کر لیا لیکن سرکارؐ سے دریافت کیا کہ جو اندھا ہے ہمیں کیا دیکھے گا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اگر وہ نہیں دیکھتا تو تم تو اسے دیکھتی ہو۔ اگر اس کی بینائی بحال ہوتی تو اسے باہر روک دیا جاتا اور اگر وہ حکمِ پردہ سے باخبر ہوتا تو اندر نہ آتا۔ غالباً ان صحابیؓ نے محسوس کیا کہ وہ نابینا ہیں کسی کو دیکھتے نہیں ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اندر آ جانے میں تامل نہ ہوا لیکن سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ازواجِ محترمات کو متنبہ کیا تو انہوں نے پردہ کر لیا۔ مگر معترض ہوئیں اور یہ اعتراض ایک گونہ بجا تھا کہ پردہ کی نئی نئی ترویج تھی، ابھی پردہ کے تمام پہلو روبہ کار نہیں آئے تھے اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اس جانب توجہ دلانا بھی اس حکم کے اسرار و بصائر پر مبنی تھا۔ اگر نابینا نہیں دیکھتا تو تم تو بینا ہو، دیکھتی ہو اتنی محکم اور معقول بات ہے کہ مسندِ نبوتؐ کے شایانِ شان ہے۔ اس پاکیزہ مجلس میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صاحبزادی صاحبہ سیدہ حضرت فاطمۃ الزاہرؓا بھی حاضر تھیں۔ غالباً انہوں نے بھی استفسار فرمایا کہ امہات المومنینؓ نے تو پردہ کر لیا میرے لیے کیا حکم ہے؟ کیا میں بھی پردہ کروں۔

امہات المومنینؓ نے معترضانہ حیثیت سے استفسار کیا اور اس طاہرہؑ نے استفہاماً دریافت کیا۔ اس ادا شناسِ مزاجِ نبوّت اور تربیت یافتہء آغوشِ الہام ووحی نے اپنے اعتبارِ امتیاز کو بروئے کار لانے کے لیے دریافت کیا کہ تمیزِ حیثیت اور فرقِ مراتب کی تحصیلِ کامل ہو جائے۔ چنانچہ سرکارؐ نے امہات المومنینؓ کو تو پردہ کا کہا لیکن اپنی لختِ جگر کو "انـه لیـس عـلیك بـاس انـمـا هو ابوك و غلامك " کا فرمانِ حقیقت نشان صادر کر دیا۔ حالات وواقعات کی رفتار اور موقع کی تقریب نے واضح کر دیا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی جناب سیّدہ طاہرہؑ کی فضیلت وعظمت اور عصمت وطہارت کی جیتی جاگتی زندہ وجاوید شہادت ہے۔ جناب سیّدہ کی بصری طہارت، قلبی طہارت، روحانی طہارت، عملی طہارت، فکری ونظری طہارت اور ذہنی ودماغی طہارت کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جسمانی طہارت پر بھی قوی ترحجتِ قاطع ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ربانی معصومیت کے لیے ایک سلطانِ ربانی ہے۔

غور فرمایئے۔ ایک شخص نابینا ہے، صحابی ہے، اہلِ مجلس سے ہے۔ خدام میں ہے، خدمت گار وچاکر ہے۔ روزمرہ کا تابعدار ہے۔ ازواجِ مطہرات کو اس سے پردہ کرانا اور من جملہ بناتِ طاہرات کے صرف ایک بیٹی کو کہہ دینا کہ "انه لیس علیك باس انما هو ابوك و غـــلامك " آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ یہ تمیز وتفریق کیوں؟ یہ امتیاز واعتبار کس لیے؟ ایک ہی ضرورت اور خدشہ کے دو متضاد پہلو کس طرح ہیں؟ جو بات ازواج کے لیے مکروہ ومردود اور حرام وناروا ہے وہی بات ایک مخصوص بیٹی کے لیے جائز ومسنون اور قابلِ حسن وصحت! ایک ہی صورتِ حال میں نتائج کیوں مختلف ہیں؟ ایک ہی واقع کے دو متضاد اور بالکل متبائن پہلوؤں کی کوئی نہ کوئی وجہء خاص ضرور ہے۔

وہ نابینا صحابی یقیناً پاک باز و پاک دل انسان تھا۔ ازواج کو روکنا کیا معنی؟ درحقیقت وجہ یہ ہے کہ ازواج کی تربیت وتہذیب کسی اور ماحول میں ہوئی تھی۔ ان کی

اصلاح وتہذیب کی تو بہ ہر حال ضرورت داعی تھی، اس لیے ان کو مقامِ نبوّت کی تعلیمات سے روشناس کرانا ضروری تھا۔ کیونکہ وہ بے خبر تھیں، لیکن دوسری طرف طاہرہؑ نے نبوّت کی آغوش میں آنکھ کھولی اور نبوّت ورسالت ہی کی گود میں پرورش پائی تھی۔ جبریلؑ وملائک اور وحی والہام کا جو گھر نشیمن تھا اس میں اپنی جوانی کو پہنچیں اور آسمانی تہذیب وحضارت اور ربانی اخلاق وشمائل کے زیورات سے زیبائش پذیر ہوئیں۔ چنانچہ آپ حسن صورت اور حسن سیرت کی بے مثال تصویر تھیں حسب ونسب میں یکتا، اَب وجَد یکتا، شکل وصورت میں منفرد، تہذیب واخلاق میں بے نظیر، عقل و ہنر میں عدیل، علم وعرفان میں گوہر بے بہا، نام فاطمۃ الزاہراؑ دخترِ مصطفےؐ زوجۂ علی مرتضیٰؑ اور پھر بعد میں اُمِ امام حسن مجتبیٰؑ وحسینؑ شہید کربلا اور بدرجہ آخر اُم آلائمہ والشہداء۔

ازواج زیرِ تعلیم وتربیت تھیں، ان کی درستی واصلاح مطلوب تھی لیکن سیّدہ طاہرہؑ تعلیم وتربیت سے آراستہ وپیراستہ تھیں۔ ان کے لیے مقامِ تکمیل کے دروازے کھول دینے منظور تھے۔

یہ رتبۂ بلند، ملا، جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارورسن کہاں

چناں چہ سیّدہ طاہرہؑ سے فرمایا یہ بوڑھا سوائے اس کے اور کیا ہے کہ تیرا باپ ہے اور تیرا چاکر بھی یا یوں جان لو کہ یہ بوڑھا بڑھاپے کے باعث تیرے باپ کی طرح ہے اور تیرا غلام ہے یا یہ بوڑھا تیرا باپ ہے اور تیرا بیٹا بھی، باپ پر بیٹی حرام ہوتی ہے اور بیٹے پر ماں حرام ہوتی ہے اور پھر کیا بعید ہے کہ سرکارؐ نے فراستِ نبوّتؐ کی بنا پر اس بوڑھے کی جو اندرونی کیفیت اور سوچ فاطمۃ الزہراؑ کی نسبت تھی، اُسے جانچتے ہوئے اور اس کے جذبات واحساسات کو سراہتے ہوئے، اپنی زبانِ مبارک سے اس کی ترجمانی فرمائی ہو اور یوں اس کے ایمان ویقین کو تابہ قیامت

بقائے دوام کی سند دے دی ہو۔

بوڑھے نے سمجھا کہ بتقاضائے سن و سال میں، ان کے باپ ساہوں اور سیّدہ کی بزرگی و شان کے ہوتے ہوئے میں ان کے بیٹے ساہوں اور یوں بھی وہ نابینا بوڑھے صحابیؓ حضرت طاہرہؑ کے بمنزلہ باپ اور بیٹے ہی کے تھے اور خاص طور پر یہ بات بھی یہاں سے مستفاد ہوئی کہ ازواجِ مطہرات کی اولاد نہیں تھی اور نہ قدرت نے ان کی اولاد کا انتظام فرمایا تھا چونکہ ان کا معاملہ وقتی تھا، ایک مخصوص زمانے تک کے لیے تھا۔ لہٰذا ان کے لیے الگ حکم ٹھہرایا گیا۔ اس کے برعکس قدرت نے سیّدہ طاہرہؑ کی اولاد کا انتظام اپنی ربوبیّت و خلقت کے زیرِ حمایت کر رکھا تھا۔ چنانچہ ان کے لیے الگ حکم ٹھہرایا گیا۔

چونکہ سیّدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی عصمت و حرمت اور طہارت و نجابت کا تقرر و تعین اس نہج سے ضروری تھا کہ آئندہ کے لیے ایک ضابطہ اور قانون قرار پا جائے کہ ان کی طہارت و نجابت اور عزت و حرمت کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ اسی لیے اس موقع پر ازواج کو پردہ کا حکم دیا گیا اور سیّدہ طاہرہؑ کو یہ حکم نہیں دیا گیا، کیونکہ سیّدہ کا مقام الگ ہے۔ ان کا مقامِ رفیع، عمومی پردہ کے آداب و قیود سے کہیں بالاتر ہے۔ بوڑھے ان کے لیے بمنزلہ باپ کے تھے اور دوسرے بمنزلہ چاکروں اور بیٹوں کے تھے۔ ان سے آپ کیا پردہ کرتیں؟ بیٹی کا باپ سے پردہ کیا معنی؟ اور ماں کا بیٹے سے کیا پردہ؟ پردہ تو غیر محرموں کے لیے نہ کہ محرموں کے لیے۔

آیہء مباہلہ میں "نساء نا" سے مراد جناب زہراؑ ہی ہیں اور وہی واقعاتی مصداق۔ سورۃ احزاب میں ازواج النبی کو "یٰنسآء النبی لستنّ کا حد من النسآء بکم" کہا گیا ہے۔ گویا "نساء" کا لفظ ازواج اور بنات پر حاوی ہے اور متذکرہ فوق مقامِ تفریق و تمیز کو اگر ہم بغور دیکھیں اور یہاں اعتباری معنی میں جناب زہراؑ ہی کا اعتبار کریں تو پھر باور کریں گے کہ قرآن کی زبان میں جنابِ زہراؑ دیگر خواتین کی نسبت منفرد و ممتاز ہیں۔ اس طرح ازواج کے لیے الگ حکم ٹھہرا اور ان کے لیے الگ۔ یہ امر واضح رہنا چاہیے کہ ازواج النبیؐ نسباً امہات نہیں

ہیں بلکہ حکماً و مصلحتاً امہات المومنین قرار دی گئی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس کی مصلحت ہے اور حق یہ ہے کہ خداوند کریم بڑے ہی غیر تمند ہیں۔ اسی طرح حضور نبی کریمؐ بھی بدرجہ غایت غیور و باشعور ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی غیرت و حیا اور شرم و ناموس سے متعلق پاسداری لازمی قرار پائی اور اللہ تعالیٰ کو بطور خاص ان کی دلجوئی، اطمینان اور غیرت مندی منظورِ خاطر ہوئی، جس کی خاطر مستقل طور پر قرآن میں آیت کی تنزیل ہوئی۔

زیرِ بحث حدیث ہی کی طرز کے دیگر شواہد جو اقوال و اعمالِ سرکارِ نبوت سے مستنیر ہیں، کے پیش نظر سیّدہ طاہرہؑ کی نسبت کسی قسم کی بھی ادنیٰ ترین بے اعتمادی چونکہ ان کی عصمت و حرمت اور عزت و طہارت کے باب میں پوشیدہ نہ تھی پھر بتائید ربّانی فراست نبوّت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ علی مرتضیٰؑ کی زوجیت ہی میں، جناب سیّدہؑ کے تھوڑا عرصہ بعد، آپ دنیا سے رخصت ہوں گی۔ چنانچہ آپ کے لیے کسی اور صراحت کی کیا حاجت تھی؟ معاملہ بالکل صاف تھا۔ ازواج کی نسبت خلش تھی تو اس کا دوٹوک فیصلہ خدا کی وحی اٹل نے کر دیا۔ النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازوٰجہ امھا تھم (سورہ احزاب) یہاں حکماً ازواج کو امہاتِ مومنین قرار دیا گیا۔ پھر اسی سورۃ میں دوسری جگہ اس بات کی ایک اور طرز جدید اور اسلوب تازہ کے ساتھ توثیق کی گئی

☆" لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابداً "(سورہ احزاب)

(ترجمہ) مت ان کی بیویوں کو نکاح میں لاؤ ان کے بعد ہمیشہ کے لیے۔

حجاب کے موقع پر کہا گیا تھا تم دوسری عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ یہاں انہیں امہات المومنین قرار دیا گیا اور پھر ان کے ساتھ پیغمبر کی رحلت کے بعد مناکحت سے روک دیا گیا اور "ابداً" فرما کر یہ قید قیامت تک کے لیے لگا دی گئی۔

"نساء نا" (آیہ مباہلہ) کی مصداق جناب زہراؑ ہیں اور "نساء النبی لستن کاحد" میں معاً آ گئیں اور مشمول ظاہر یہ "ازواج" کا لفظ محدود ہے اور "نساء" کا عموم

حامل ۔پس "ازواج" ۔"نساء" ۔کی ایک رکن ہیں ۔لہذا حرمتِ نکاح میں امہاتِ مومنین اور سیدہ طاہرہؑ برابر ہیں اور ایک ہی حکم میں داخل ۔باقی رہی ۔"ابدا" کی قید سووہ تو صاف طور پر جنابِ سیدہؑ اور ان کی بنات وذریاتِ مطہرات کے لیے الی الیوم القیامت قائم ودائم ہے۔

ازواجِ مقدسات کے لیے از بسکہ "من بعدہ" کا فرمان کافی تھا۔" ابداً " کا ٹکڑا" بعدہ" سے بعد آیا ہے اور سیاق وسباق اور قرینہ بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے کہ "بعدہ" کے بعد "ابداً" موزون ہے۔ نیز واقعات اس پر شاہد عادل ہیں ۔پس ازواج کا معاملہ تو "بعدہ" کے ساتھ پورا ہو گیا اور "ابـــداً" کا معاملہ ذریتِ بنت النبیؐ کے ساتھ الحاق پذیر ہے اور انہیں سے متعلق ا

بہ ہر حال سر آغاز نابینا صحابیؓ سے متعلق حدیث کی رُو سے بھی سیدہ طاہرہؑ کا مقام بالکل الگ اور رفیع تر ہے۔ نیز حضورؐ کا یہ ارشادِ گرامی سیدہ طاہرہؑ کی فضیلت وطہارت اور نجابت وعصمت پر جامع تر برہان قاطع ہے۔اعتباری حیثیت سے بھی یہ حدیث ممتاز ہے کہ سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کی حُرمت ارکانِ ایمان میں داخل اور ان کے ساتھ ان کی ذریات وبنات کی حُرمت بھی ان کے ساتھ شامل اور اس پر کتاب وسنت کے دلائل وشواہد جو اس مقام سے نسبت وعلاقہ رکھتے ہیں شاہد وعادل ہیں۔امہات المومنینؓ سے نکاح اگر حرام ہے اور یقیناً ایمانداروں کے لیے حرام ہے۔اگر حضرت خدیجۃ الکبریٰ صدیقہ وصادقہ اولیٰ صلوٰت اللہ علیہا من جملہ امہات المومنینؓ کے تھیں اور یقیناً وہ اولین اُم المومنینؓ تھیں ۔پس اگر یہ امہاتؓ اُمت پر مصلحتاً وحکماً حرام قرار دی گئی ہیں تو ان کی بیٹیاں بھی اس اُمت کے ایمانداروں پر حرام ہیں۔اس مقام کے معارض جو واقعات پیش کئے جاتے ہیں وہ تمام موضوع ہیں۔اہلِ بیتؑ اور آلِ محمدؐ کی مخالفت اور "توسوس" کا نتیجہ ہیں۔فتنہ وفساد کے فروغ کی غرض سے یہ شائعات روا رکھی گئی ہیں کہ حلال وحرام کی تمیزیں اٹھا دی جائیں۔حق وباطل کو ملا دیا جائے، کھرے کھوٹے کو اکٹھا کیا جائے، تا کہ خیر الامم باہمی افہام وتفہیم میں پڑ جائے۔ بحث ومباحثہ میں الجھ جائے۔ جھگڑے اور

تنازع کے پیچھے لگ جائے۔ پارٹی بازی کے مرض میں مبتلا ہو جائے۔ اس طرح سینکڑوں گروہ بندیاں بنادی گئیں۔ شیعہ و سنی کے مقدمات ترتیب دیے گئے۔ ستم رسیدہ آلِ محمد علیہ السلام کو نہ اپنوں نے اپنایا، نہ بیگانوں نے چھوڑا۔ دوستوں نے دوستی کے پردے میں مارا۔ دشمنوں نے دشمنی میں لتاڑا۔ اب کہاں تک بیان کیا جائے۔

شہر ویراں شدہ از گریۂ مستانۂ ماست
ہر کجا ہست غمے در بدر از خانۂ ماست
(نظیری)

سیّدہ کے عامی سے نکاح
کی قانونی ممانعت

اہل سنت والجماعت کے صحیح مذہب میں محققین کے نزدیک عامی شخص صاحب خاندان یا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو کا نکاح سیّدہ سے ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کے برابر کوئی خاندان نہیں۔ چنانچہ "ترمذی" میں ہے

☆قال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "انا خیر کم نفسا و خیر کم بیتا" میں تمام آدمیوں سے بہتر ہوں اور میرا خاندان تمام خاندان سے اعلیٰ ہے اور میرے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے تمام خاندانوں سے چن لیا ہے اور "غـایۃ الاوطـار" میں لکھا ہے کہ عجمی مرد کفو عربیہ کا نہیں ہو سکتا۔

☆لایکون کفوا للعربیۃ ولو کان العجمی عالماً اوسلطانا و ھو الاصح

اور "درمختار " میں ہے۔

☆تعبر الکفاۃ لزوم النکاح

لزوم نکاح کے لیے کفو معتبر ہے درمختار جلد۲ص ۲۵ میں ہے

☆" اکفاء فی النکاح معتبرۃ قال علیہ السلام الا لا یزوج النساء الا الاولیاء و لا یزوجن الا من الکفاۃ "

(ترجمہ) کفایت نکاح میں معتبر ہے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔عورتوں کا نکاح نہ کریں مگر ولی اور نکاح نہ کی جائیں (عورتیں) مگر ان مردوں سے جو کفو ہیں یہ حدیث دار قطنی اور بیہقی کی ہے اور یہی ہدایہ میں ہے۔

☆"الکفاۃ تعبر فی النسب لا نہ یقع بہ التفاخر فقریش بعضھم اکفاء بعض والعرب اکفاء بعض لبعض و الا صل فیہ قولہ علیہ السلام فقریش اکفاء بعض لبعض بطن ببطن و العرب بعضھم اکفاء لبعض قبیلۃ بقبیلۃ الخ "

روایت (الہدایۃ)

اور "درالمختار" میں ہے

☆"المراد بالعجم من لم ینسب باحدی قبائل العرب و یسمو ن الوالی "ھٰذا فی فتوٰی عبدالحی جلد ۲ ص ۱۵۸ "

اور "برجندی" میں ہے

☆ان فی العجم لا یعبر النسب لا فھم ضیعوا انسا بھم ھٰذا فی بلپی

اور صاحب "برجندی " نے جلد۲ص۱۲ میں خود بایں طور بعض مجوّزین کا قول نقل کرتے ہوئے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔

☆" ان الفقیھہ کفو للعلوی ان شرف الحسب فوق شرف النسب و ھکذا ذکر فی المحیط و قال فی المضمرات الا صح انہ لا یکون درجاہ

کالسلطان و العالم"

اور "فتاویٰ ابراہیم شاہی" و "فتاویٰ نادرالجواہر" قلمی ص۲۲ میں لکھا ہے

☆" مجهول النسب لا یکون کفوا للمعروف النسب الصحیح عند ابی حنیفة "

یعنی مجہول النسب معروف النسب والے کی کفو نہیں ہوتا ہے۔ امام صاحب کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ سیّدہ علویہ کے ساتھ نکاح کسی عالم یا سلطان وغیرہ کا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا کیونکہ نہ تو ہم ان کے کفو ہیں اور نہ ہی ہم لوگ اہل عرب ہیں اور نہ ہی ہمارے انساب صحیح اور درست ہیں اور نہ ہی ہمارا شجرہ نسب ان سے کہیں مل سکتا ہے۔ پس جب کہ ہماری نسبتیں بھی ضائع ہو چکی ہیں تو پھر ان سے نکاح کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے اور بعض لوگ جو بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ سیّدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپس میں رشتہ داری لی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمام قریش قبیلہ واحد اور اہل عرب اور صحیح النسب اور دور و نزدیک میں برادری اہل تقویٰ اور ایک دوسرے کے جاں نثار تھے۔ لہٰذا ان کے نکاح آپس میں جائز ہوئے اور ہم لوگوں میں یہ امور کہاں؟ (فتاویٰ نظامیہ ۵ ص۴۰۔۴۱)

متذکرہ اقتباسات فقہ واجتہادات سے متعلق ہیں اور یہ اجتہادات کتاب وسنت سے ماخوذ ہیں۔ یہ اقتباسات اعتبارِ نسب کے مجوز اور اعتبارِ کفو کے کلی طور پر حامل ہیں۔ کچھ آج کی گھڑی ہوئی بات نہیں ہے۔

یہاں ایک بات کو جان لینا چاہیے جو ایک حد تک عدم تدبر، ایک حد تک تعصب اور ایک حد تک غلط فہمی اور مزید برآں افراط وتفریط اور ادغام وآمیزش کے خارزار میں سے ہے وہ یہ کہ قریش اور بنی ہاشم کو ایک سمجھ لیا گیا ہے۔ پھر بنی ہاشم اور آل محمدؐ کو بھی ایک ہی سمجھ لیا گیا ہے اور حیثیتِ واحد کے مقام پر فائز المرام۔

کتاب وسنت کے شواہد اور تاریخ عالم اس کی مثالوں سے بھرپور ہے۔ آلِ اسمٰعیل

میں قریش ایک خاندان ہے۔ اس سے اوپر بھی کئی خاندان ہوئے اور نیچے بھی کئی خاندان ہوئے۔ آلِ قریش میں بنی امیہ ہیں۔ بنی ہاشم ہیں پھر بنی ہاشم سے آلِ عباس۔ آلِ ابی طالبؑ آلِ حارث ہیں۔ پھر آلِ ابی طالبؑ سے آلِ عقیلؓ آلِ جعفرؓ اور آلِ علیؑ ہیں۔ پھر آلِ علیؑ دو گروہوں میں منقسم ہیں۔ بنی فاطمہؑ اور علویؓ۔ علی مرتضیٰؑ کی جو اولاد غیر از بطن خاتونِ جنتؑ ہیں وہ علوی ہیں اور جو جناب سیدہ کے بطن اطہر سے ہیں وہ بنو فاطمہؑ ہیں اور آج بنو فاطمہؑ متعدد گروہوں اور شاخوں سے متفرع ہیں اور یہ سلسلہ بدستور اب تک جاری ہے۔ حضورؐ جس امر میں فرقِ مراتب و امتیاز فرماویں ، اسے ملوث کر دینا بہتر نہیں ہے اور خلطِ مبحث جس وجہ سے پیدا ہوا ہے وہ ہمیں معلوم ہے۔ چونکہ اصحابِ ثلاثہ آلِ قریش سے ہیں۔ آلِ ہاشم اور پھر آگے کے لیے متعدد امور و بیانات نبوت مآب متمیز کر رہے ہیں۔ اس لیے لوگوں کو خیال ہوا کہ خلط مبحث ہی کارآمد رہے گا لیکن یہ تمام فقہا کا وطیرہ نہیں ہے۔ صرف بعض کا یہ حال ہے۔

بہرحال اب یہ دیکھئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قطعی فرق و امتیاز کا فیصلہ کس طرح کر دیا۔

☆"انا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ان الله خلق الخلق فجعلني في خير هم ثم جعلهم فريقين فجعلني في خير هم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلة ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خير هم بيتا فانا خير هم نفساو خير هم بيتاً" (ترمذی)

(ترجمہ) میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو خلق کیا پھر ان میں سے مجھے خیر پر بنایا۔ پھر ان کے دو گروہ بنائے گئے۔ پھر مجھے صاحب خیر گروہ میں بنا دیا۔ پھر ان کے قبیلے بنائے گئے اور پھر مجھے ان میں سے صاحبِ خیر قبیلہ سے بنایا پھر ان کے خانوادے بنا دیے۔ مجھے سب سے اچھے خانوادہ میں بنایا اور میں ان میں نفساً بھی خیر پر ہوں اور میرا گھرانہ بھی سرتاسر خیر ہے۔

پھر اور سنئے ;

☆" ان اللہ اصطفٰے من ولد ابراھیم اسمٰعیل و من بنی اسمٰعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشا و اصطفیٰ مِن قریشٍ بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم" (حدیث)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کی اولاد سے برگزیدہ کیا اسماعیلؑ کو اور اسماعیلؑ کی اولاد سے برگزیدہ کیا کنانہ کو اور کنانہ کی اولاد سے برگزیدہ کیا قریش کو اور قریش سے برگزیدہ کیا بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم سے برگزیدہ کیا مجھ کو۔

مزید ملاحظہ ہو:

☆"اول من اشفع من امتی اھل بیتی ثم الاقرب فالا قرب من قریش و الانصار ثم من آمن لی و اتبعنی من اھل الیمن ثم سائر العرب ثم الا عاجم اول من اشفع بما اولو الفضل" (طبرانی روایت ابن عمرؓ)

(ترجمہ) میں اپنی اُمت میں سب سے پہلے شفاعت کروں گا اہلِ بیتؑ کی، پھر اقربا کی اور پھر ان سے زیادہ قرب والوں کی۔ قریش میں سے اور انصار کی اور پھر ان کی جنہوں نے مجھے قبول کیا اور میرا اتباع کیا اہل یمن میں سے پھر تمام عرب کی پھر سارے عجم کی اور ان میں سے تمام فضل وکمال والے میری شفاعت کے مستحق ہیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان نصوص کا بغور مطالعہ کیا جائے اور دوڑ کر آگے نہ نکل جایا جائے۔ ٹھہر کر دیکھا جائے کہ معاملہ کی اصل نوعیت کیا ہے تو بادنیٰ تامّل معلوم ہو جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بدرجہ آخر انتخاب ہیں آلِ ہاشم کا، اور آلِ ہاشم قریش کا۔ قریش کنانہ اور کنانہ اسمٰعیلؑ کا اور اسمٰعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کا۔ دوسری حدیث بھی اسی حقیقت واحد کی ایک اور تعبیر مفصل ہے اور تیسری حدیث بھی اہلِ بیتؑ کو مخص کرتی ہے۔ پھر غیر از اہلِ بیتؑ کو اور پھر ان سے بعد والوں کو یعنی عامہ بنی ہاشم کو پھر قریش کو پھر انصار کو پھر عام ایمان لانے

والے متبعین کو پھر اہل یمن کو پھر تمام اہل عرب کو اور پھر عام عجمیوں کو اور ان میں سے بھی جو اولوالفضل ہوگا اس کو ان سے اوّل شفاعت کا حصہ ملے گا۔

تمام مصادرِ کتاب وسنت کو بحیثیت مجموعی مطالعہ کرنے کے بعد آلِ محمدؐ بالکل منفرد گروہ دکھائی دیتے ہیں اور ان کی خصوصیت صاف طور سے لوحِ دل پر بیٹھ جاتی ہے۔ عام لوگوں نے علوی کا لفظ بنو فاطمہؑ اور بنو علوی دونوں کے لیے اکثر یکساں استعمال کیا ہے اور بسا اوقات یہ لفظ بنی فاطمہؑ ہی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور لکھا جاتا رہا ہے۔ اس میں امتیاز ضروری ہے۔

اسلام نے جس کفو کو جائز رکھا ہے اس کے اعتبار سے آلِ محمدؐ کی کفو کوئی بھی نہیں ہے اور نہ کوئی ان کی کفو کا دعویٰ کر سکتا ہے اور جو دعویٰ دار ہیں انہیں صاف طور پر غلط فہمی ہے یا پھر خلطِ مبحث کر کے اس گروہِ مخصوص میں شامل ہو جانا چاہتے ہیں اور اس تمنا میں گھلے جا رہے ہیں۔

ایک کو شوق اور ایک تمنائی ہے
ساری دنیا ترے کوچے میں چلی آئی ہے

صحتِ نسب کی قید بھی فقہا نے قائم رکھی ہے اور معلوم ہے کہ سادات کرام کے بالمقابل آج تک کوئی شخص اپنی صحت نسبی کا ادعا منصّہ اثبات تک حتماً نہیں پہنچا سکتا۔ خود ساداتِ کرام اپنوں کے لیے بھی بے حد متشدد واقع ہوئے ہیں۔ تا بہ دیگراں چہ رسد؟ صاحب فتویٰ نظامیہ نے قریش اور بنو ہاشم کو قبیلۂ واحد تسلیم کیا ہے، اور اس پر مصر ہیں لیکن ان کا اصرار درست نہیں ہے۔ اگر ان کی بات مان لی جائے تو "وسعتِ نظر" سے کام لے کر مخالفین کی اس معمول بہ رائے کو کیوں نہ تسلیم کیا جائے جو اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

☆" ایھا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم و احد کلکم لآدم و آدم من تراب ان اکرمکم عندالله اتقٰکم و لیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقویٰ الا

فلیبلغ الشاھد الغائب"(خطبات نبوی ص ۱۱۹)

(ترجمہ) اے انسانوں تم سب کا پروردگار ایک ہے اور تمہارے تمام اسلاف ایک ہی آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق ہوا کیے بیشک تم میں وہ اکرم ہے جو تقویٰ سے سرفراز ہے۔ عربی کی عجمی پر بحثیت انسان کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ ضروری ہے۔ جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ بات پہنچا دے۔

یہ خطاب ایک عالمگیر پیغامِ تقویٰ ہے جس میں ہر قسم کے فخر وغرور اور وطنیت کی مخالفت اور ردِ بلیغ حضورؐ نے فرمائی ہے۔ اس میں تمام اولادِ آدمؑ کو خطاب ہے۔ "یا ایھا الناس" (اے افرادِ نسلِ انسانی) کسی عرب کو بطورِ عرب اور کسی اہلِ عجم کو بطور اہلِ عجم ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب اولادِ آدم ہیں اور آدم مٹی سے تھے۔ لہٰذا بقول مخالفین کفویت کے اعتراض کی ضرورت ہی سے انکار کر دیجئے اور اگر کفویت کا انکار ناممکن ہے اور یہ کتاب وسنت سے ماخوذ ہے تو پھر آلِ ہاشم آلِ قریش سے ممتاز ہیں اور آلِ ہاشم سے آلِ محمدؐ بالکل ممتاز ومنفرد ہیں۔

یہاں ایک اور بات بھی جو فی الواقع تو صاف ہے مگر ازلی بدبختوں نے ناصاف بنا ڈالی ہے جس سے خواہ مخواہ الجھاؤ پڑتا ہے۔ اسے بھی صاف کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں آیا ہے:

☆" قل لا زواجك وَ بنا تك و نساء المؤمنين الخ" (سورہ احزاب)

(ترجمہ) یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ازواج مطہرات اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے۔

☆**"حرمت عليكم امهاتكم و بنا تكم الخ"**

ترجمہ:۔ تم تمام لوگوں پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں حرام ہیں۔

اور "نساء النبی" کا لفظ بھی قرآن نے اختیار کیا ہے۔ "نساء" کا لفظ "ازواج" اور "بنات" وغیرہ پر حاوی ہے اور اس کا اطلاق بہرحال "ازواج" اور "بنات" پر حاوی ہوگا۔

پیش کردہ پہلی آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم براہِ راست مخاطب ہیں اور آپؐ کی

"ازواج و بنات" اور "نساء المؤمنین" مخاطب کی گئی ہیں۔لفظ "بنت" کا اطلاق صلبی بیٹی ،بیٹی کی بیٹی اور اس کی اولاد پر تا قیامت ہوگا اور یہ سب حرام ہیں۔آیۂ پردہ میں "بنات" کا اطلاق حضرت سیّدہؑ اور آپ کی بیٹیوں اور ان کی بیٹیوں پر تا قیامت ہوگا۔

دوسری آیت سے واضح ہو جاتا ہے کہ مائیں اور بیٹیاں حرام کر دی گئی ہیں۔پس ماؤں اور بیٹیوں کی اولاد بھی حرام ہوگی اور یہی شرع اسلام کا مقصد و منشاء اس آیت سے ہے۔ نیز آیت کریمہ "کل مؤمن اخوۃ" سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسلمان باہم "اخوان فی الدین" تو ہیں لیکن "اخوان فی النسب" نہیں ہیں۔انبیاء صلحاء، سادات مشائخ اور علماء کرام "آباءُ فی الدین" ہیں۔ "آباء فی النسب" نہیں۔اسی طرح تمام صحیح النسب فاطمیات "امھات فی النسب" نہیں ہیں لیکن "امھات فی الدین" ہیں۔یعنی ازواجِ النبیؐ اُمّت کے لیے "امھات فی النسب" نہیں لیکن "امھات فی الدین" تمام اُمّت کے لیے ہیں اور صالح فکر کا تقاضا یہی ہے کہ تمام صحیح النسب" فاطمیات اُمّت" کے لیے "امھات فی الدین" ہیں اور ان کا احترام لازم۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ اے پیغمبر خدا کہہ دیجئے۔

☆" قل لا اسئلکم علیه اجرا الا المودۃ فی القربیٰ" (سورہ شوری ۴۲ آیت ۲۳)

یہاں قرآن مجید نے آل محمدؐ کو فی القربیٰ سے تعبیر فرمایا ہے۔آیۂ تطہیر میں صاف صریح وضاحت سے اختصاص آلِ محمدؐ ہے اور اہل بیتؑ کے الفاظ آئے ہیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

☆"خرج النبی صلے اللہ علیه وسلم غداوۃ علیه مراط مرجل عن شعر اسود فجاء الحسن بن علی (رضی اللہ عنهما) فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جاء ت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فاد خله ثم قال انما یرید اللہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیراً" (رواہ مسلم عن عائشہؓ)

(ترجمہ) حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مواجہ مبارک میں جبکہ چادر مبارک اوڑھے تھے حسنؑ ابن علیؑ آئے پھر حسینؑ ابن علیؑ آئے۔ پھر فاطمۃ الزہرا بتولؑ آئیں، علیؑ بذات خود موجود تھے اور زبان نبوّت نے کہا پروردگار! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں ان سے رجس کو دور فرمادے اور ایسا پاک کردے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

آیۂ مباہلہ کی نسبت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں:

☆ندع ابنائنا وابناء کم (الخ) دعا رسول الله صلی الله علیه واله وسلم علیا و فاطمه و حسنا و حسینا فقال اللهم هو لا اهل بیتی (رواه مسلم عن سعید بن ابی وقاص)

جب یہ آیت مبارکہ "ابنائنا وابنائکم" نازل ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی المرتضیٰؑ فاطمہ الزہراؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ کو اپنے ساتھ لے لیا اور پھر دعا فرمائی۔ پروردگار یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

☆"من ابغضنا اهل البیت فهو منافق" (کامل ابن عدی)

(ترجمہ) جو ہمارے اہلِ بیتؑ سے بغض رکھے وہ منافق ہے فرمایا۔

☆" والذی نفسی بیده لا یبغضنا اهل البیت رجل ادخله النار" (صحیح ابن حیان)

(ترجمہ) جو بھی ہمارے اہل بیتؑ پر غضبناک ہوا نہیں کہ وہ دوزخ کا ایندھن بنا نہیں۔

فرمایا:-

☆"من لم یعرف حق عترتی والانصار فهو لا حد ثلاث اما منافق او لزنیة د اما طهور یعنی حملت امه علی غیر طهور" (بیہقی)

(ترجمہ) جس نے میری عترتؑ اور انصار کا حق نہ پہچانا وہ تین حال سے خالی نہیں یا منافق ہے یا زنا کی پیدائش ہے یا ولد الحیض ہے۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)۔

پھر فرمایا:

☆"لكل شيئي اساس و اساس الا سلام حب اصحاب رسول الله صلے الله عليه واله وسلم و حب اهل البيت "(تاریخ امام بخاری)

(ترجمہ) ہر چیز کی اساس ہوتی ہے اسلام کی اساس صحابہ کرامؓ کی اور اہلِ بیتؑ کی محبت ہے۔

پھر فرمایا:

☆"نحن اهل البيت لا تحل لنا الصدقة "(رواه البخاری)

(ترجمہ) اہلِ بیت کرامؑ کے لیے صدقہ جائز نہیں ہے۔

☆"ان الصدقة لا ينبغى لآل محمدٌ انما هي اوساخ الناس" (رواه مسلم)

(ترجمہ) صدقہ آلِ محمدؐ کے لیے نہیں کہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔

فرمایا:

☆"ان هذه الصدقات انما هي اوساخ الناس فانها لا تحل لمحمدٍ وَلَا لِآلِ محمد "(رواه مسلم)

لفظ اہلِ بیتؑ اور لفظ آلِ محمدؐ ولفظ عترت کی توضیح وتوثیق قرآن وسنت کے نصوص سے ہوگئی۔ قریش سے بنو ہاشم کا امتیاز واضح کیا گیا۔ بنو ہاشم سے اہلِ بیتؑ یا آلِ محمدؐ کا امتیاز ان دلائل قاطعہ کے ذریعہ کر دیا گیا ہے۔ ٹیڑھی بنیاد پر عمارت کی دیواریں کبھی سیدھی استوار نہیں ہوسکتیں۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

مہدی موعودؑ کی نسبت جو احادیث آئی ہیں ان کو حضورؐ نے اپنی ذرّیت و عترت سے تعبیر کیا ہے۔ اہلِ بیت، آلِ محمدؐ، عترت و ذریت وغیرہ الفاظ تمام ساداتِ کرام صحیح النسب کو شامل ہیں۔

یہ تفصیلات اس لیے اختیار کی گئی ہیں کہ تحقیق و جستجو رکھنے والا شخص خود معاملہ کی نوعیت کو سمجھ جائے اسے سمجھانے کی ضرورت نہ پڑے خود بخود غور کر کے نتیجہ پر پہنچ جائے۔

اب ہم وہ نصوص پیش کرتے ہیں جو آلِ قریش اور آلِ ہاشم اور عترتِ نبوت کی تخصیص وتحدید کرتے ہیں اگر چہ گزشتہ بحث میں یہ معاملہ اپنی حد تک صاف ہو گیا ہے تاہم مزید شواہد کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر پہلو پوری آب و تاب کے ساتھ نمایاں ہو جائے۔

آلِ قریش کی تخصیص

قرآن کہتا ہے۔

☆"لِإِ يلفِ قريش ايلفهم رحلة الشتاء الخ"

اور سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں

☆"الا ئمة من القريش" (رواہ احمد و نسائی و ابن جریر و غیرهم)

(ترجمہ) خلفاء قریش سے ہوں گے۔

☆ "ان هذا لا مر فی قريش لا يعاد يهم احد كه الله علی وجه فی النار"

(احمد و مسلم و بخاری وغیرہ)

(ترجمہ) بے شک خلافت قریش میں ہے جو ان سے بیر رکھے گا اللہ منہ کے بل اسے اوندھا جہنم میں ڈال دے گا۔

☆ "الا ان الامراء من قريش" (احمد، حاکم، طبرانی)

(ترجمہ) سن لو امراء و حکام قریشی ہیں

☆"قريش ولا ة هذ الامر" (احمد)

(ترجمہ) اسلامی حکومت کے والی قریش ہیں

☆"قدموا قریشا ولا تقدموها "(شافعی و طبرانی)

(ترجمہ) قریش کو تقدیم دو اور قریش پر تقدیم نہ کرو۔

☆"یا یھا الناس لا تقدموا قریشا فتھلکوا" (بیہقی)

(ترجمہ) اے لوگو قریش پر سبقت نہ کرو ہلاک ہو جاؤ گے۔

☆"الناس تبع لقریش فی ھذالشان" (احمد و طبرانی و مسلم)

(ترجمہ) سب لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں۔

☆"قریش صلاح الناس ولا یصلح الناس الا بھم " (ابن عدی)

(ترجمہ) قریشی آدمیوں کی سنوار ہیں۔لوگ نہ سنوریں گے مگر قریش سے

☆"قریش خالصة الله تعالیٰ" (ابن عساکر)

(ترجمہ) قریش برگزیدہ خدا ہیں۔

☆"من یرد ھوان القریش اھانہ اللہ" (احمد ابن ابی شیبہ، ترمذی، عدی، طبرانی، حاکم، ابو نعیم)

(ترجمہ) جو قریش کی ذلت چاہے اللہ اسے ذلیل کرے۔

☆"قوة الرجل من قریش قوة رجلین "(احمد ابن ابی شیبہ، طیالسی، ابو یعلی)

(ترجمہ) ایک قریش مرد کی قوت دو مردوں کے برابر ہے۔

☆"لا تؤموا قریشًا وأْتمّوا بھا ولا تعلموا قریشًا و تعلموا منھا فان امانة الامین من قریش تعدل امانة امینین "

(ابن عساکر رواہُ امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم)

(ترجمہ) قریش کو اپنا پیرو نہ بناؤ اور ان کی پیروی کرو۔قریش پر دعویٰ استادی مت رکھو اور ان کی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔

☆ "اعطیت قریش مالم یعط الناس "(ابو نعیم)

(ترجمہ) قریش کو وہ عطا ہوا جو کسی کو نہ ہوا۔

☆"فضل الله قریشا بسبع خصال لم یعطها احد قبلهم و لا یعطها احد بعدهم
"(بخاری فی التاریخ ، طبرانی، حاکم، بیقھی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے قریش کو ایسی سات باتوں سے فضیلت دی جو ان سے پہلے کسی کو نہ ملیں۔ نہ ان کے بعد کسی کو عطا ہوئیں۔

انی منھم

(ترجمہ) ایک تو یہ کہ میں قریشی ہوں (یہ تمام فضائل سے ارفع و اعلیٰ ہے)

☆"و فیھم الخلافۃ و الحجابۃو السقایۃ "

(ترجمہ) اور ان ہی میں خلافت اور کعبہ معظمہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانا ہے۔

☆"و نصرھم علی الفیل"

(ترجمہ) اور انہیں اصحاب الفیل پر نصرت بخشی۔

☆" و عبد وا عشر سنین لا یعبد غیر ھم "

(ترجمہ) اور انہوں نے دس سال اللہ کی عبادت تنہا کی ان کے سوائے روئے زمین پر کسی خاندان کے لوگ اس وقت عبادت نہ کرتے تھے۔

☆" و انزل الله فیھم سورۃ من القرآن لم یذکر فیھا احد غیر ھم لا یلف قریش "

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے ان میں ایک سورۃ قرآن عظیم کی اتاری کہ اس میں صرف انہی کا ذکر فرمایا اور وہ سورۃ لایلف قریش ہے۔

☆"یا معشر الناس احبوا قریشا فان من احب قریشا فقد احبنی و من ابغض قریشا فقد ابغضنی"

(ترجمہ) اے گروہ نسلِ انسانی! قریش سے محبت رکھو۔ قریش کا دوست میرا دوست ہے اور

قریش کا دشمن میرا دشمن۔

☆"و ان اللہ تعالیٰ حبب قومی فلا اتعجل لھم نقمة ولا استکثر لھم نعمة"

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قوم کی محبت میرے دل میں ڈالی کہ ان پر کسی انتقام کی جلدی نہیں کرتا نہ ان کے لیے کسی نعمت کو بہت سمجھوں۔

☆" الا ان اللہ تعالیٰ عَلِمَ مافی قلبی من حبی بقومی فسرنی فیھم قال اللہ تعالیٰ وانہ لذکرلك ولقومك فجعل الذکر والشرف لقومی فی کتابہ "

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جیسی محبت میرے دل میں میری قوم کے لیے ہے تو اس نے مجھے ان کے بارے میں شاد کیا کہ ارشاد فرمایا۔ بے شک یہ قرآن ناموری ہے تیری اور تیری قوم کی تو اس نے اپنی کتاب کریم میں میری قوم کے لیے ذکر و شرف رکھا۔

☆" فالحمد اللہ الذی جعل الصدیق من قومی والشھید من قومی والائمة من قومی"

(ترجمہ) پروردگار عالم کا شکر ہے جس نے میری قوم میں سے صدیق کیا اور میری قوم سے شہید اور میری قوم سے امام۔

☆"ان اللہ تعالیٰ قلب العباد ظاھراً و باطنًا فکان خیر العرب قریشا ذی الشجرة المبارکة التی قال اللہ تعالیٰ عزوجل فی کتابہ و مثل کلمة طیبة کشجرة طیبة یعنی بھاقریشا اصلھا ثابت بقول اصلھا کرم و فرعھا فی السماء الشرف الذی شرف ھم اللہ بالاسلام الذی ھد بھم و جعلھم اللہ "

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے ظاہر و باطن پر نظر فرمائی تو سب عرب سے بہتر قریش نکلے اور وہ برکت والے درخت ہیں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کہ پاکیزہ بات کی کہاوت ایسی ہے جیسے ستھرا درخت یعنی قریش کہ اس کی جڑ پائیدار ہے۔ یعنی ان کی اصل کرم ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں یعنی وہ جو اللہ نے ان کو اسلام کا شرف بخشا اور انہیں اس کے اہل کیا۔ (رواہ طبرانیؒ)۔

فقیر کے نزدیک صدیق سے مراد امیر المومنین علی مرتضیٰ علیہ السّلام ہیں اور شہید سے مراد نمونہ ذبح عظیم امام حسینؑ ہیں اور امام سے مراد حضرت مہدیؑ موعود ہیں۔

☆"**كنانة عز العرب**" (دَیلیمی، ابن عساکر)

(ترجمہ) بنی کنانہ سارے عرب کی عزت ہیں۔

☆"**قريش سادة العرب**" (کتاب الامثال)

(ترجمہ) قریش سارے عرب کے سردار ہیں۔

☆"**يا ابا الدر داء اذا فاخرت ففاخر بقريش**" (ابن عساکر)

(ترجمہ) اے ابودرداء جب تو فخر کرے تو قریش سے فخر کر"۔

☆"عبد مناف عز قريش و قريش تبع لولد قصي و الناس تبع لقريش" (کتاب الامثال)

(ترجمہ) بنی عبد مناف سارے قریش کی عزت ہیں اور قریش آلِ قصیٰ کے تابع ہیں اور تمام آدمی قریش کے تابع ہیں۔

اسی آخری روایت سے صاف طور پر واضح ہوا کہ بنی عبد مناف سارے قریش کے سردار ہیں اور ان کی عزت و آبرو۔

اوپر کی روایات نے واضح کیا ہے کہ قریش کا گروہ برگزیدۂ عالم گروہ ہے۔ اسی قوم سے ختمی مرتبتؐ وجود میں آئے۔ نسلِ انسانی جس شخص پر فخر کر سکتی ہے وہ قریش سے ہے اور ان سے قرب و اتصال رکھتا ہے۔ پس قریش بلا مبالغہ تمام کائنات پر فخر و ترجیح اور عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ قریش کی فضیلت اس قدر روشن اور نمایاں ہے کہ اس سے تابناک چہرہ دنیا کی کسی قوم کا نہیں ہے۔ قومی شرف و عزت کے اعتبار سے وہ اقوامِ عالم سے منفرد اور حسب و نسب کی یکتائی و تابنا کی میں بے مثال ہیں۔ آخری روایت کے مطابق بنی عبد مناف تمام قریش کی عزت ہیں۔ تمام لوگ قریش کے زیرِ احسان اور قریش آلِ عبد مناف کے ممنون و منت پذیر۔

معلوم ہوا آلِ اسمٰعیلؑ میں آلِ مضر ممتاز، آلِ مضر میں بنی کنانہ ممتاز، بنی کنانہ میں

آلِ قریش، آلِ قریش میں بنوعبد مناف اور بنوعبد مناف میں آلِ ہاشم اور پھر آلِ محمدؐ کی سرخروئی بالکل آیاتِ ربّانی سے ہے۔ پس قریش بذاتِ خود ایک قوم ہے جو متعدد گروہوں کا مجموعہ اور اس کا ہر گروہ بذاتِ خود ایک قوم کے حکم میں ہے۔

آلِ ہاشم کی تخصیص

اب آلِ ہاشم کی تخصیصات کا مطالعہ کیجئے:

☆"خیر الناس العرب و خیر العرب قریش و خیر القریش بنو ھاشم" (دیلمی)

(ترجمہ) سب آدمیوں سے بہتر عرب ہیں اور سب عربوں سے بہتر قریش ہیں اور سب قریش سے بہتر بنی ہاشم۔

☆"ان اللہ اختار من آدم العرب و اختار من العرب مضرو من مضر قریشا و اختار من قریش بنی ھاشم و اختارنی من بنی ھاشم"

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے بنی آدم میں سے عرب کو چنا اور عرب سے مضر اور مضر سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے مجھ کو چنا (بیہقی ابن عساکر طبرانی)

☆" ان اللہ تعالیٰ خلق خلقہ فجعلھم فریقین فجعلنی فی خیر الفریقین ثم جعلھم قبائل فجعلنی فی خیر قبیلۃ ثم جعلھم بیوتا فجعلنی فی خیر ھم بیتا فانا خیر کم قبیلۃ و خیر کم بیتا" (رواہٗ احمد والترمذی)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر دو فریق میں تقسیم کیا پس مجھے بہتر فریق میں رکھا پھر ان کے قبیلے جدا کیے۔ مجھے سب سے بہتر قبیلے میں رکھا۔ پھر قبیلوں میں خاندان بنائے۔ مجھے سب سے بہتر خاندان میں رکھا۔ پھر خاندانوں سے گھرانے بنائے تو مجھے سب سے بہتر گھرانے میں رکھا۔ پس میں سب بہتر خاندان اور سب بہتر گھرانے میں سے ہوں۔

☆" ان اللہ اختار العرب فاختار منھم کنانۃ واختار قریشا من کنانۃ واختار بنی ھاشم من قریش واختار نی من بنی ھاشم فی لفظ ثم اختار بنی عبدالمطلب من بنی ھاشم ثم اختار نی من بنی عبدالمطلب" (بیھقی)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے عرب کو پسند فرمایا پھر عرب سے کنانہ اور کنانہ سے قریش اور قریش سے بنی ہاشم اور بنی ہاشم سے اولادِ عبدالمطلب اور اولادِ عبدالمطلب سے مجھ کو۔

☆"ان اللہ عزوجل اصطفٰے کنانۃ من ولد اسماعیل و اصطفٰے قریشا من کنانۃ واصطفٰے من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بنی ھاشم" (مسلم و ترمذی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے کنانہ کو چنا اور کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم سے مجھ کو چنا۔

☆" بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتٰی کنت فی القرن الذی کنت فیہ" (رواہ البخاری)

(ترجمہ) میں ہر قرن، صدی یا زمانہ وطبقہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات میں بھیجا گیا۔ یہاں تک کہ اس زمانہ یا طبقہ میں آیا جس میں پیدا ہوا۔

☆"اتانی جبریل فقال یا محمد ان اللہ بعثنی فطفت شرق الارض و غربھا وسھلھا و جبلھا فلم اَجد حیا خیرا من العرب ثم امرنی فطفت فی العرب فلم اجد حیا خیرا من مضر ثم امرنی فطفت فی مضر فلم اجد حیا خیرا من کنانۃ ثم امرنی فطفت فی کنانۃ فلم اجد حیا خیرا من قریش ثم امرنی فطفت فی قریش فلم اجد حیا خیرا من بنی ھاشم ثم امرنی فی انفسھم فَلَم اجد نفسا خیراً من نفسك " (دیلمی)

(ترجمہ) حضرت جبریلؑ نے حاضر ہو کر مجھ سے عرض کیا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا کہ زمین کے پورب، پچھم، نرم و کوہ، ہر حصے میں پھرا، پھر کوئی قبیلہ عرب سے بہتر نہ پایا۔ پھر اس نے مجھے

حکم کیا کہ میں نے تمام عرب کا دورہ کیا تو کوئی قبیلہ مضر سے بہتر نہ پایا پھر حکم فرمایا میں نے مضر میں تفتیش کی کوئی قبیلہ کنانہ سے بہتر نہ پایا پھر حکم دیا میں نے کنانہ میں گشت کیا کوئی قبیلہ قریش سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا میں قریش میں پھرا کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر نہ پایا۔ پھر حکم دیا کہ سب میں بہتر نفس تلاش کروں تو کوئی جان حضورؐ کی جان کے سوا بہتر نہ پائی۔

☆"قال لی جبرئیلُ قَلَّبْتُ مشارق الارض و مغاربهافلم اَجِدْ افضل من محمد صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیهِ وَآلِهِ وَسلّم و قلّبت مشارق الارض و مغاربها فلم اجد اَفْضَلَ مِنْ بنی هاشِمٍ "(ابن عساکر)

(ترجمہ) میں نے زمین کے پورب پچھم سب تلپٹ کئے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے افضل نہ پایا نہ کوئی قبیلہ بنی ہاشم سے بہتر۔

آں سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک نے جو تصریحات بابِ بنو ہاشم میں فرمائی ہیں ان سے صاف طور پر یہ بات آشکارا ہوگئی کہ بنو ہاشم آلِ قریش سے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آلِ ہاشم انتخاب لاجواب ہیں۔

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دگر ہرچہ موجود شد فرعِ تست

فاطمیات کا
غیر فاطمی سے عدم نکاح

☆"قال رسول اللّٰه انما انا بشر مثلکم اتزوج منکم و ازواجکم الا فاطمة فان تزويجها نزل من السماء و قال لولا ان اللّٰه عزوجل خلق فاطمة لعلی ما

کان لھا علی وجہ الارض کفو آدم فمن دونہ و نظر النبی الی اولاد علی و جعفر طیار فقال بناتنا لبنینا و بنونا لبناتنا " (کتاب من لایحضر الفقیہ)

(ترجمہ) سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا "میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں۔ تم میں سے نکاح کرتا ہوں۔ مگر فاطمہؑ کے نکاح کا حکم مجھے آسمان سے نازل ہوا ہے اگر خدا فاطمہؑ کو علیؑ کے واسطے پیدا نہ کرتا تو روئے زمین پر فاطمہؑ کے واسطے کوئی کفو نہ ہوتا۔ پھر آں حضرتؐ نے اولادِ علیؑ اور جعفر طیارؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ ہماری بیٹیاں ہمارے بیٹوں کے واسطے اور ہمارے بیٹے ہماری بیٹیوں کے واسطے ہیں"۔

اس حدیث سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔ اوّل یہ کہ کفو کا ہونا فقط عورتوں کے واسطے شرط ہے نہ کہ مردوں کے لیے اور عورتوں میں بھی خصوصاً فاطمیات (سیدانیوں) کے لیے کیونکہ ارشادِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔

☆ " لولا ان اللہ عزوجل خلق فاطمۃ لعلی ما کان لھا علی وجہ الارض کفو آدم فمن دونہ "

(ترجمہ) یعنی اگر تحقیق نہ پیدا کرتا خدا فاطمہؑ کو واسطے علیؑ کے تو فاطمہؑ کے لیے روئے زمین پر آدم اور غیرِ آدم میں کوئی کفو نہ ہوتا۔

یہاں یہ نہیں فرمایا ہے کہ زمین پر علیؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا پس اس سے ثابت ہوا کہ کفو صرف عورتوں میں شرط ہے۔ خصوصاً جناب فاطمہؑ اور فاطمیات کے لیے۔ چنانچہ فروعِ کافی میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے مروی ہے کہ "نکاح کرو تم عورتوں کا ان کے کفو میں"۔

اس حدیث سے دوسری بات یہ ظاہر ہوئی کہ حضرت علیؑ کی بیٹیوں کا نکاح پسرانِ حضرت جعفر طیارؓ کے ساتھ ہوا اور دخترانِ حضرت جعفر طیار کا پسرانِ علیؑ کے ساتھ۔ جیسا کہ ارشاد ہے "بناتنا لبنینا وبنونا لبناتنا" (مگر حضرت علیؑ اور حضرت جعفر طیارؓ کا نکاح

دخترانِ غیر سیّد کے ساتھ بھی ہوا۔ اسی لیے سادات صحیح النسب اپنے نکاح اپنی قوم اور غیر قوم میں بھی کر لیتے ہیں۔ مگر اپنی دختروں کا نکاح غیر قوم میں کبھی بھی نہیں کرتے)۔

تہذیب الاحکام اور فروع کافی میں امام جعفر صادق علیہ السّلام سے وارد ہے کہ عجم، عرب کے کفو ہیں اور عرب، قریش کے کفو ہیں اور قریش بنی ہاشم کے کفو ہیں اور اپنے تئیں امامؑ نے مستثنیٰ فرمایا یعنی بنی فاطمہؑ بنی فاطمہؑ ہی کے کفو ہیں۔ فرمان امامؑ کے مطابق ثابت ہوا کہ بنو فاطمہؑ ہی بنو فاطمہؑ کے کفو ہیں اور بنو فاطمہؑ کی بیٹیاں بنو فاطمہؑ ہی کے نکاح میں جاسکتی ہیں۔

☆☆☆☆☆

استحکام کفو اور تعامل

آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام

سرکار نبوّت مدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام الیٰ یوم القرار نے جو کام کیا ہو یا کرنے کی اجازت فرمائی ہو اسے سنت کہتے ہیں اور علمائے کرام نے اس سنت کو حکمت سے بھی تعبیر کیا ہے جس کے لیے ایک اور جامع تر اصطلاح اسوۂ حسنہ بھی ہے۔ ہماری دانست میں کفویّت اور نسبیّت مِن جملہ ان اعمال و افعال کے ہے جنہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے روا اور جائز رکھا ہے اور ہمیشہ کے لیے جائز قرار دیا ہے۔ جب تک نسلِ انسانی کا وجود سطحِ ارض پر قائم و دائم رہے گا اس وقت تک معاملاتِ حسب ونسب اور قبیلہ و کفو زندہ جاوید حیثیت سے برقرار اور جاری رہیں گے۔ انہیں عملی حیثیت حاصل رہے گی۔ حسب ونسب کا مٹانا قدرت کاملہ کا منہ چڑانا ہے اور قبیلہ و کفو کی تمیز اٹھا دینا فطرتِ صالحہ سے برسرِ پیکار ہونا ہے۔ تمام یورپ اعلیٰ نسل ہونے اور دنیا بھر میں حکمرانی کا مدعی ہے۔ اہلِ مشرق بحیثیت مجموعی اپنے شرف و مجد کو کھو کر کسی قدر تغیر پسند نقال اور روبہ تبدل واقع ہوئے ہیں لیکن مغرب نقال نہیں ہے بلکہ انقلاب پسند، مجتہد اور متمکن سرشت واقع ہوا ہے۔ اس سے انکار کرنا حقائق سے روگردانی ہوگا۔

حسب ونسب اور خاندان و کفو کا معاملہ ادنیٰ شکل یا اعلیٰ حیثیت سے دنیا بھر میں رائج ہے اور ہر ایک قوم میں پایا جاتا ہے۔ اہلِ عرب اس میں مجموعاً منفرد نہیں ہیں لیکن اصول و مبادیات کے اعتبار سے اہلِ عرب اور پھر آلِ قریش اور پر آلِ ہاشمؑ اور پھر آلِ محمد علیہم الصلوٰۃ والسّلام بالکل منفرد ہیں اور عین قدرتی تقاضوں اور فطرتی مطالبوں کے تحت وہ اس پر عمل پیرا ہیں۔

آلِ قریش میں آلِ ابراہیمؑ کا یہ شیوہ سرایت کیے ہوئے تھا اور یہ بہت بڑی دلیل ہے۔ از روئے تواتر و تعامل آلِ قریش کے آلِ ابراہیمؑ ہونے کی اور آلِ ابراہیمؑ کا یہ شیوہ تمام سیمٹک نسل کا مخصوص شعار ہے۔ جب ہم عرب العاربہ، عرب البادیہ اور عرب المستعربہ کے قبائل کی جانچ پڑتال تاریخ عرب اور انسابِ عرب میں کرتے ہیں تو عرب المستعربہ جو اکثر آل اسمٰعیلؑ ہیں اور ان کی مابعد شکل وصورت آل قریش ہیں، نسبی اور خاندانی تفتیش ان میں اجاگر نظر آتی ہے اور ان کی تاریخ اس موضوع کے اعتبار سے کسی ترمیم و تصحیح کی محتاج نہیں۔ ایک قبیلہ کی جرح و تعدیل دوسرے قبیلہ کو محاسن و محامد کی ترغیب دیتی تھی اور تنقید و تنقیح کی گرم بازاری نے تطہیر نسب کی آبیاری کر رکھی تھی۔ ان کا مکابرہ و مفاخرہ اس پہلو سے خوش آئند تھا تا آنکہ آلِ ہاشمؑ کی بنیاد پڑی اور پھر اس سے آلِ محمدؐ کا آفتاب جہاں تاب طلوع ہوا۔ تمام مدعیانِ نسب و خاندان اس مقام پر پہنچ کر لڑکھڑا گئے کہ اب اس سے آگے بڑھنے کی گنجائش نہ تھی۔ تمام عرب کی مجموعی خوبیاں آلِ ہاشمؑ میں موجود تھیں۔ عرب العاربہ، عرب البادیہ اور یہود و نصاریٰ اور مجوس صوائب کے میل جول اور آمیزش و ادغام معاشی سے جو مراسم جڑیں پکڑ گئے تھے ان سب کا سرکار نبوت مدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قلع قمع کر دیا اور خوبیاں بحال رکھیں۔ برائیاں الگ چھانٹ ڈالیں حتیٰ کہ بدر و حنین کے معرکوں میں قریش کی تمام سمٹی ہوئی قوتوں کے سامنے نسب و کفو کی اہمیت کو از سر نو اجاگر کیا۔

اللهم صل على محمد و على آل محمد و بارك وسلم

سرکار ختمی مرتبت صَلی اللہ عَلَیہِ وآلِہٖ وَسَلّم کی بعثت مبارکہ سے روٴسائے قریش کے انکار کا سبب قریشیت کے بلند بانگ دعوے اور ''انا ولا غیری'' کے بے جان نعرے کے سوا کچھ نہ تھا۔ دراصل انہیں گوارا نہ تھا کہ آل ہاشمؑ کسی ایسے منصب پر فائز ہوں جس میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر نہ ہو۔ صنادیدِ قریش کو کفرانِ نعمت کی اسی حالت میں یوم الفرقان جب خواجۂ کونینؐ کے مدنی جان نثاروں کی دعوت و مبارزت کا سامنا کرنا پڑا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے۔ انہوں نے

اپنی عالی نسبی کا بھرم رکھنے اور شجاعت و جوانمردی کی دادخواہی کے لیے، انصار مدینہ کی مبارزت کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ "یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں"۔

ارباب مغازی کے مطابق، سالار لشکر عتبہ بن ربیعہ جو ابتداً اس معرکہ آرائی سے گریز پا تھا، ابی الحکم عمرو بن ہشام یعنی ابوجہل، ابی سفیان بن صخرہ اور معاویہ بن ابی سفیان وغیرہ جیسے داعیانِ کفر کے طعن و تشنیع سے طیش کھا کر بالآخر جب اس معرکۂ حق و باطل میں مبارزت طلبی کے لیے نکلا تو اس نے حضرت عوف، حضرت معاذ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضوان اللہ علیہم جیسے جاں نثارانِ اسلام کو میدان کارزار میں مدمقابل پایا اور ان کے نام و نسب پوچھنے کے بعد آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف خطاب کر کے پکارا:

"اے محمدؐ! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں"

چنانچہ واقفِ سرِ نہاں خواجۂ دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انصار کو واپس بلا لیا اور بہترین آلِ ہاشمؑ کو آگے بڑھنے کا اشارہ فرمایا، جنہوں نے آگے بڑھ کر صنادید عنید کی رعونت کو خاک میں ملا کر نہ صرف فتوحاتِ اسلامی کی تاریخ میں پہلا سنگِ میل نصب کرنے کی سعادت پائی بلکہ اپنی اصالت و عظمت نسب کی عملی تفسیر پیش کرتے ہوئے صنادید بے دید کی عندیت کو بھی طشت از بام کر دیا۔

علامہ شبلی نعمانی سیرت النبیؐ میں لکھتے ہیں:

"آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انصار ہٹ آئے تو حضرت امیر حمزہؓ، حضرت علی المرتضیٰؑ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ ان سب نے نام و نسب بتائے تو عتبہ نے کہا، "ہاں! اب ہمارا جوڑ ہے"۔

عتبہ، حضرت امیر حمزہؓ اور ولید حضرت علیؑ سے مقابل ہوا اور دونوں مارے گئے لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کیا، تو حضرت علیؑ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم

رہا؟ آپ نے فرمایا: نہیں تم نے شہادت پائی۔ حضرت عبیدہؓ نے کہا'' آج ابو طالبؑ زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں''

وَ نُسَلِّمُهُ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ　　وَ نَذْهَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَآئِلِ"

(سیرت النبیؐ از علامہ شبلی نعمانی)

آپؑ، مشرکین مکہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"كَذَبْتُمْ وَ بَيْتِ اللّٰهِ نُبْزِىْ مُحَمَّداً　　وَلَمْ نُطَاعِنْ دُوْنَهٗ وَ نُنَاضِلِ"

ان دونوں شعروں کا ترجمہ یہ ہے:

''خانۂ خدا کی قسم! تم نے جھوٹ بولا ہے کہ ہم محمدؐ کو چھوڑ دیں گے جب تک ان کا دفاع کرتے ہوئے نیزوں اور تیروں سے تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے''

''اور ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے، اس سے پیشتر کہ ہمارے لاشے ان کے گرد خاک آلود پڑے ہوں اور ہم اپنے بچوں اور بیویوں کو بھی فراموش کر چکے ہوں''۔

(ضیاء النبیؐ، ج دوم، ص ۲۷۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۱۴۱۵ھ)

علامہ شبلی مرحوم نے معرکہ بدر کے اس واقعہ کو ایک نظم میں حسب ذیل منظر نامہ کی صورت میں بھی پیش کیا ہے:

بدر میں معرکہ آرا ہوا کفار کا لشکر　　عتبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر
سب سے پہلے وہی میداں میں بڑھا تیغ بکف　　ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو میں پسر
اس طرح اس نے مبارز طلبی کی پہلے!　　مرد میداں تم میں کوئی ہو، تو نکلے باہر
سن کے لشکر اسلام سے نکلے پیہم　　تین جانباز کہ ایک ایک تھا اس کا ہمسر
بولے ہم وہ ہیں کہ انصار ہمارا انصار　　ہم میں شیدائی اسلام ہے ہر فرد بشر
جان نثاران رسولؐ عربی ہیں ہم لوگ　　اک اشارہ ہو تو کاٹ کے رکھ دیتے ہیں سر
بولا عتبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو　　مگر افسوس کہ مغرور ہے اولاد مضر
تم سے لڑنا ہمارے لیے ہے مایۂ عار　　کہ نہیں تیغ قریشی کے سزوار یہ سر

کہہ کہ یہ اس نے کیا سرورِ عالمؐ سے خطاب　　اے محمدؐ! یہ نہیں شیوۂ اربابِ ہنر
جنگ ناجنس سے معذور ہیں ہم آلِ قریش　　بھیج ان کو جو ہوں رتبہ میں ہمارے ہمسر
آپؐ کے حکم سے انصار پھر آئے صف میں　　حمزہؓ و حیدرِؑ کرّار نے لی تیغ و سپر
ان سے عتبہ نے جو پوچھا نسب و نام و نشاں　　بولے یہ لوگ کہ "ہاشم کے ہیں ہم لختِ جگر
بولا عتبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہم کو گریز　　آؤ، اب تیغِ قریشی کے دکھائیں جوہر
یا یہ حالت تھی، کہ تلوار ابھی تھی طالبِ کفو　　یا مساوات کا اسلام کی پھیلا وہ اثر"

علامۂ موصوف اپنے عہد کے بڑے مصنف، نقادِ تاریخ، مؤرخ اور ثقہ محقق و بلند پایہ سیرت نگار تھے۔ وہ کسی روایت کو بغیر درایت کی راہنمائی کے بہت ہی کم قبول کرتے تھے۔ ان کی تصانیف اس نفس الامری کی آئینہ دار ہیں۔ وہ زیرِ نظر منظر نامہ میں حسبِ عادت نتیجہ مستنبط کرنے کے لیے آخر میں مطلب بیان کر گئے ہیں۔

انہوں نے اسی نظم میں آگے چل کر حضرت بلالؓ کی شادی کی خواہش کے واقعے اور حضرت بلالؓ کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس قول کو بھی نظم کیا ہے کہ "بلال ہمارے آقا ہیں"۔ نظم کا موضوع ہے "مساواتِ اسلامی" علامہ موصوف نے اس میں کفو پر تعریض کی ہے اور مساوات اسلام پر استدلال کیا ہے لیکن اس نظم کے مآخذ روایت اور تمام واقعات و سوانح قبائل عرب قبل اسلام و بعد اسلام پر غور کیا جائے تو اکابر قریش کے مقابلے کے لیے، عتبہ کے توجہ دلانے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عتبہ کے مقابلے میں انصار کو واپس بلا لینا اور حضرت حمزہؓ و حضرت علیؑ کو عتبہ اور اس کے بھائی کے مقابلہ میں بھیجنا اثباتِ کفو کے لیے ایک زبردست موثق اور قوی تر واقعہ اور شہادت ہے۔ اگر آپ ضروری خیال فرماتے تو عین جنگ کے موقع پر مصلحتاً اور کامیاب جنگ لڑنے کی غرض سے کہہ دیتے کہ انصار ہی مقابلہ کریں گے۔ ہم کفو سے انکار کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں سب برابر ہیں اور مساوات ہی مساوات ہے لیکن آپ نے کفو کا انکار نہیں کیا اور اکابر قریش کے مقابل لامثال کفو و نسب کے آدمی آگے بڑھائے۔ بلاشبہ یہ آگے

بڑھنے والے بلحاظ کفو اور بلحاظ دیگر صفات حسنہ عتبہ وغیرہ سے ہزار ہا گنا اعلیٰ وافضل تھے جبکہ بذات خود عتبہ وغیرہ کے کفو پر اعتراض کر کے ان کے سوال کو مردود کیا جا سکتا تھا لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا کہ اصولاً ایک امر لازمی و جان تمدن ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے تعامل سے کفو کا برقرار رکھنا اس کے احیاء وتجدید سے ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے بعض رسوم ورواج اور شعائر ومناسک کو بعض ضروری اصلاحات کے بعد قائم رکھا مثلاً یہ کہ صلوٰۃ، صوم، زکوۃ، حج، جہاد، علم، طواف، طلاق اور نکاح وغیرہ امور تو کفو کو بھی اصلاح شدہ شکل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جاری رکھا جیسا کہ تعامل، تسلسل، تواتر اور توارث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس صورت میں مغربی استیلاء اور آزادخیالی کے رعب میں آ کر کفو سے کیوں اجتناب کیا جائے حضرت علامہ شبلی کی یہ نظم موثق ترین روایت کی حامل ہے اور شواہد تاریخ سے ہے مگر علامہ موصوف نے حسب عادت اس واقعہ سے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ بالکل بے جا اور نری اٹکل ہے۔ یہ واقعہ تو استحکام کفو کے لیے بجائے خود ایک ایسا دعویٰ ہے اور ظاہر و باہر ہے کہ خود ہی سراسر شہادت ہے اور کفویّت کی ترویج کا ثبوت ہے نہ کہ اس کی تکذیب وتردید کا۔

حقیقت یہ ہے کہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے بعد اول آدمی مولانا ابوالکلام آزاد ہیں جو مساوات اور جمہوریت کے پرجوش حامی اور مویّد ہیں۔ یورپ کی مساوات اور مغربی طرز فکر کی جمہوریّت نے ان حضرات پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ ترکی، ایران اور مصر میں بھی ایسے لوگ اٹھے جو ان کے ہمنوا اور مؤید تھے۔ اسلامی آثار وروایات کو ان لوگوں نے مساوات وجمہوریت کی ترویج کا ذریعہ بنایا۔ ترکی کے پرنس سعید حلیم پاشا مرحوم اور پھر اس عہد کے مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ ان سے قدرے مختلف ہیں۔

بہرحال مولانا شبلیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے مساوات اور جمہوریت کے لیے سرتوڑ کوشش کی ہے۔ خود ہمیں بھی کئی برس تک ان کے افکار وآراء کا مرید رہنا پڑا ہے۔ ہم

مساوات اور جمہوریت کے زبردست حامی رہے ہیں اور اب بھی ہیں لیکن یورپ کی مساوات ، اور یورپ کی جمہوریت قطعاً نا قابل اعتناء اور بالصراحت کفر وطغیان ہے۔ اسلام کے ساتھ اس کی پیوند کاری عصیان کے مترادف ہے۔ اسلام تو شوریٰ کا موید ہے مگر یہ شوریٰ مغربی طرز کی ہرگز نہیں بلکہ کتاب وسنت کے شواہد اور مشکوٰۃِ نبوتؐ سے مستنیر ہے۔ یہاں اس کی بحث کا موقع نہیں۔ جمہوریت کے بالمقابل اسلام ''خلافت'' کا علمبردار ہے۔ خلافت سے بہتر اور جامع تر عملی اصطلاح نسل انسانی، ہزاروں برس کی دماغی کاوشوں کے بعد بھی پیش نہیں کر سکتی۔ ملوکیّت ایک شخص کی خدائی کا اعلان کرتی ہے جبکہ جدید طرز کی جمہوریت اور مساوات ہزاروں خداؤں کی مجوّز ہے۔ یہ آزادی نہیں خالص اپاہج و بربادی ہے۔

متاعِ معنیٔ بیگانہ از دوں فطرتاں جوئی ز موران شوخیٔ طبعِ سلیمانی نمی آید
گریز از طرزِ جمہوری غلامِ پختہ کاری شو کہ از مغزِ دو صد خر فکرِ انسانی نمی آید

(حضرت اقبالؒ)

آمدم برسرِ مطلب۔

تعاملِ نبویؐ کی رو سے شرفِ نسب کا اظہار تحدیث نعمت کے طور پر نہ صرف جائز ہے بلکہ لازم بھی ہے۔ خود سرکارِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے نسب شریف کی اصالت وعظمت کی سپر سے حالتِ جنگ میں بے پناہ کام لیا ہے:

اہلِ اسلام یومِ حنین کو کبھی نہیں بھول سکتے جہاں بارہ ہزار مسلمانوں کے پاؤں جن پر انہیں بڑا ناز تھا، دہلۂ اول ہی میں اکھڑ گئے اور وہ سراسیمگی وابتری لشکر اسلام میں نمایاں ہوئی جس پر خود کلامِ الٰہی کی شہادت ہے:

☆ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِىْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ

مُّدۡبِرِیۡنَ ٥ ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰہُ سَکِیۡنَتَہٗ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ وَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ اَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡہَا وَ عَذَّبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ وَ ذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ ٥ (۹:۲۵،۲۶ القرآن)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہاری مدد فرمائی ہے۔ اور حنینؑ کے دن بھی جبکہ تمہاری کثرت نے تمہیں غرور میں مبتلا کر دیا تو وہ کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین، اپنی وسعتوں کے باوجود، تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ بالآخر اللہ نے اپنے رسولؐ اور مومنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور ایسی فوجیں اتاریں جنہیں تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی۔ اور یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

علامہ شبلی نعمانی نے لشکر اسلام کی ہزیمت کے مختلف اسباب و علل کا جائزہ لیتے ہوئے صحیح بخاری کے الفاظ "فَاَدۡبَرُوا عَنۡہُ حَتّٰی بَقِیَ وَحۡدَہٗ" (سب لوگ ٹل گئے اور آنحضرتؐ اکیلے رہ گئے) نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

''فتح کے بجائے دہلہ اوّل میں مطلع صاف تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظر اٹھا کر دیکھا تو رفقائے خاص میں بھی کوئی پہلو میں نہ تھا تیروں کا مینہ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہوگئیں تھیں لیکن ایک پیکرِ مقدّس پا بر جا تھا، جو تنہا ایک فوج، ایک ملک، ایک اقلیم، ایک عالم، بلکہ مجموعۂ کائنات تھا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔ آنحضرتؐ نے اپنی داہنی طرف دیکھا اور پکارا: ''یا معشر الانصار'' آواز کے ساتھ صدا آئی ''ہم حاضر ہیں''۔ پھر آپؐ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا۔ اب بھی وہی آواز آئی۔ آپ سواری سے اتر پڑے اور جلال نبوتؐ کے لہجہ میں فرمایا ''میں خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں''

بخاری کی دوسری روات میں ہے:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبۡ اَنَا ابۡنُ عَبۡدِالۡمُطَّلِبۡ

یعنی میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''

(سیرۃ النبی، جلد اول، ص ۳۱۰، دارالاشاعت لاہور، ۱۹۸۵ء)

بس یہی صدائے رعد آسائے کفر وسوز وایمان نواز، نصرتِ الٰہی کا پیش خیمہ بنی جو ایک طرف لشکرِ کفار پر صاعقۂ شرر بار کی طرح گری تو دوسری طرف اس نے لشکرِ اسلام کے انتشار وانہزام کو جمعیت وقوت میں بدل دیا اور نسیمِ فتح علمِ اسلام کو لہرانے لگی۔

اب بھی اگر کسی علامۃ الدہر کو، شرفِ نسب واتصال کفو، کے مسلّمات سے انکار ہو تو اس کے حق میں سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ حضرت ۔

اپنی محرومی کے احساس سے شرمندہ ہیں
خود نہیں رکھتے تو اوروں کے بجھاتے ہیں چراغ

(فراز)

دریں حالیکہ ۔

نورِ حق ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

جہاں تک دہلہ اوّل میں مطلع صاف ہونے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پہلو میں رفقائے خاص کی عدم موجودگی کی بات ہے، مسلّم الثبوت دکھائی نہیں دیتی۔ اس ضمن میں ابو یعلیٰؒ اور طبرانیؒ نے ثقہ رجال کے ذریعہ حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حنین کے روز ایک مٹھی بھر سفید کنکریوں کی پھینکی اور فرمایا ''ربّ کعبہ کی قسم کافر شکست خوردہ ہو گئے''۔ حضرت علی المرتضیٰؑ آپؐ کے سامنے اپنی جوانمردی کے جوہر دکھاتے تھے''۔

(تفسیر بغوی، جلد ۳، ص ۶۰، التجاریہ بحوالہ تفسیر مظہری، لد ۴، ص ۱۹۴، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۲ء)

اور ہاں ان کنکریوں کے حوالے سے اس مشت خاک کو بھی تو پیشِ نظر رہنا چاہیے جو براویت ابن عباسؓ معرکۂ بدر میں صاحب لولاکؐ نے مولائے کائنات سے طلب فرمائی، اور جو

دستِ بوترابؑ سے مس ہوکر آنحضورؐ کے دستِ قدرت سے آگے بڑھی تو بفحوائے آیہ:
"وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى" کارکردگار سے شہرت پذیر ہوئی
حضرت اقبالؒ نے شاید اسی مناسبت سے "درشرح اسرار اسمائے علی مرتضیٰؑ" یہ کہا کہ ؎

مرسلِؐ حق کرد نامش بوترابؑ
حق "ید اللہ" خواند در "ام الکتاب"

(اسرار ورموز)

☆☆☆☆☆

تواتر وتعامل خاندان ولایت مآبؑ

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی نسبت کہا گیا ہے کہ ابی قحافہ (ف ۱۴ھ) اور الخطاب کے فرزندوں ابی بکر الصدیقؓ (ف ۱۳ھ) اور عمر الفاروقؓ (ف ۲۵ھ) نے اپنے لیے اس خواہش کا اظہار کیا کہ سیّدۂ کائنات فاطمہ سلام اللہ علیہا کا رشتہ انہیں دیا جائے لیکن سرورِ کائناتؐ نے انکار فرمایا۔ ہمارے نزدیک یہ روایت محض اختراع ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جس ادب واحترام کا ماخذ ومرکز سرورِ کائنات کو جانتے تھے وہ ہرگز اس قسم کی خواہش نہ کر سکتے تھے اور بعد والوں نے یہ قصہ ایجاد کرلیا تاکہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں جو مقام حضرت علیؑ کا ہے محض اپنی ذہانت اور اختراع سے اس میں دوسروں کو بھی رفیع وسرفراز کیا جائے۔ بہ ہر حال سرورِ کائناتؐ نے اس درخواست کو شرف قبولیت نہ بخشا۔ اس لئے حکمتِ نبوتؐ سیّدۂ کائنات سلام اللہ علیہا کو کسی رفیع المنزلت شخص جسے علی ابن ابی طالبؓ کہتے ہیں کی زوجیت میں دینے کا فیصلہ بتائیدِ روح القدس کر چکی تھی۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰؑ نے درخواست کی تو جناب سرورِ کائناتؐ نے حضرت سیّدۂ کائناتؑ کو اس درخواست سے آگاہ کیا تو ساری کائنات کی حیا ومعصومیت سکوت میں آ گئی اور خاموشی کے موتیوں کی جگمگاہٹ نے آمادگی کا نور نچھاور کر دیا۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تقریبِ نکاح کے موقعہ سعید پر جو خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ میں حسب ونسب کی صراحت موجود ہے جو احیاءِ کفو کی جان ہے اور اس خطبہ میں زوجینِ طاہرینؑ سے ہونے والی اولاد کی پیش گوئی موجود ہے۔ ازبس کہ زوجین طاہرین ہم کفو تھے اس لئے ان کی مناکحت عمل میں آئی سیّدۂ کائنات کے لئے اللہ تعالیٰ نے مولائے کائنات سا دولھا پیدا کیا جس سے بہتر سوائے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور کوئی جامع صفات

شخص نسلِ انسانی میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی دکھائی نہیں دیتا پس حضرت سرورِ کائناتؐ نے عملاً اپنے خاندان اور گھر سے عملِ کفو کا احیاً فرمایا۔

اب مولائے کائناتؑ کے طرزِ عمل پر اس باب میں نظر ڈالتے ہیں۔ آپ نے اصولِ کفو کا اہتمام کیا اور خاندانیت اور برگزیت کا پاس کیا۔ تاجدارِ ایران یزدجرد کی تین لڑکیاں شہر بانو، مہر بانو اور ماہ بانو مولائے کائناتؑ کے عہد خلافت ۳۵ھ میں مدینہ منورہ پہنچیں تو آپ نے ان کی رضاء اور اپنی صوابدید سے حضرت شہر بانو حضرت امام حسینؑ کو بیاہ دیں۔ حضرت مہر بانو محمد ابن ابوبکر کے عقد میں آئیں اور حضرت ماہ بانو کو عبداللہ بن عمر کی زوجیت میں سونپا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی پیش نہاد رہنی چاہیے جو حضرت ام کلثومؑ بنت فاطمہؑ کی مناکحت سے متعلق ہے۔ جب سرورِ کائناتؐ نے حضرت عمرؓ کی درخواست پر سیّدۂ کائناتؑ فاطمہؑ کو حضرت عمرؓ کی تزویج میں نہیں دیا تو مولائے کائنات علیؑ جو سرورِ کائناتؐ کے تربیت یافتہ، محرم رازِ نبوت و رسالت اور واقفِ اسرار و خفایا روح القدس ہیں، وہ اپنی اور سیّدۂ کائنات کی صاحبزادی، حضرت عمر کی تزویج میں کیونکر دے سکتے تھے؟ جب کہ کہا جاتا ہے کہ ۱۷ھ / ۶۴۰ء میں حضرت ام کلثوم بنت فاطمہؑ سے بیاہ ہوا۔ حضرت عمر ۱۷ھ / ۶۴۰ء میں کم و بیش ۵۷ برس یعنی تین کم ساٹھ برس کے تھے اور حضرت ام کلثومؓ ۱۷ھ / ۶۴۰ء میں کم و بیش ۵ برس کی تھیں۔ خدارا یہ روایت عقل و درایت کی حدود میں سما سکتی ہے؟

یہ روایت بالکل بے جوڑ، من گھڑت، اٹکل اور موضوع ہے۔ علاّمہ شبلی (ف ۱۹۱۴ء) نے بھی سیرت الفاروق میں اس مناکحت کو تسلیم کیا ہے اور وجہ ظاہر کی ہے کہ حضرت عمرؓ خاندان نبوّت سے اس قسم کے تعلقات سعادت مندی جانتے تھے۔ علاّمہ مرحوم نے اسے مستند مورخین کی روایت قرار دے کر تسلیم کیا ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ علاّمہ مرحوم نے بعض صحیح روایات کو ردّ کیا ہے کہ وہ ان کے معتقدات کے خلاف تھیں۔ یہاں معاملہ آلِ محمدؐ کی عزت و آبرو کا تھا۔ کیا صرف اُم کلثوم بنتِ فاطمہؑ، بنتِ محمدؐ کی زوجیت ہی حضرت عمرؓ کے لئے ایک واحد سعادتمندی رہ گئی تھی؟ اس خاندان سے تعلقات کی استواری کے لئے اور کئی پہلو تھے اور وہ پہلو بھی

کتاب وسنت سے مستنیر، واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ہرگز ایسی جسارت نازیبا کا ارتکاب نہیں کیا، بلکہ یہ بعد کی منسوبات ہیں جو اعداءِ آلِ محمدؐ نے گھڑی ہیں۔اس لئے علاّمہ بھی معذور تھے اور اکثریت کی پاسداری بھی ضروری تھی (اس معاملہ کی اصل نوعیت کیا ہے اس کی مستند و مشرح حقیقت ہماری تصنیف "تحقیق نکاحِ ام کلثومؓ" میں ملاحظہ ہو)۔

ایک روز رسالت مآبؐ کی نظر اولادِ جعفر طیارؓ اور اولادِ علی ابن ابی طالبؓ پر پڑی ارشاد فرمایا۔

☆"بنا تنا لبنینا و بنونا لبنا تنا" (زینت کربلا ص ٦٦)

(ترجمہ) ہمارے لڑکے لڑکیاں آپس میں ہی کھپیں گی۔

اس حدیث کے مطابق سادات کے خاندانوں میں اب تک لڑکے لڑکیاں غیر سادات کو نہیں بیاہی جاتیں۔

اندازاً یہ واقعہ سرکار نبوّت مآب علیہ السّلام کی رحلت سے متصل ہی ہوگا۔سادات کا طرزِ عمل اسی مقام و مرکز سے وابستہ رہا ہے اور آج بھی سادات اس پر عمل پیرا ہیں اور آئندہ بھی صحیح النسب ساداتِ کرام کا یہی مسلک ہوگا۔

"جناب امیرؑ نے اپنی زندگی میں آٹھ لڑکیوں کو اپنے رشتہ داروں سے عروسی کردی"۔ (کبریت احمر درشرائط تیرج ۳ ص ۱۶)"

اُم کلثوم بنت علی مرتضیٰؑ عون بن جعفر کے نکاح میں تھی۔

(کبریت احمر جلد ۳ ص ۱۷)۔

زینب صغریٰ بنت علی مرتضیٰؑ محمد بن عقیل کے نکاح میں اور اُم کلثوم بنت علی مرتضیٰؑ مسلم بن عقیلؑ کے نکاح میں تھیں" (کبریت صفحہ ۱۸)

اس حدیث کی بنا پر بعض اصحاب نے نکاح ہاشمیہ کا غیر ہاشمی کے ہمراہ حرام قرار دیا ہے" (انوار النعمانیہ ص ۱۷۷)۔

شرح نہج البلاغہ میں علاّمہ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اشعث بن قیس نے جو قبیلہ

کندہ کے رؤساء میں سے تھا علی مرتضیٰؑ کی خدمت میں درخواست کی کہ اپنی دختر جناب زینبؑ کو میرے عقد میں دے دیجئے۔اس کندۂ ناتراش کا یہ اظہار سن کر آنجناب کا چہرہ متغیر ہو گیا۔فرمایا۔ اے اشعث! اپنی صورت تو آئینے میں دیکھ! تو اور شبیۂ خدیجہؑ دختر زہراؑ ،زینبؑ سے خواہشِ عقد خبردار! اگر تو نے دوبارہ ان الفاظ کا اعادہ کیا تو یاد رکھ علیؑ کی ذوالفقار ہو گی اور تیری گردن۔تیری کیا ہستی کہ یادگار زہراؑ سے ہمکلام ہو۔اسد اللہ کے تیور دیکھ کر ابن قیس کیا دیوانہ تھا جو اور کچھ کہتا سہم ہی کے تو رہ گیا"(زینت کربلا صف ۸۰۔۱۷)۔

حضرت امیر علیہ السلام اشعث بن قیس کے مخاطبہ میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

☆"علیك لعنة الله و لعنة اللا عنین حائك بن حائك منافق بن كافر "

(نهج البلاغه صفحه ۱۸ طبع تهران)

''اے جلاہے کے بیٹے جلاہے اور کافر کے بیٹے منافق! تجھ پر اللہ کی لعنت نازل ہو اور لعنت کرنے والوں کی لعنت نازل ہو'' حضرت امیر نے ایسا کیوں فرمایا؟

"روی اهل سیرة ان الا شعث خطب الی علی لبنتهٖ فزیرة و قال یا ابن الحائك اعزك ابن ابی قحافة " (نہج البلاغہ شرح علامہ ابن ابی الحدید" جزو ٤ ص ٢٢)

اشعث نے علی مرتضیٰؑ سے ان کی دختر کا رشتہ طلب کیا تو آپ نے فرمایا۔اے جلاہے کے بیٹے جلاہے اور کافر کے بیٹے منافق! تجھ کو ابوبکرؓ نے گستاخ کر دیا ہے۔

صاحب مناقب فاخرہ مولانا سیّد احمد شاہ مشہدی لکھتے ہیں:۔

اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص اہل بیتؑ رسالت میں سوائے قرابتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رشتہ طلب کرے تو وہ منافق اور ملعون ہے"۔

(مناقب فاخرہ۔مولانا سید احمد شاہ، راولپنڈی)

ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال، حضرات حسنینؑ کے عہد کی ہے اور ٹھیک سرورِ کائناتؐ اور مولائے کائناتؑ کی آراء سے ہے۔پس یہ تصور تمام اہل بیت کرامؑ کا تصور ہے اور نسب اہل بیتؑ کی شوخی کا مظہر ہے۔

ابی العاص کی لڑکی امامہؓ بنتِ زینب حضرت سیّدہ کائناتؑ کی رحلت کے بعد حضرت امیرؑ کی زوجیت میں حسب وصیّت حضرت سیّدہ کائنات آئیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:۔

سرورِکائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی شخص نے ایک قلادہ خُرمابطور ہدیہ دیا تو آپ نے فرمایا سب سے زیادہ جو احسب ہے ہمارے اہل سے اس کو دیں گے۔ عورتوں نے کہا ابوبکرؓ کی صاحبزادی (حضرت عائشہؓ) پائیں گی۔ مگر حضرت نے لاکر امامہؓ بنتِ زینب کو دے دیا۔ چنانچہ اسی اپنی خواہرزادی امامہؓ کی نسبت سیّدہ کائنات نے حضرت علیؑ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد امامہؓ بنت زینب سے نکاح کرنا اور ان سے عقد کرنا اور وہ آپ کی شرفِ زوجیت میں رہیں۔ جب موالائے کائناتؑ کی رحلت کا وقت آن پہنچا تو آپ نے حارث بن عبدالمطلب کے پوتے مغیرہ بن نوفل کو وصیت فرمائی کہ میرے بعد تم اس سے نکاح کر لینا۔

☆"قال لا مامة بنت ابی العاص انی لا امن اَن یخطبكَ هذا الطاغیة بعد موتی. یعنی معاویة فان كان لك فی الرجال حاجة فقد رضیت لك المغیرة بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب عشیرا"

''امامہؓ سے کہا کہ ہم کو خوف ہے کہ ہمارے بعد یہ طاغی معاویہ تم سے عقد کی خواہش کرے تو اگر تجھے عقد کی ضرورت ہو تو ہم راضی ہیں کہ مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب سے عقد کر لینا''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ایامِ عدت گزرنے کے بعد معاویہ نے مروان کو ایک لاکھ اشرفی دے کر حکم دیا۔ امامہؓ سے میرا عقد کردے۔ جب امامہؓ کو یہ خبر پہنچی تو مغیرہ سے کہلوا بھیجا کہ اگر تم کو عقد کی ضرورت ہو تو بسم اللہ! چنانچہ بذریعہ امام حسینؑ یہ عقد ہوا۔

(الاستیعاب فی معرفت اصحاب ج ۲ ص ۷۲۸)

مروان بن الحکم، حاکم حجاز نے معاویہ کی جانب سے یزید کے لیے اُمّ کلثوم بنت

عبداللہ ابن جعفر طیارؓ (دختر زینب بنت علی مرتضیٰؑ) کا رشتہ طلب کیا۔ جناب عبداللہؓ نے جواباً کہا اگرچہ اُمِ کلثوم میری دختر ہے لیکن اس کا اختیار سیّد و سردار بنی ہاشم امام حسینؑ کے ہاتھ میں ہے (اگلے وقتوں میں خاندان کے بڑے بوڑھے اس معاملہ میں مختار ہوا کرتے تھے) چنانچہ وہ امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورتِ مدعا پیش کی، آنجناب نے فرمایا کہ:

اس معاملہ میں خداوند کریم سے استخارہ کروں گا اس کے بعد جواب دیا جائے گا۔ دو ایک روز بعد جب امام حسینؑ مسجد میں تشریف لائے تو مروان بھی معہ چند عمر رسیدگانِ بنی ہاشم و بنی اُمیّہ کے مسجد میں داخل ہوا۔ بتدریج کہنا شروع کیا کہ امیر معاویہ نے مجھے اس امر کے لیے متعین کیا ہے کہ رشتہ طے کرلوں۔ نیز ان کو تمام قرض سے سبکدوش کر دینے کا بھی ضامن ہو جاؤں اور رابطۂ صلح و اتحاد درمیان بنی ہاشم و بنی اُمیّہ مستحکم کر دوں۔ اگر یہ رشتہ ہو گیا تو بنی ہاشم پر نظرِ امتیاز پڑنے لگے گی بلکہ یزید سے بھی زیادہ۔ اس کے بعد یزید کی طلالت و سخاوت کا ذکر کرتے ہوئے کہا **السحاب يستسقي بلقائه** (اس کے دیدار سے ابر سیراب ہونے کی تمنا کرتا ہے) اتنا کہہ کر مروان نے سکوت اختیار کیا۔

اب **افصح العرب** امام حسینؑ کی باری آئی۔ آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد جواباً فرمایا:

مہر کے متعلق تو یہ کہ اس کو شرع شریف کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو خود اپنے اور خاندان کے نکاحوں کے وقت میرے جدِ بزرگوار صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کا معمول رہا۔ میں بھی اس حکم کا پابند ہوں۔ بھائی عبداللہؓ کے قرض سے متعلق یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں کوئی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ باپ کا قرض بیٹی کے ذریعہ ادا ہوا ہو۔ رہا بنی ہاشم اور بنی اُمیّہ کے درمیان مصالحت کا معاملہ تو وہ حق کیسا؟ جسے باطل سے مغائرت نہ ہو۔ دنیا کے لیے ہم صلح نہیں چاہتے اور تم نے جو یہ کہا کہ یزید سے زیادہ لوگ ہم سے رغبت کریں گے تو ذرا غور کرنے کی بات ہے۔ عزتِ دنیا کے اعتبار سے یزید پر غبط کرتے ہیں۔ وہ بڑے عقلمند ہیں دنیا اسی کا نام ہے۔ آخر میں جو تم نے سخاوتِ یزید کے متعلق کہا اس کے دیدار سے ابر سیرابی چاہتا ہے تو یہ مثل حقیقی طور

سے سوائے رسول کریمؐ کے دنیا میں کسی کے جود و کرم پر صادق نہیں آتی۔

اس ارشاد سے امام حسینؑ نے حضرت ابی طالبؑ کے اس شعر کی طرف اشارہ کیا جو انہوں نے مدحِ رسولؐ میں کہا تھا:

"ویستقیٰ بو جهه ثمال عصمة لِلاٗرَ امِلِ" (طراز المذاهب مظفری ص ٤٠٦)

اس سیف اللہ مسلول کا کرم پاش نورانی چہرہ دیکھ کر خود سقائے ابر پانی مانگتا ہے۔ اس کی دوسری صفت یہ ہے کہ یتیموں کا پناہ گاہ اور رانڈوں کا محافظ ہے۔ رزم و بزم دونوں میں جوہرِ فرد ہے۔

☆"كريم السجايا جميل الشيم"

اس کے بعد حضرت امام حسینؑ نے مجمع کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔

"آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں امّ کلثوم دخترِ عبداللہ بن جعفر کو اس کے چچا زاد بھائی قاسم بن محمد بن جعفر کے عقد میں دیتا ہوں اور اس کا مہر شرعی مقرر کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میں اپنی ذاتی ملکیت سے ایک قطعہ زمین جس کی آمدنی ساٹھ ہزار دینار سالانہ ہے۔ دولہا، دلہن کی فلاحِ معیشت کے لیے بخشتا ہوں"۔

مروان بن حکم نے اس معاملے میں ایسی منہ کی کھائی کہ اور کچھ تو بنا نہیں، کہنے لگا "میں دیکھتا ہوں کہ آلِ ہاشم ہمیشہ بنی اُمیہ سے برسرِ عناد ہی رہنا چاہتے ہیں"۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا۔

"تمہیں یاد ہوگا جب میں نے عائشہ دخترِ عثمان سے خواہشِ عقد کی تھی تو تم نے جھٹ سے عبداللہ بن زبیر سے اس کا عقد کر دیا تھا۔ اب شکایت کیسی؟"

☆"كماتدين تدان" (مناقب آلِ ابی طالب ج ۴ ص ۶۲ بحوالہ زینت کربلا ص ۸۷)۔

جو لوگ خاندانِ رسولؐ کی عظمت و شرف پر غبط کرتے ہیں وہ جاہل ہیں۔ (زینت کربلا)

یہ روایت مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۶۲ اور طراز المذاہب مظفری ص ۴۰۶ میں

حضرت عبداللہ ابن جعفر طیارؓ کے حالات میں آئی ہے۔ شہر آشوب میں روایت امام حسنؑ اور طراز کی روایت میں امام حسینؑ کا نام آیا ہے اور خانوادۂ نبوّت اور دودمانِ ولایت کے مزاج شناس جانتے ہیں کہ اس باب میں نہ صرف ان دونوں حضرات کا بلکہ تمام خاندان کا مزاج ایک سا تھا۔ آلِ حسنؑ اور آلِ حسینؑ کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ حضرت امام علی سجادؑ اور امام محمد باقرؑ اپنے آباؤ اجداد کرام کے نمونے اور نقوش پر تھے۔ انہوں نے سنتِ اسلاف سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کے حالات میں ہے۔

☆"قال بعض الخوارج لهشام بن الحكم يا هشام ماتقول في العجم يجوز ان يَتَزَوَّجُوا في العرب قال نعم فالعرب يتزوجوا من قريش قال نعم قال فقريش يتزوج من بني هاشم قال نعم فجاء الخارجي الى الصادقؑ فقص عليه ثم قال أَسَمِعَهُ منك فقال نعم قدقلت ذالك قال الخارجي فها انا فقد جئتك خاطبها فقال له ابو عبدالله انك لكفو'' في دمك و حسبك في قومك ولكن الله عزوجل منعنا عن الصدقات وهي اوساخ ايدى الناس فنكره ان نشرك فيما فضلناالله به من لم يجعل الله له مثل جعل لنا فقام الخارجي و هو يقول بالله رايت رجلا مثله روني والله اقبح ود وماخرج من قول صاحبه"

(ترجمہ) "بعض خارجیوں نے ہشام بن الحکم کو کہا کہ عجم عربوں میں شادی کر سکتے ہیں؟ ہشام نے کہا ہاں! اور قریش بنی ہاشم سے شادی کر سکتے ہیں؟ ہشام نے کہا ہاں! خارجی حضرت امام صادقؑ کے پاس آیا

اور یہ قصہ بیان کر کے پوچھا کہ ہشام نے آپ سے یہ باتیں سنی ہیں۔

حضرتِ امامؑ نے فرمایا:

ہاں:

پھر خارجی نے کہا کہ:

اگر ایسا ہے تو میں آپ سے اپنے لئے رشتہ طلب کرنے آیا ہوں۔

حضرت نے فرمایا:

تو ان لوگوں کا ہم پلہ ہے جو تیرے ہم شان اور دین میں ہم خیال ہیں۔ پس ہم برا سمجھتے ہیں کہ جن امور میں خدا نے اپنے فضل سے ہم کو مختص فرمایا ہے۔ ان خصوصیات میں ایسے لوگوں کو اپنا شریک کر لیں جن کے لیے وہ خصوصیات نہیں ہیں۔

پس وہ خارجی یہ کہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا

کہ واللہ میں نے اس علم و فضل کا آدمی کبھی کہیں نہیں دیکھا کہ اپنے ساتھی کے ہم خیال رہنے کے باوجود اس نے میری خوب گت بنائی"۔

۱۔ اصول کافی کتاب النکاح جلد ۳ ص ۱۴۰

۲۔ مناقب آلِ ابی طالب ج ۵ ص ۴۴

موتم الاشبال

ابو الحیٰ عیسیٰ موتم الاشبال (۱۲۲ھ ۔ ۱۶۸ھ بصرہ) ابن زید شہید ابن امام زین العابدینؑ ابن امام حسینؑ ابن امام علی مرتضیٰ ابن ابی طالبؑ ۔ آپ کا اسم گرامی عسارہ ہے۔ ظلم بنی اُمیہ کے خوف سے آپ نے اپنا نام عیسیٰ رکھا۔ آپ کی کنیت ابوالحی تھی، چونکہ اکثر شیر کا شکار کیا کرتے تھے اس وجہ سے موتم الاشبال مشہور ہو گئے، یعنی یتیم کرنے والے شیر کے بچوں کو!

حضرت زید شہید (برادر امام محمد باقرؑ) کی شہادت کے وقت آپ کا سن ایک سال کا تھا۔ آپ کو اِن کے ماموں ابراہیم شہید بن عبداللہ المحضؒ نے پرورش کیا اور آپ اپنے ماموں کے وصی اور علمبردار تھے اور ان کے ہمراہ منصور دوانیقی (دوسرے عباسی بادشاہ) پر فوج کشی کی اور شکست کھا کر بھاگے۔ مدینہ کی سکونت ترک کر کے مہدی عباسی کے وقت تک بصرہ میں پوشیدہ رہے۔ شیخ نقیب تاج الدین نے کہا ہے کہ آپ آخر وقت کوفہ میں سقایوں کے یہاں مزدوری کرتے تھے اور اپنے آپ کو چھپائے ہوئے تھے۔ آپ نے یہاں نکاح کر لیا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی، جب وہ جوان ہوئی تو اس سقہ نے جس کے یہاں آپ مزدوری کرتے تھے آپ کی صلاح و تقویٰ کو دیکھ کر اس لڑکی کا عقد اپنے لڑکے سے کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

اس کو یہ خبر نہ تھی کہ عیسیٰ کس خاندان سے ہیں؟ عیسیٰ کی زوجہ اس نسبت سے بہت خوش ہوئی اور عیسیٰ سے ذکر کیا۔ آپ نہایت متردّد اور متفکر ہوئے اور دعا کی کہ خداوندا تو اس لڑکی کو دنیا سے اٹھا لے۔ جب لڑکی کا انتقال ہوا تو عیسیٰ نے بہت جزع و فزع کی۔ عیسیٰ کے بعض احباب نے جو محرمِ حال تھے عیسیٰ سے کہا کہ ہم تمہیں اشجع اہلِ زمین سمجھتے تھے، ایک لڑکی کے مرجانے سے گریہ کرتے ہو؟ عیسیٰ نے جواب دیا کہ اس لڑکی کے مرنے پر نہیں روتا بلکہ اس بات پر روتا ہوں کہ وہ بیچاری مر گئی اور اس کو یہ علم نہ ہوا کہ وہ رسولؐ کے ایک پارۂ جگر کی پارۂ جگر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بزرگانِ سلف کو اپنے حسب و نسب کا کس قدر خیال تھا؟ گو اس وقت آپ کی زندگی ایک مزدور کی زندگی تھی اور خوشحال شخص کے لڑکے سے دختر کی نسبت ہوتی تھی۔ مگر اس کو آپ نے پسند نہ کیا اور بچی کی موت کے لیے دعا کی۔ افسوس اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ دولت کو حسب و نسب پر ترجیح دی جاتی ہے۔

"فاعتبروا یا ولی الابصار"

۱۔ سیّد وصی الحسن بلگرامی:۔۔ روضۃ الکرام فی تاریخ بلگرام ص ۱۱۴

۲۔ سیّد جمال الدین احمد الحسنی:۔ عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب ص ۲۵۶ مطبوعہ نجف عراق

حضرت شاہ محمد گیلانیؒ فیروز آبادی

میر شمس الدین محمد، دوسرے سیّد ابو طالب سادات عراق کی اولاد سے ہندوستان میں آئے۔ سیّد شاہ محمد فیروز آبادی جو گیلانی خاندان اور حضرت شاہ قیص ابن ابی الحیات کی طرف منسوب تھے ان کے پاس آئے۔

ان کی کئی بیٹیاں تھیں۔ انکی شادی کی کہیں صورت نہ بنتی تھی۔ ان سادات کو جو دیکھا کہ مسافر ہیں اور بیگانہ شہروں سے آئے ہیں۔ لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ میرے ہم کفو ہیں اور ان کے آنے سے پہلے کہا کرتے تھے کہ میرے رشتہ دار شرفاء عرب سے ہیں۔ اگر وہ یہاں آگئے تو میری لڑکیوں کی قرابت خوب ہو جائے گی۔ ان کو اپنا مہمان کر کے بہت خاطر و مدارات کی اور دوستی و محبت کی باتوں میں کچھ تقصیر نہیں کی اور التماس کیا کہ آپ کے رہنے کے مناسب سوائے میرے گھر کے اور کوئی جگہ نہیں ہے۔ آپ یہیں رہیے۔ میں جہاں تک ممکن ہے آپ کی خدمت و رعایت میں کچھ کمی و کوتاہی نہ کروں گا وہ چونکہ مسافر و غریب تھے اور یہ بادشاہِ وقت کے ہاں بڑے معتبر تھے۔ اس سبب سے انہوں نے وہیں رہنا پسند کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد انہوں نے سیّد ابو طالب کو نکاح کا پیغام دیا۔ یہی شاہ محمد فیروز آبادی ان ہی دو سیّدوں کے قتل میں ماخوذ کیے گئے۔ علماء دہلی و لاہور و جونپور نے محضر تیار کیا تو سیّد صاحب نے کہا تمہارا جو جی آئے سو کرو، میں بالکل بے قصور و مظلوم ہوں، اس کام سے بالکل پاک و صاف۔ اہل بیتؑ کی مظلومی اور بے عزتی و بے حرمتی ایک قدیم امر ہے اور ہم کو وراثۃً پہنچا ہے۔ جو کچھ ہمارے سر پر آئے گا ہم اس پر صابر ہیں۔ علماء ان کے قتل پر فتویٰ دینے میں مختلف ہوں گے۔

شیخ امان اللہ پانی پتی کو بھی اس محضر کے واسطے تکلیف دی گئی تھی اور طلب کیے گئے تھے، وہ نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ اماں دوزخ میں چلا جانا بہتر ہے اس سے کہ اہل بیتؑ کو ذلیل و خوار کر کے کھڑا کریں اور میں معزز اور ممتاز بن کر بیٹھوں۔ اُن حضرات کا قتل کیا جانا بھی حیف ہے

اور ان کا ذلیل وخوار کرنا بھی حیف ہے۔اس واقعہ سے میرا جگر خون ہوا ہے اور اس سے بھی خوف وخطر میں ہوں۔(تذکرہ اخبار الاخیار از شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

نیز دیکھئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تذکرۃ اخبار الاخیار فارسی مطبوعہ لکھنو یہ سلطان ابراہیم لودھی کا عہد ہے اور ۹۵۵ ھجری کا واقع ہے۔(تذکرۃ الاولیا اردو ص ۳۰۰ س ۱۰۳ تحت حالات شاہ قیص)

علامہ شبلی نعمانی اور مسئلہ کفو

رابنگر کہ در ہندوستان دیگر نمے بینی

برہمن زادہ و رمز آشنائے روم وتبریز است

(اقبال)

علامہ شبلی نعمانی قصبہ بندول پرگنہ سکڑی اعظم گڑھ کے باشندے تھے۔حضرت ابوبکر شبلی بن ولف آپکے بزرگوں میں بتائے جاتے ہیں (یہی بزرگ شیخ شبلی بغدادی ف ۳۳۴ ھ ہیں) شبلی کی وجہ تسمیہ یوں ہے کہ ان کا وطن شبلیہ واقعہ اشروسنہ ترکستان ہے۔پس اس بزرگ کے نام پر علاّمہ کا نام رکھا گیا اور چونکہ شروع میں وہ حنفی مذہب تھے۔تو امام ابوحنیفہ کے اصلی نام نعمان سے اپنی نسبت قائم کر لی تھی ورنہ یہ ان کی نسل سے نہیں ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی کی والدہ جو حاجی قربان قنبر کی صاحبزادی تھیں، نہایت نیک اور دین دار بی بی تھیں۔تہجد تک ناغہ نہیں کرتی تھیں۔مولانا اکثر اپنی والدہ مرحومہ کی نیکیوں کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ان کی سحرخیزی کی عادت ان ہی کے حسنِ تربیت سے پڑی شیخ صاحب نے غیر کفو میں جو شادی کر لی تھی اس سے وہ بہت دلگیر رہا کرتی تھیں اور آخر اسی غم میں ۱۸۸۶ء سے پہلے وفات پائی۔

مولانا کے والد شیخ حبیب اللہ مرحوم نے ایک اور شادی غیر کفو میں کی تھی جن سے ایک صاحبزادے محمدؒ مرحوم تھے۔ یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح قابل اور ہونہار تھے اور گریجویٹ ہو چکے تھے مگر جس روز ڈپٹی کلکٹری میں ان کے انتخاب کی اطلاع آئی اسی دن چند گھنٹے پہلے دو دن کی علالت کے بعد وفات پا چکے تھے۔ (حیات شبلی ص ۶۴ ص ۶۵ ص ۶۷ سید سلیمان ندوی)

علامہ اقبالؒ اور مسئلہ کفو

"ایک بار کشمیری خاندان کے ایک شخص کاٹھیاواڑ کے کسی خاندان میں شادی کرنا چاہتے تھے لیکن ڈاکٹر (اقبال) صاحب نے ان کو منع کر دیا اور کہا کہ پنجاب کی کشمیری برادری سے باہر رشتہ نہ کریں۔ اس پر ایک نوجوان طالب علم نے اعتراض کیا کہ آپ تو ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو ذات پات کی تمیز مٹا دینی چاہیے کیونکہ ہماری ذات صرف اسلام ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہنس کر جواب دیا یہ تو بالکل صحیح ہے لیکن خواجہ..... اگر وہاں شادی کر لیں تو ان کی اولاد بھی کالی کلوٹی ہوگی اور اس طرح اس خاندان سے وہ صباحت رخصت ہو جائے گی جو کئی پشتوں سے اس کی خصوصیت چلی آ رہی ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے بچے نہایت خوش رُو اور سرخ و سپید ہوں تا کہ ہم لوگ صحیح معنوں میں ملت بیضا بن جائیں"۔

(آثار اقبال" ص ۳۶، ۳۷ بحوالہ ص ۹۱ "اقبال کامل" عبدالسلام ندوی طبع ۱۹۴۸ء)

"علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطا محمد کے فرزند کلاں شیخ اعجاز احمد (ولادت ۱۲ جنوری ۱۸۹۹ء) کے بارے میں مولانا محمد الدین فوق مرحوم تاریخ اقوام کشمیر جلد دوم میں لکھتے ہیں"۔

"(شیخ اعجاز احمد) کی شادی کے معاملہ میں قابلِ تذکرہ امر یہ ہے کہ آپ کے رشتہ کی تلاش میں اقبال مرحوم کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ مسلمان سپرو خاندان کا سراغ ملے تو وہاں رشتہ کیا جائے لیکن تلاش و کوشش کے باوجود پنجاب میں کسی مسلمان سپرو خاندان کا پتہ نہ چل سکا

چنانچہ راقم کو آپ ۱۶ جنوری ۱۹۳۴ء کے خط میں لکھتے ہیں "اعجاز کی شادی کے وقت پنجاب میں کسی مسلمان سپرو خاندان کی جستجو کی گئی مگر ناکامی ہوئی"۔

(تاریخ اقوام کشمیر جلد دوئم ص ۳۲۴ محمد الدین فوق طبع ۱۹۴۳)

ان تمام بیانات کی روشنی میں جو ساداتِ کرام صحیح النسب ہیں ان کا مجموعی مزاج معلوم ہو جاتا ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس تواتر وتعامل میں ان کی انفرادیّت اور امتیازی خصوصیت قائم ودائم ہے اور صدرِ اوّل سے تا امروز وہ اپنی انفرادیّت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

چراغ را کہ ایزد بر فروزد
کسے کو تف زند ریشش بسوزد

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ (مرحوم)

"اختلافِ مذہب اور اختلافِ قومیّت خود بڑی چیز ہے۔ خاندانی زندگی کی کامیابی اور نظامِ تمدّن کی بہتری کے لیے تو ایسی شادیاں بھی مفید نہیں ہوتیں جن کے دونوں فریق ایک ہی سوسائٹی کے دو مختلف طبقات سے تعلق رکھتے ہوں۔ شہری اور دیہاتی تک کا فرق بارہا ناموافقت کا موجب بن جاتا ہے۔ نباہ کے لیے ضروری ہے کہ زوجین اور ان کے خاندانوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ امور میں اتحاد ہو۔ صرف یہی کافی نہیں کہ ان کا دین ایک ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا طرزِ معاشرت ایک ہو۔ ان کے خیالات اور اصولِ حیات میں یکسانی ہو۔ ان کے معاشی اور معاشرتی مرتبے میں ہمواری ہو اور ان کی خاندانی روایات ایک دوسرے سے بہت زیادہ مختلف نہ ہوں۔ یہی چیز ہے جس کو اصطلاحِ شریعت میں "کفاءت" کہتے ہیں۔ شارعؑ نے مناکحت میں کفو کو جو اہمیت دی ہے وہ اسی لئے ہے کہ زوجین میں زیادہ سے زیادہ مماثلت ہو کیونکہ مماثلت صرف زوجین ہی کے لیے مودّت ورحمت کی موجب نہیں ہے

بلکہ پوری سوسائٹی کے لیے مفید ہے اور آئیندہ نسلوں کی بہتری بھی اسی پر موقوف ہے"۔

(تفہیمات حصہ دوم ص ۳۷۲ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

☆☆☆☆☆

من قصهء اولادِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خواندم و رفتم
دُریاب کہ لعل و گُہر افشا ندم و رفتم

فقیر
سیّد غلام حسن شاہ کاظمی
مظفر آباد - آزاد کشمیر

تمت بالخیر

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف
-1	ایلاد تخییر	مولانا ابوالکلام آزاد ۱۹۸۵ء
-2	بیان القرآن	مولوی محمد علی ایم اے طبع لاہور ۱۹۲۱ء
-3	برتھ کنٹرول	ہمدرد دواخانہ دہلی طبع دہلی ۱۹۳۷ء
-4	بائیبل شریف	اردو بائیبل سوسائٹی طبع لاہور ۱۹۰۷ء
-5	ترجمان القرآن	امام الہند ابوالکلام آزاد ف ۱۹۸۵ء
-6	تاریخ اقوام پونچھ	منشی محمد الدین فوق کشمیری طبع لاہور ۱۹۲۵ء
-7	تذکرہ	علامہ عنایت اللہ خان مشرقی ف ۱۹۶۰ء
-8	تذکرہ	مولانا ابوالکلام آزاد-ف ۱۹۵۸ء
-9	ترمذی شریف	کتاب المناقب-حضرت امام ترمذی
-10	تحذیر الناس	مولانا محمد قاسم نانوتوی دیوبندی
-11	تجلی الیقین	علامہ برزنجی حنفی-ف ۱۱۷۷ ہجری
-12	تاریخ الخلفاء اردو	علامہ جلال الدین سیوطی-ف ۹۱۰ ہجری
-13	خطبات نبویؐ	مولانا عبداللہ خان مہندرا کالج طبع ۱۹۱۸ء
-14	رحمۃ العالمین	مولوی محمد میاں دیوبندی طبع دہلی ۱۹۲۲ء
-15	رسالہ قاسم العلوم دیوبند	مولانا محمد انور شاہ کشمیری-ف ۱۹۲۳ء
-16	رسالہ پیشوا تذکرہ جمیل	عزیز الحسن بقائی طبع دہلی

-17	رسالہ معارف	دارالمصنفین۔اعظم گڑھ طبع ۱۹۲۸ء/۱۹۳۲ء
-18	روزنامہ "زمیندار" لاہور	مولانا ظفر علی خان
-19	سیرۃ النبیؐ	علامہ شبلی نعمانی ۲:۴۰۸
-20	حقائق الکلام۔فارسی	علامہ صبحی پاشا طبع قسطنطنیہ ۱۸۹۸ء
-21	بخاری شریف	محمد اسماعیل بخاری۔ف ۲۵۶ھجری
-22	لطائف الادب	مولانا ظفر علی خان طبع لاہور
-23	مواہب لدنیہ	علامہ احمد قسطلانی۔ف ۹۲۳ھجری
-24	مکتوبات طیبات	حضرت پیر مہر علی شاہ چشتیؒ۔ف ۱۹۳۷ء
-25	ضرب کلیم	علامہ محمد اقبال طبع لاہور۔ف ۱۹۳۸ء
-26	فتوحات	محی الدین ابن عربی
-27	مافی الاسلام	مولانا اصغر علی روحی اسلامیہ کالج لاہور
-28	کتاب التوحید	محمد صالح نقشبندی طبع ۱۹۲۲ء
-29	وفاء الوفا	عبدالمالک بن محمد نیشاپوری
-30	احیاء النسب	مولانا احمد رضا خان بریلویؒ بریلی شریف
-31	فتاویٰ و مقالات	مولانا حشمت علی
-32	فتاویٰ و مقالات	علامہ علی الطائری لاہور
-33	الغدیر	عبدالحسین احمد الامینی اصفہان
-34	کتاب الشعائر	علامہ سید عبدالقاضی شاہ مشہدی حویلیاں
-35	مناقب فاخرہ	مولوی سید احمد شاہ مشہدی راولپنڈی

36- ارادۃ النسب والادب — مولانا محمد شفیع دیوبندی کراچی

37- حرمت بناتِ رسول — سیّد عبداللہ شاہ عبد سیّد کسرانی

38- شرافتِ سادات — علاّمہ سیّد محمود شاہ کاظمیؒ حویلیاں

39- جامع الانساب — علاّمہ سید محمد علی روضاتی اصفہان

40- عظمتِ سادات — سید فضل عباس ہمدانی چکوال جہلم

41- الفرقان — شاہ ولی اللہ مقالہ از مناظر احسن گیلانی

42- روضۃ الکرام — سید رضی الحسن بلگرامی

43- سیرۃ النبیؐ — سید سلیمان ندوی

44- اشعۃ اللمعات — شاہ عبدالحق دہلوی

45- ریاض الصالحین — محی الدین ابوذکریا یحیٰ بن شرف

46- میری جدوجہد — ایڈولف ہٹلر

47- حجۃ اللہ البالغہ — شاہ ولی اللہؒ دہلوی

48- حقوق الزوجین — مولانا ابواعلیٰ مودودیؒ

49- تذکرہ مخدوم جہانیاںؒ — سخاوت مرزا طبع حیدرآباد دکن ۱۹۶۲ء

50- تاریخ گوجراں — مولوی عبداحق سیالکوٹی

51- کاویہ علی الفاویہ — طبع ۱۹۳۱ء

52- مراۃ العقول شرح فرع کافی — طبع طہران

53- عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب سیّد جمال الدین طبع نجف اشرف

54- مناقب آل ابی طالب

علامہ غلام حسن شاہ کاظمیؒ

کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف

اسلامیات

1- مقام کلام پاک
2- مقام سرورِ کائناتؐ
3- تذکرہ مشاہیر سادات احوال و آثار
4- بلاد مشرق میں نفوذ اسلام
5- مواخات کا اسلامی تصور
6- اسلامی مساوات کے حدود و شرائط

احوال و سوانح

7- حیات ولی کرمانیؒ
8- حیات قادیانی
9- حیات صرفیؒ
10- حیات پیر باباؒ (مطبوعہ)
11- حیات ہمدانیؒ
12- حیات روشنؒ
13- حیات مبارکؒ
14- حیات فانیؒ
15- حیات غنی کاشمیریؒ
16- حیات سہیلی سرکارؒ
17- حیات بری امامؒ
18- حیات آغا خان
19- حیات ناصر خسروؒ
20- حیات نظامیؒ
21- سیّد احمد بریلوی اور قادیانی
22- سیّد احمد بریلوی کی چترالی بیوی
23- علامہ اقبالؒ اور قادیانی
24- مہر درخشاں، احوال و آثار
25- تذکرہ اسلاف کرام
26- تذکرہ خارستان (سوانح حیات)

نسبیات

27- لغات النسب
28- علم الانساب
29- تذکرہ نسابین کرام
30- انساب قبائل عرب
31- عرب قبائل بلاد مشرق میں
32- تحقیق آل قریش
33- تحقیق بنو اُمیہ، احوال و آثار

74- اُمِ کلثوم بنت بتولؑ
75- ماہتابِ عظمت
76- جہان تابِ عظمت
77- عالمتابِ عظمت
78- ساداتِ رضوی
79- تعظیم الاشراف (مطبوعہ)

مکتوبات

80- مکتوبات مولانا غلام رسولؒ مہر لاہور
81- مکتوبات مرزا غلام مرتضٰی خانؒ چترالی
82- مکتوبات شہزادہ حسام الملکؒ والئی دروش
83- مکتوبات مولانا مرتضٰی احمد خان میکش درانی
84- مکتوبات سیّد حسام الدین راشدیؒ
85- مکتوبات علامہ نور احمد قادریؒ
86- مکتوبات علامہ امداد حسین کاظمیؒ
87- مکتوبات ابوالاعلیٰ مودودیؒ

کشمیریات

88- مقالاتِ کشمیر
89- انقلابِ کشمیر جلد اوّل (مطبوعہ)
90- تحریکِ حریّتِ کشمیر
91- سیّد احمد شہید اور کشمیر میں تحریکِ جہاد
92- علمائے کشمیر
93- صوفیائے کشمیر
94- خواتینِ کشمیر
95- مصنفینِ کشمیر
96- مجاہدینِ کشمیر
97- ساداتِ کشمیر
98- کشمیر میں اسلامی تبرکات (مطبوعہ)
99- کشمیر میں ورودِ اسلام
100- اطرافِ کشمیر میں اسلام
101- مغل سلاطین اور سیاحتِ کشمیر
102- تاریخ کبیر کشمیر اردو ترجمہ تحائف الابرار
103- شخصیاتِ کشمیر
104- باغاتِ کشمیر

تحقیق و جستجو

105- صحابہ کرامؓ
106- رأس الحسینؑ
107- عرب شاعر فرزدق
108- حرۃ واقم
109- مشکل کشاؑ
110- قبائل و شخصیات منسوب بہ امّہات
111- بلادِ اسلامیہ میں تحریکِ خوارج
112- تحریکِ نجدیت

113- الشیعہ

114- البرُہان فی ردِّ بحرالجمان

115- لارڈ میو کا قاتل حسن خان آفریدی

116- اہلِ بیت کرامؑ پر تصنیفات

117- عربی اور عجمی کشمکش

ادبیات ولسانیات

118- تذکرہ شعرائے کشمیر
(عربی، فارسی، اردو، کشمیری، ہندکو)

119- تذکرہ ادبیاتِ کشمیر

120- اشعارِ آبدار

121- لطائف الادب

122- شاعری میں سرقہ وتوارد کی روایت

123- فارسی شاعری اور معاشرے کا احتساب

124- کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ

125- تاریخ ہندکو ادب

126- تحسؔی قبولؔ اور جویاؔ کی شاعری پر تبصرہ

127- تذکرہ اولادِ امام موسیٰ کاظمؑ
جلد اوّل (مطبوعہ)